JAMMU UNIVERSITY LIBRARY
No. 1889
Date 17-1-51
SRINAGAR

Allama Iqbal Library
1889

سلسلہ لکچر ہندوستانی ایکاڈیمی نمبر ۵

106

عرب و ہند کے تعلقات

یعنی

مولانا سید سلیمان صاحب ندوی

کی

تقریریں جو ۲۲ و ۲۳ مارچ سنہ ۱۹۲۹ع کو ہندوستانی ایکاڈیمی کے سامنے کی گئیں -

---

الہ آباد
ہندوستانی ایکاڈیمی، یو - پی
۱۹۳۰ع

Read By Mushtaq Ah. Bhat Kathsoo Pahalgam. Deptt. Pol. Science
cat
327.53054

PUBLISHED BY
THE HINDUSTANI ACADEMY,
U. P.,
Allahabad.

FIRST EDITION
Price, Rs. 7/-/-

PRINTED BY
THE HINDUSTAN PRESS,
Allahabad.

تمہید

مدت سے خیال تھا کہ "عرب و ہند کے تعلقات" پر ایک مسلسل بیان کسی تقریر یا رسالہ کی صورت میں اہل ملک کے سامنے پیش کروں - ایک علمی حقیقت کے اثبات کے علاوہ اِس سے یہہ بھی غرض تھی کہ ملک کے ہندو مسلمان دونوں عنصروں کو ان کا وہ زریں عہد یاد دلاؤں جب دونوں گونا گوں اِتحاد کے رابطوں اور سلسلوں سے جکڑے تھے - ہندوستانی ایکاڈیمی الہ آباد کا ممنون ہوں کہ اس نے میری اِس دیرینہ آرزو کے پورا کرنے کا موقع پیدا کیا - مجھے امید ہے کہ جس مخلصانہ ارادہ سے یہہ پراگندہ اور منتشر معلومات بیسیوں کتابوں سے چن کر اور ہزاروں صفحات کو پڑھکر ان چند اوراق میں جمع کئے گئے ہیں اسی حیثیت سے آج یہہ سنے اور کل پڑھے جائیں گے -

ہمارا یقین ہے کہ ملک کے نفاق انگیز صورت حال کی سب سے بڑی ذمہ داری ہمارے اِسکولوں اور کالجوں کے نصاب تاریخ پر ہے - اِس لئے آج ہمارے قومی مورخوں کا فرض سب سے بڑا اور سب سے اہم ہے -

ایکاڈیمی کی فرمائش تو صرف تین تقریروں کی تھی مگر میں نے بحث کے پورے احاطہ اور مضمون کے تمام گوشوں کو گھیرنے کے لئے پانچ تقریریں تیار کیں تاکہ مضمون کسی حیثیت سے ادھورا نہ رہ جائے -

تمام واقعات اور مواد عربی کی معتبر اور مستند کتابوں سے حاصل کئے گئے ہیں - کہیں کہیں کسی انگریزی یا فارسي کتاب کا بھی حوالہ آ گیا ہے -

۲۰ اپریل سنہ ۱۹۲۹ع سید سلیمان ندوی

شبلی منزل - اعظم گڑھہ -

فہرست مضامین

پہلا باب

تعلقات کا آغاز اور ہندوستان کے عرب سیاح

(صفحہ ۱—۴۳)

صفحہ

دوسرا باب

تجارتی تعلقات (صفحه ۴۴—۹۶)

تیسرا باب

علمی تعلقات (صفحہ ۹۷—۱۸۵)

صفحه

چوتھا باب

مذہبی تعلقات (صفحہ ۱۸۵ — ۲۵۰)

صفحہ

پانچواں باب

ہندوستان میں مسلمان فتوحات سے پہلے

(صفحہ ۲۵۱—۲۰۲)

صفحہ

صفحہ

صفحه

صفحه

صفحہ

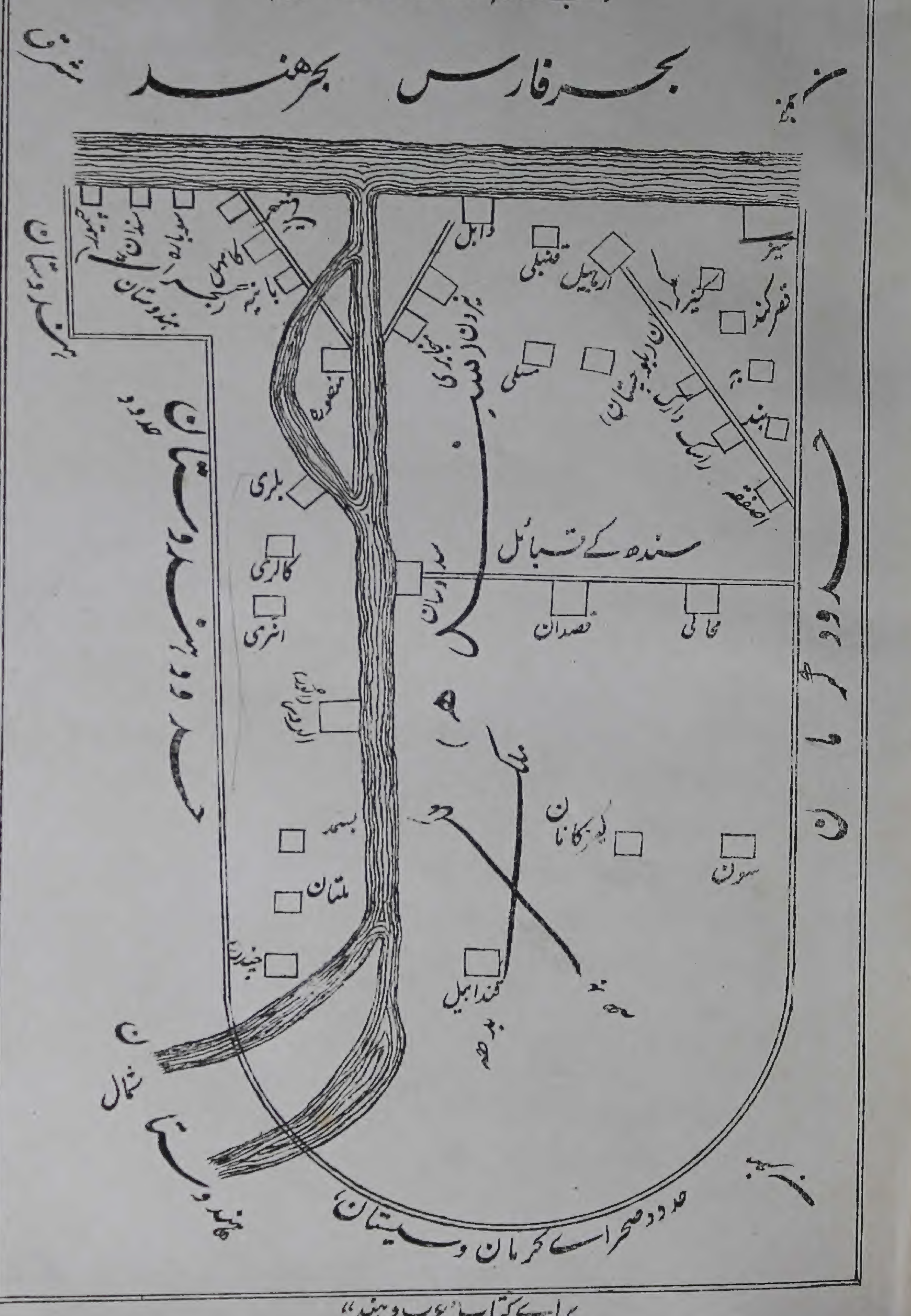
صفحه

صفحہ

گجرات اور سندھ کا دنیا مین سب سے پہلا نقشہ

جسکو
ابن حوقل بغدادی نے ۳۴۳ سنہ ھ (۹۵۴ء) مین تیار کیا

(کتب خانہ شاہِ اودھ کے نسخہ سے الیٹ نے نقل کیا)



براے کتاب "عرب وہند"

عرب و هند کے تعلقات

تعلقات کا آغاز اور هندوستان کے عرب سیاح

عرب اور هندوستان دونوں ملک دنیا کی دو عظیم‌الشان قوموں کی مذهبی تیرتهه اور عبادت گاہ هیں اور دونوں اپنی اپنی جگه پر اپنی اپنی قوموں کے نزدیک پاک اور مقدس هیں - اس مسئله میں بہت سے اختلافات هیں که هندوستان کے اصلی باشندے کون هیں ؟ آریه قوم کا دعوی تو آپ نے سنا هوگا - مگر کیا عربوں کا پرانا دعوی بهی آپ نے سنا هے ؟ آریه قوم اِس ملک میں چند هزار برس گذرے هونگے که ایشیاے وسطی سے پنجاب میں وارد هوئی اور پهر آگے بڑهکر گنگا جمنا کے دوآبه میں پهیل گئی - مگر اهل عرب کا دعوی یه هے که هندوستان سے ان کا تعلق صرف چند هزار برس کا نہیں بلکه پیدایش کے شروع سے یه ملک ان کا "پدری وطن" هے -

حدیثوں اور تفسیروں میں جہاں حضرت آدم کا قصه هے وهاں متعدد روایتوں سے یه بیان آتا هے که حضرت آدم جب آسمان کی جنت سے نکالے گئے تو وہ اسی زمین کی "جنت" میں جس کا نام "هندوستان جنت نشان" هے اُتارے

گئے - سر اندیپ (لنکا) میں انھوں نے پہلا قدم رکھا جس کا نشان اُس کے ایک پہاڑ پر موجود ہے - ابن جریر، ابن ابي حاتم، اور حاکم (۱) میں ہے کہ هندوستان کي اُس سر زمین کا نام جس میں حضرت آدم اترے "دجناء" ہے - کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ "دجناء" هندی کا "دکھنا" یا "دکھن" ہے جو هندوستان کے جنوبي حصه کا مشہور نام ہے؟ اور چونکه عرب کے ملک میں متعدد قسم کي خوشبوئیں اور مسالے اسي جنوبي هند سے جاتے تھے اور پھر عربوں کے ذریعه وہ تمام دنیا میں پھیلتے تھے اس لئے ان کا بیان ہے کہ یہ چیزیں ان تحفوں کي یادگاریں هیں جو حضرت آدم اپنے ساتھه جنت سے لائے تھے - ان تحفوں میں سے چھوهارے کے سوا دو پھل یعني لیموں اور کیلے هندوستان هي میں موجود هیں - ایک اور روایت میں ہے کہ امرود بھي جنت هي کا میوہ تھا جو هندوستان میں پایا جاتا ہے -

ایک روایت میں ہے کہ جنت سے چار دریا نکلے هیں - نیل، فرات، جیحون اور سیحون - نیل تو مصر کا دریا ہے جس پر مصر کي زراعت کا دارومدار ہے - اِسي طرح فرات کي جو اهمیت عراق کي سرسبزی و شادابي کے لئے ہے وہ ظاهر ہے - جیحون ترکستان کا دریا ہے اور ترکستان

---

(۱) تفسیر در منثور سیوطي جلد اول صفحه ۵۵ - مصر میں یه اور اس کے بعد کي روایتیں موجود هیں - ساتھه سبحةالمرجان في تاریخ هندوستان کا پہلا باب پڑھنا چاهئے -

کے لئے اس کی وہی حیثیت ہے جو نیل و فرات کی مصر و عراق میں ہے - اور سیحون کے متعلق ہے کہ ہندوستان کے دریا کا نام ہے - کیا جنت کے اِس چوتھے دریا کو "گنگا" سمجھا جائے ؟ بعض لوگوں نے اس کو دریائے سندھ قرار دیا ہے -

میر آزاد بلگرامی نے سبحةالمرجان فی آثار ہندوستان میں کئی صفحے ہندوستان کے ان فضائل کے بیان کے نذر کئے ہیں - اور اس میں یہاں تک کہا ہے کہ جب آدم سب سے پہلے ہندوستان اترے اور یہاں ان پر وحی آئی تو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہی وہ ملک ہے جہاں خدا کی پہلی وحی نازل ہوئی ، اور چونکہ نور محمدی حضرت آدم کی پیشانی میں امانت تھی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ محمد رسول‌الله صلعم کا ابتدائی ظہور اسی سر زمین میں ہوا - اسی لئے آپ نے فرمایا کہ "مجھے ہندوستان کی طرف سے ربانی خوشبو آتی ہے" - یہ تمام روایتیں فن حدیث کے لحاظ سے بہت کم درجہ ہیں - تاہم ان سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ یہ جو عام طور سے سمجھا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا تعلق ہندوستان سے محمود غزنوی کے فتوحات کے سلسلہ میں ہوا اور وہ اس کے بعد یہاں آکر آباد ہوئے یہ کس قدر غلط ہے - بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ اس ملک کو اپنا مفتوحہ ملک نہیں بلکہ اپنا موروثی پدری وطن سمجھتے ہیں ، اور جو نہیں سمجھتے ہیں ان کو سمجھنا چاہئے - خیر یہ تو تاریخ کی یاد سے پہلے کی باتیں ہیں - اگر تاریخی نظر

سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ وہ محمود سے سیکڑوں برس پہلے ہندوستان آچکے تھے اور جگہ جگہ ان کی نو آبادیاں قائم تھیں -

اسلام کے بعد عربوں اور مسلمانوں میں نسبی حیثیت سے سب سے بڑا درجہ سادات یعنی سیدوں کا ہے - موجودہ سادات خاندانوں کا بہت بڑا حصہ حضرت امام حسین کے صاحبزادہ حضرت امام زین‌العابدین کی نسل سے ہے - حضرت زین‌العابدین کی ماں عرب نہ تھیں - ایرانیوں کا دعوی ہے کہ وہ ایرانی تھیں اور خاندان شاہی سے تھیں - مگر مورخوں میں سے بعض نے ان کو سندھہ کی بتایا ہے (۱) - اگر یہ اخیر قول صحیح ہو تو اس کے ماننے میں کیا عذر ہو سکتا ہے کہ عرب و اسلام کے سب سے شریف و مقدس خاندان کے پیدا کرنے میں ہندوستان کا بھی حصہ ہے ؟ اور یہ کہنا بھی صحیح ہوگا کہ اور مسلمان ہوں یا نہ ہوں مگر سادات آل زین‌العابدین علی ہمیشہ سے نیم ہندوستانی ہیں -

شمالی ہندوستان میں درۂ خیبر سے آنےوالے مسلمان ترکوں اور افغانوں کا زمانہ چوتھی صدی ہجری کا آغاز ہے چنانچہ محمود نے لاہور سنہ ۴۱۸ ھ میں فتح کیا - لیکن جنوبی ہندوستان ملیبار اور کارومنڈل سے گجرات تک کا علاقہ اس کے سیکڑوں برس بعد تک بھی مسلمانوں کے قبضہ میں نہیں

---

(۱) دیکھو کتاب‌المعارف ابن قتیبہ اور ابن خلکان تذکرۂ علی بن حسین زین‌العابدین رضی اللہ عنہما ہے

ایا - گجرات سلطان علاؤالدین خلجي نے سنه ۱۲۹۷ع میں
فتح کرکے دلی کے مقبوضات میں شامل کیا - اور مدراس کي
طرف صرف ایک دفعه سلطان علاؤالدین کي فوجوں نے اسي
زمانه میں ملیبار اور کارومنڈل کے ساحل تک عبور کیا
تھا - لیکن وہ فتح ناپائدار تھي - اور بعد کو بیجانگر کی
دیوار نے صدیوں تک افغانوں اور مغلوں کو آگے بڑھنے نہیں
دیا - دکن کي بہمني سلطنت کي پوری زندگي بیجانگر کے
ساتھه لڑائي جھگڑوں میں کٹتي مگر کرشنا سے آگے وہ کسي طرح
نه بڑھه سکي - البته بہمني سلطنت کي راکھه سے جو
پانچ شعلے اُٹھے انھوں نے بڑی مشکل سے سنه ۱۵۶۵ع میں
اس کو جلا کر بے نام و نشان کیا - پھر بھي چھوٹي
چھوٹی هندو ریاستیں عالمگیر کے زمانه تک قائم رهیں -
ارکاٹ ، میسور اور مدراس کے علاقوں پر انھوں نے یوں هي
اچٹتا سا قدم رکھا - لیکن ان میں سے کوئي بھي دیر تک
وهاں جم نه سکا -

اس پیمایش سے میرا مقصد یه هے که میں دکھاؤں که
هندستان کے کن علاقوں پر درۂ خیبر سے اُٹھنےوالي موجوں کا
براہ راست یا بالواسطه اثر کب پڑا اور همارے مضمون کا
تعلق هندوستان کے کس علاقه سے کس وقت تک هے -

پنجاب	سنه ۴۱۴ ھ ۱۰۲۳ع
سندھه	سنه ۵۸۲ ھ ۱۱۸۶ع
دھلي ، قنوج ، اودھه ، بنارس	سنه ۵۸۹ ھ ۱۱۹۳ع
بہار و بنگال	سنه ۹۵—۵۹۳ ھ ۹۹—۱۱۹۵ع

دکن (دیوگیر)	سنہ ٦٩٣ھ ١٢٩٤ع
گجرات	سنہ ٦٩٧ھ ١٢٩٧ع
مہاراشٹر ، مدراس	سنہ ٧١٢ھ ١٣١٢ع

اس لئے عربوں اور ہندؤں کے باہمی تعلقات کی تشریح میں ہر صوبہ کے متعلق اس کے خیبر سے آنےوالی قوموں کے ہاتھوں سے مفتوح ہونے تک ہم اس کے حالات بیان کر سکتے ہیں -

ہندوستان اور عرب دنیا کے وہ ملک ہیں جو ایک حیثیت سے ہمسایہ اور پڑوسی کہے جاسکتے ہیں - ان دونوں کے بیچ صرف سمندر حائل ہے جس کی سطح پر ایسی وسیع اور لنبی چوڑی سڑکیں نکلی ہیں جو ایک ملک کو دوسرے سے باہم ملاتی ہیں - یہ دونوں ملک ایک سمندر کے دو آمنے سامنے کے خشکی کے کنارے ہیں - اس جل تھل سمندر کا ایک ہاتھہ اگر عربوں کے ارض حرم کا دامن تھامے ہے تو اس کا دوسرا ہاتھہ ہندؤں کے آریاورت کے قدم چھوتا ہے - دریا کنارے کے ملک فطرۃ تجارتی ہوتے ہیں - یہی پہلا رشتہ ہے جس نے ان دونوں قوموں کو باہم آشنا کیا - عرب تاجر ہزاروں برس پہلے سے ہندوستان کے ساحل تک آتے تھے اور یہاں کے بیوپار اور پیداوار کو مصر اور شام کے ذریعہ یورپ تک پہنچاتے تھے اور وہاں کے سامان کو ہندوستان ، جزائر ہند ، چین ، اور جاپان تک لےجاتے تھے -

عربوں کا راستہ یہ تھا کہ وہ مصر و شام کے شہروں سے چل کر خشکی خشکی بحر احمر (ریڈ سی) کے کنارے کنارے حجاز کو طے کر کے یمن تک پہنچتے تھے اور وہاں سے بادبانی کشتیوں پر بیٹھکر کچھہ تو افریقہ اور حبشہ کو چلے جاتے تھے اور کچھہ وھیں سے سمندر کے کنارے کنارے حضرموت، عمان، بحرین، اور عراق کے کناروں کو طے کرکے خلیج فارس کے ایرانی ساحلوں سے گذر کر یا تو بلوچستان کی بندرگاہ تیز میں اتر پڑتے تھے یا پھر آگے بڑھکر سندھہ کی بندرگاہ دیبل (کراچی) میں چلے آتے تھے، اور پھر اور آگے بڑھکر گجرات اور کاتھیاوار کی بندرگاہ تھانہ (بمبئی) کھمبایت چلے جاتے تھے - پھر آگے بڑھتے تھے اور سمندر سمندر کالی‌کٹ اور راس‌کماری پہنچتے تھے، اور پھر کبھی مدراس کے کسی کنارے پر ٹھہرتے تھے اور کبھی سراندیپ، انڈمان ہو کر پھر سیدھے مدراس کی مختلف بندرگاھوں پر چکر لگاتے ہوئے خلیج بنگال میں داخل ھوجاتے تھے، اور بنگال کی ایک دو بندرگاھوں کو دیکھتے ھوئے برھما اور سیام ھوکر چین چلے جاتے تھے اور پھر اسی راستہ سے لوٹ آتے تھے -

الغرض اس نقشہ سے معلوم ھوگا کہ ان کے جہازات ھندوستان کے تمام دریائی شہروں اور جزیروں میں برابر چکر لگایا کرتے تھے اور تاریخ کی یاد سے پہلے سے ان کی مسلسل آمد و رفت جاری تھی -

دنیا کی پہلی دریائی تاجر قوم کا نام فینیشین ھے - یہ یونانی نام ھے - عبرانی میں ان کا نام کنعانی ھے اور

آرامی بھی ان کو کہتے ہیں - اہل عرب ان کو آرم کہتے ہیں ، اور یہی نام قرآن پاک میں ہے عاد اِرم ذات العماد "بڑے بڑے ستونوں اور عمارتوں والے عاد اِرم" - اور اسی مناسبت سے عربی تخیل کے ذریعہ سے "بہشت ارم" ہماری زبان میں بھی بولتے ہیں -

یہ کون قوم تھی ؟ محققین کا بیان ہے کہ یہ عرب تھے جو ساحل بحرین کے پاس سے اُٹھکر شام کے ساحل پر جا بسے تھے - بحرین گویا مشرق میں مشرقی ملکوں کی بندرگاہ ان کی تھی ، اور تائر شام میں بحر روم (میڈیٹرینین سی) کے کنارہ ان کی مغربی بندرگاہ تھی جہاں سے وہ یونان کے جزیروں میں اور یورپ کے شہروں اور شمالی افریقہ کے کناروں تک چلے جاتے تھے - اور ادھر مشرق میں وہ ایران ، ہندوستان ، اور چین تک کی خبر لیتے تھے - اسی قوم کے ذریعہ سے یونان میں تہذیب و تمدن کا آغاز ہوا اور شمالی افریقہ کے کنارے کارتھج کی بنیاد پڑی - لیکن ان کے جو اثرات مشرقی ملکوں میں پڑے ان کا پورا اندازہ نہیں لگایا گیا ہے - یہ سب کو معلوم ہے کہ ہندوستان کی تمام تحریریں بلکہ تمام آرین تحریریں بائیں طرف سے لکھی جاتی ہیں - لیکن اس آریاورت کی ابتدائی تحریریں حیرت سے سنا جائے گا کہ سامی طرز تحریر کی طرح داہنی طرف سے شروع ہوتی تھیں - علاوہ اس کے گنتی کے لکھنے کا طریقہ بھی اسی تاجر قوم سے شاید سیکھا گیا تھا - انسائکلوپیڈیا برٹانیکا

(طبع ۱۱) کے مضمون سنسکرت کا لکھنےوالا یہاں کي ابتدائي تحرير کي تاريخ ان الفاظ ميں بيان کرتا هے -

"هندوستاني حروف کي ابتداء کا مسئلہ ابھي شکوک سے گھرا هوا هے - هندوستاني تحرير کے قديم‌ترين نمونے وہ کتبات هيں جو چٹانوں پر کندہ هيں - يہ پالي زبان (وہ پراکرت جو جنوبي بودهہ مذهبي تحريروں کے لئے استعمال کي جاتي تھي) کے وہ مذهبي احکام هيں جن کو سنہ ۱—۲۵۳ ق م ميں موريہ خاندان کے شہنشاہ اشوک نے کندہ کرايا تھا - اور يہ شمالي هند ميں، شمالي مغربي سرحد پر، پشاور کے مضافات، اور گجرات ميں گرنار سے ليکر مشرقي ساحل پر، کٹک کے ضلع ميں، جو گادہ اور دهولي تک پھيلے هوئے هيں انتہاے مغرب کے وہ کتبات جو کپوردا-گدهي يا شہباز گدهي اور منصورہ کے قرب و جوار ميں هيں دوسرے کتبات کے حروف تہجي سے بالکل جداگانہ حروف ميں لکھے گئے هيں - وہ داهني جانب سے بائيں جانب پڑھے جاتے هيں - ان کو عموماً "آرين پالی" کہا جاتا هے - يہ حروف يونانی اور ايرنيا کے هندی ستھين حکمرانوں کے سکوں ميں بھی استعمال کئے گئے هيں - رهے دوسرے حروف جو بائيں جانب سے داهني جانب پڑھے جاتے هيں "هندی پالی" حروف کہلاتے هيں - متذکرہ‌الذکر نے جن کو کھروشٹي (خروشتی) يا گندهارا (ليپی) حروف بھي کہا جاتا هے اور جو بظاهر کسي سامی (اور شايد آرامي) زبان سے ماخوذ هيں هندوستان کي بعد کي تحريروں ميں کوئي اثر نہيں چھوڑا هے - دوسری طرف هندی پالي (يا براهمي) حروف جن سے موجودہ هندوستاني حروف ماخوذ هيں بہت زيادہ مشکوک‌الاصل هيں - اور اگرچہ اشوک کے وقت تک اس خط نے بہت زيادہ ترقی کرلي تھي اور اس کو علمي مقاصد ميں حيرت انگيز طور پر استعمال کيا جانے لگا تھا تاهم اس کے بعض حروف کا قديم فينيقي حروف سے (جو شايد خود مصری هيروغليفي خط سے ماخوذ تھے) تشابہ يہ خيال پيدا کرتا هے کہ شايد يہ بھي سامی‌الاصل هوں - اس کے اپنے ملک ميں روشناس هونے کے وقت اور ذريعہ کا پتہ شايد اب کبھی بھي نہ چلے - بہر حال پروفيسر بولر (Prof. Buhler) نے يہ نظريہ پيش کيا هے کہ! شايد عراق کے تاجروں نے آٹھويں صدی ق م ميں ان حروف کو يہاں

روشناس کرایا ہو - تاہم موریہ اور اندھرا کتبات میں ان حروف نے جو مکمل شکل اختیار کرلی ھے اور جس وسیع حلقہ میں وہ پھیلے ہوئے ھیں ان چیزوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کے تسلیم کرنے میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجایش نہیں ھے کہ ہندوستان میں اشوک کے بہت پہلے فن کتابت کا مختلف اغراض و مقاصد کے لئے استعمال و رواج موجود تھا - یہ واقعہ کہ اس عہد کے ادبیات میں تحریر کا کہیں بھی ذکر نہیں ھے شاید اس بنا پر ہو کہ برھمن اپنی مقدس تصانیف کو ضبط تحریر میں لانا پسند نہیں کرتے تھے -

"اب رہا ہندوستان میں اعداد کا سوال تو عیسوی سنہ کے ابتدائی دور میں خروشتی کتبات میں جو طریقہ ھے وہ یہ ھے کہ ابتدائی تین عدد لکیروں کے ذریعہ سے ظاہر کئے جاتے ھیں - ۴ ایک جھکے ہوئے کراس (صلیب) کی طرح ھے - اور ۵—۹ تک اس طرح : ۴ (+) ۱ وغیرہ تا ۴ (+) ۴ (+) ۱ - اس کے علاوہ ۱۰ ، ۲۰ ، اور ۱۰۰ کے لئے خاص اعداد ھیں - اور باقی دھائیوں کو دس ملاکر یوں لکھا جاتا ھے - مثلاً ۵۰ = ۲۰ (+) ۲۰ (+) ۱۰ - اس طریقہ کے متعلق ثابت ہوچکا ھے کہ یہ سامی اور شاید ارامی ھے - براھمی کتبات میں چھٹی صدی عیسوی تک ایک دوسری قسم کے اعداد استعمال کئے گئے ھیں - ایک سے ۳ تک کے لئے آڑی لکیریں ھیں ، پھر ۴—۹ تک اکائیوں اور ۱۰ ، ۹۰ ، ۱۰۰ اور ۱۰۰۰ کے لئے خاص علامات ھیں - یہ طریقہ بہت ممکن ھے کہ مصر سے ماخوذ ہو اور کسور اعشاریہ کے لئے یہ طریقہ جو سب سے پہلے گجرات کے کتبہ میں ملتا ھے شاید یہیں کے منجمین یا ریاضی دانوں کی ایجاد ہو -"

لیکن اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ھے کہ مہابھارت کے زمانہ میں بھی ہندوستان میں ایسے لوگ تھے جو عربی زبان سے واقف تھے - گو مشکل سے اس کا یقین آسکتا ھے تاہم چونکہ ایک بڑے پنڈت نے اس کو مانا ھے اس لئے مجھے اس کے انکار کی جرات نہیں - "ستیارتھ پرکاش" کے مصنف سوامی دیانند جی نے گیارھویں سمولاس

(پہلا پرو، ادھیایہ ۱۴۷) میں لکھا ہے "کہ مہابھارت میں جب کورووں نے لاکھہ کا گھر بنا کر پانڈووں کو اس کے اندر جلا کر پھونک دینا چاہا تو ودرجي نے یدھشٹھر کو عربي زبان میں بتایا اور یدھشٹھر جی نے اسي عربی زبان میں ان کو جواب دیا" - اگر یہ بیان صحیح ھے تو عربوں اور ھندؤں کا رشتہ کتنا پرانا ثابت ھوتا ھے -

عربوں اور ھندؤں کے درمیان تعلقات کا ایک اور ذریعہ بھي تھا - اس کي صورت یہ تھي کہ شہنشاہ ایران کا قبضہ بلوچستان اور سندھہ پر اکثر رھا - اس قبضہ کے تعلق سے سندھہ کے بعض جنگجو قبیلوں کے فوجي دستے ایراني فوج میں داخل تھے - ان جنگجو قبیلوں میں سے دو کا ذکر عربوں نے کیا ھے اور وہ جات (زط) اور میڈ ھیں - یہ دونوں سندھہ کي مشہور قومیں تھیں - ایک حدیث میں ھے کہ عبداللہ بن مسعود صحابي نے آنحضرت صلعم کے ساتھہ ایک خاص شکل و صورت کے لوگوں کو دیکھا تھا جن کي نسبت انہوں نے یہ بتایا کہ "ان کا چہرہ جاتوں کي طرح تھا" (۱) - اس سے معلوم ھوگا کہ اھل عرب چھٹي صدی عیسوی میں بھي جاتوں سے واقف تھے - ایرانیوں کو جب شکست ھوئي تو یہ بہادر جات ھوا کا رخ دیکھکر چند شرطوں کے ساتھہ مسلمانوں کے لشکر سے آکر مل گئے - سپہ سالار اسلام نے ان کي بڑی عزت کي اور ان کو

---

(۱) ترمذي ابواب الامثال -

اپنے قبیلوں میں داخل کر لیا - حضرت علي نے جنگ جمل کے موقع پر بصرہ کا خزانہ انہیں جاٹوں کي نگراني میں چھوڑا تھا (۱) - امیر معاویہ نے ان کو رومیوں کے مقابلہ کے لئے شام کے ساحلي شہروں میں لے جا کر بسایا اور ولید بن عبدالملک نے اپنے زمانہ میں ان کو انطاکیہ میں لے جا کر آباد کیا (۲) -

لفظ ہند

مسلمانوں کي آمد سے پہلے اس پورے ملک کا کوئي ایک نام نہ تھا - ہر صوبہ کا نام الگ الگ تھا - باہر ریاست کا نام اس کي راجدھاني کے نام سے مشہور تھا - اہل فارس نے جب اس ملک کے ایک صوبہ پر قبضہ کیا تو اس دریا کا نام جس کو اب دریاے سندھ کہتے ہیں اور جس کا نام عربوں کي زبان میں مہران ہے ہندھو رکھا - پراني ایراني زبان اور سنسکرت میں س اور ہ آپس میں بدلا کرتے ہیں - اس کي متعدد مثالیں ہیں - اس لئے فارس والوں نے اس کو ہندھو کہکر پکارا - اور اس سے اس ملک کا نام ہند پڑ گیا - عربوں نے جو سندھ کے علاوہ اس ملک کے دوسرے شہروں سے بھي واقف تھے انہوں نے سندھ کو سندھ ہي کہا - لیکن اس کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے شہروں کو

---

(۱) تاریخ طبری -

(۲) بلاذري - ذکر اساورہ -

هند قرار دیا - اور آخر یہي نام تمام دنیا میں مختلف صورتوں میں پھیل گیا - اور ه کا حرف الف هو کر فرنچ میں اند اور انڈیا، اور اس کي مختلف صورتیں هو کر تمام دنیا میں مشہور هو گیا - اور خیبر سے آنے والي قوموں نے اس کا نام ” هندو استھان “ رکھا جو فارسي تلفظ میں ” هندوستان “ بولا جاتا ہے - یہ عجیب حیرت‌انگیز بات هے کہ ” هند “ کا لفظ عربوں کو ایسا پیارا معلوم هوا کہ انھوں نے ملک کے نام پر اپني عورتوں کا یہ نام رکھا - چنانچہ عربي شاعري میں یہ نام وہ حیثیت رکھتا ہے جو فارسي میں لیلیٰ اور شیرین کي ہے -

هندوستان پر عربوں کے حملے

الغرض یہ دوهرے تہرے تعلقات تھے جن کے سبب سے اسلام کے بعد عربوں کو هندوستان کي طرف توجہ هوئي اور انھوں نے ایران کي فتح کے بعد اس کي نوآبادیات اور دوسرے مقبوضات کو اپنے تصرف میں لانا ضروری سمجھا، اور اس طرح مکران اور بلوچستان کے بعد سندھ کي سرحد ان کے سامنے تھي - پھر ان کو اپنے تجارتي جہازوں کي حفاظت کے لئے هندوستان کے کسي ساحلي بندرگاہ کي تلاش تھي - چنانچہ حضرت عمر کے زمانۂ حکومت میں عرب جہازوں کے بیڑے کسي معقول بندرگاہ کے قبضہ کے لئے هندوستان کے سواحل پر منڈلانے لگے - آج بمبئي کا پر رونق شہر جہاں آباد ہے اسي کے قریب تھانہ (تانہ) جو اب

بھي موجود ہے چھوٹا سا بندر تھا - سب سے پہلے سنہ ۱۵ھ (سنہ ۶۳۶ع) میں اسي ‌‌بندرگاہ! پر عربوں نے بحرین کے گورنر کے حکم سے پہلا حملہ کیا - اس کے بعد بھروچ (بروص) پر فوج کشي کي - اور اسي زمانہ میں ایک دوسرے عرب مغیرہ نام نے دیبل پر جو سندھ کی بندرگاہ تھی اور جو تھتھہ یا موجودہ کراچي کے قریب تھا حملہ کیا - اس کے چند برس کے بعد حضرت عثمان کے زمانہ میں ایک دریائي دستہ ان بندرگاہوں کي دیکھہ بھال کرکے واپس چلا گیا - حضرت علي کے عہد میں سنہ ۳۹ھ (سنہ ۶۶۰ع) سے ایک عرب سردار باقاعدہ ان اطراف کي نگراني کرنے لگا - اور آخر وہ سنہ ۴۲ھ (سنہ ۶۶۳ع) میں مارا گیا - سنہ ۴۴ھ (سنہ ۶۶۵ع) میں امیر معاویہ نے مہلب نامي سردار کو سندھ کي سرحد کا نگراں بنا کر بھیجا اور اس کے بعد عربوں کي حکومت میں یہ ایک مستقل عہدہ قرار پا گیا -

سنہ ۸۶ھ (سنہ ۷۰۵ع) میں دمشق کے تخت شاھي پر جب ولید اُموی بیٹھا اور اس کي طرف سے حجاج عراق و ایران و مکران و بلوچستان یعني حکومت کے مشرقي مقبوضات کا نائب مقرر ھوا تو اس نے ھندوستان اور ھندوستان کے جزیروں کے ساتھہ اپنے تعلقات اور مضبوط کئے - عرب تاجر برابر آتے جاتے رھتے تھے مگر ساتھہ ھي ساتھہ ھندوستان کے اکثر ساحلوں سے بحری قزاق ان جہازوں پر ڈاکہ ڈالا کرتے تھے - چنانچہ البیروني کے زمانہ تک

(سنہ ۴۲۴ ھ) سومنات اور کچھہ بحری ڈاکوؤں کي سب سے بڑی جا پناہ تھي (۱) - بہر حال واقعہ یہ ھے کہ لنکا میں کچھہ عرب سوداگر تجارت کرتے تھے - ان کا وھاں انتقال ھو گیا - لنکا کے راجہ نے ان کي عورتوں اور بچوں کو ایک جہاز پر سوار کرکے عراق روانہ کیا - راستہ میں سندھہ کی بندرگاہ دیبل کے قریب ڈاکوؤں نے اس پر چھاپہ مارا اور عورتوں کو پکڑ لیا - ان عورتوں نے اس مصیبت کے وقت حجاج کی دھائی دي - حجاج کو جب اس کي خبر ھوئي تو اس نے سندھہ کے راجہ داھر کو لکھہ بھیجا کہ ان عورتوں کو حفاظت کے ساتھہ میرے پاس بھجوا دو - راجہ نے معذرت کي کہ یہ دریائي ڈاکوؤں کا کام ھے جو ھمارے قبضہ میں نہیں - عراق کے نائب نے اس معذرت کو قبول نہ کیا - اسي دوران میں یہ واقعہ بھي پیش آیا کہ مکران سے کچھہ عرب مجرم اور باغي بھاگ کر سندھہ میں پناہ گزیں ھوئے اور انھوں نے راجہ داھر کي ماتحتی میں اپنا ایک جتھا بنا لیا - اس واقعہ نے بھي حجاج کو مشتعل کیا - چنانچہ اس نے اپنے نوجوان بھتیجے محمد بن قاسم کي سرکردگي میں شیراز سے چھہ ھزار فوج سندھ روانہ کي اور کچھہ فوج مع سامان کے دریائي راستہ سے سندھہ کي طرف بھیجی اور اس کي کمک کے لئے ایران کے پرانے راستہ سے خشکي کي طرف سے بھي فوجیں بھیجیں -

---

(۱) کتاب الھند ص ۱۰۲ لندن -

سنه ۹۳ ھ میں محمد بن قاسم سندھه پهنچا اور تین برس کے عرصه میں چهوتے کشمیر کي سرحد ملتان سے (عرب پنجاب کو چهوتا کشمیر کهتے تهے) لیکر کَچهه تک اور ادهر مالوه کي سرحد تک قبضه کرلیا اور پورے سندهه میں اس نے نهایت عدل و انصاف اور امن کي سلطنت قائم کردی – راجه داهر کے ساتهه ملکر جن هندی سپاهیوں نے عربوں کا سب سے زیاده مقابله کیا ان کا نام بلاذری نے جس سنه ۲۵۵ھ (۸۵۵ع) میں اپني کتاب لکهي هے تکاکره بتایا هے جو "تهاکر" کي عربي جمع هے – سنه ۹۶ ھ میں ولید نے وفات پائي اور اس کي جگه تخت پر سلیمان بیتها – اس کو حجاج اور اس کے خاندان اور کارندوں کے ساتهه ذاتي عداوت تهي – اس لئے اس سال حجاج کے مقرر کرده دوسرے افسروں کے ساتهه محمد بن قاسم کو بهي اس نے سندهه سے واپس بلالیا اور بالاخر اپنے ذاتي انتقام کے نشه میں اس کو قتل کرا دیا – اس قتل کے اسباب میں راجه داهر کي دو بیتیوں کا افسانه ذکر کے قابل نهیں که اس کي تردید بارها هو چکي هے – بلکه یه واقعه یاد رکهنے کے قابل هے که جب قاسم سندهه سے واپس جانے لگا تو سندهه کي رعایا نے اپنے نیک‌دل اور عادل فاتح کي جدائي میں آنسو بهائے – اور اس کي یادگار میں اس کا بت بنا کر کهڑا کیا (۱) –

---

(۱) تاریخ فتوح البلدان بلاذری – باب فتح سندهه –

بہر حال اس کے بعد مختلف گورنر یہاں مقرر ہو کر آتے رہے - سنہ ۱۰۷ھ میں جنید گورنر ہوکر آیا - یہ بلندحوصلہ افسر تھا - اس نے سندھہ سے کَچھہ پر حملہ کیا - پہلے مرمد آیا اور یہاں سے مانڈل اور پھر دھبنج پہنچا - اور وہاں سے بھروچ کی بندرگاہ تک گیا اور اس کے ایک افسر نے اُجین (مالوہ) تک دھاوا کیا اور وہاں سے پھر سمید اور بھیلمال کو فتح کرتا ہوا گجرات پہنچا - اور وہاں سے پھر سندھہ واپس آ گیا - مگر یہ تمام فتوحات کی حیثیت ایک گذرجانے والی آندھی سے زیادہ نہیں - سنہ ۱۳۳ھ (سنہ ۷۵۱ع) میں عربی حکومت کے دفتر کا ورق الٹ گیا - امویوں کی جگہ عباسی آئے ، شام کی بجاے عراق سلطنت کا صوبہ قرار پایا ، اور حکومت کا مرکز دمشق سے ہٹ کر بغداد چلا گیا - اس انقلاب نے هندوستان کو عرب سلطنت کے مرکز سے بہت زیادہ قریب کر دیا - سنہ ۱۴۰ھ (سنہ ۷۵۹ع) میں هشام سندھہ کا گورنر ہوکر آیا - اس نے عمر بن جمل نام ایک افسر کو جہازوں کا ایک بیڑا دے کر گجرات بھیجا - وہ لوٹ مار کر چند روز میں ناکام واپس آگیا - اور آخر هشام نے خود ایک بیڑا لے کر بھروچ کے قریب گندھار پر قبضہ کیا ، اور یہاں اس نے اپنی فتح کی یادگار میں ایک مسجد بنوائی - یہ اس ملک گجرات میں اسلام کا پہلا قدم تھا اور سندھہ کے علاوہ هندوستان میں یہ پہلی مسجد تھی -

منصور کے بعد مہدی خلیفہ ہوا - اس کے حکم سے عبدالملک نے گجرات پر پھرا حملہ کیا اور سنہ ۱۶۰ھ

(سنہ ۷۷۸ع) میں باربد کو جس کا هندی نام بھاربھوت هے اور جو بھروچ کے قریب هے اس کو فتح کیا ، لیکن فوج میں اتفاقاً وبا پھوت گئی جس میں ایک هزار سپاهي مرگئے - اس سانحہ سے پریشان هوکر عرب اُلٹے پاؤں پھر گئے -

بغداد کي سلطنت معتصم باللہ عباسي تک جس کي وفات سنہ ۲۲۷ھ میں هوئي مضبوط رهي ' اور اس کے بعد روز بروز ایسي کمزور هوتي گئي کہ اس کا تعلق سندھہ اور هندوستان سے توت گیا - کچھہ دن تک عرب امراء یہاں خود مختار بنے رهے لیکن بالاخر هندو راجاؤں نے پھر قبضہ کرلیا - اور بعد کو صرف دو مشہور عرب ریاستیں یہاں قائم رہ گئیں جن میں ایک ملتان میں تھي اور دوسری سندھہ کے عربي شہر منصورہ میں - یہاں یہ واقعہ ذکر کے قابل هے کہ ان هندو راجاؤں نے بھي مسلمان رعایا کے ساتھہ رواداری کا برتاؤ کیا اور ان کي مسجدوں کو اسي طرح اپني جگہ پر برقرار رهنے دیا (۱) -

سندھیوں کي شکست کا راز

اس سے پہلے کہ آگے بڑھیں یہ معلوم کرنا هے کہ چند هزار عربوں کي فوج جو دور دراز راستوں سے آئي هو ایک هي حملہ میں اس ملک پر کیونکر قابض هو گئي - سندھیوں کي شکست بھي میرے نزدیک اسي ایک سبب کا نتیجہ هے

---

(۱) یہ تمام واقعات فتوح البلدان بلاذری میں هیں -

جس کے ذریعہ سے دنیا میں هر قوم دوسری قوم کي محکوم بنتي هے - عربوں کے بیانات سے یہ قطعي طور پر ثابت هوتا هے کہ اس وقت یعني پہلي صدی هجري کے آخر اور آتھویں صدی عیسوی کے اول میں سندھہ میں بودھہ مذهب کا رواج تھا - اهل عرب بودھوں کو سمنیہ کہتے تھے (اس لفظ پر آیندہ بحث هوگي) - تمام جغرافیہ نویسوں نے یہاں بدھہ (۱) نام ایک آبادی کا ذکر کیا هے جس کا صحیح نام چچنامہ میں بدھپور هے (۲) - پھر یہاں نو ویہار (۳) نام پرستشگاہ کا ذکر ملتا هے جو خاص بودھہ معبد کا نام هے - ان کے پجاری کا نام سمنیہ ملتا هے جو برهمنوں کے حریف تھے - الیٹ صاحب بھي اس دعویٰ میں کہ اس وقت سندھہ کا مذهب بودھہ تھا همارے هم آواز هیں - کہتے هیں :-

" چونکہ بودھہ مت سندھہ میں اس وقت مسلمہ طور پر رائج تھا جب مسلمانوں کو پہلے پہل هندوستاني قوم پرستي سے سابقہ پڑا - اس لئے لازمي طور پر اس نام (بد) کا ماخذ بودھہ هے نہ کہ فارسي لفظ بد (بت) جو غالباً خود بھي لفظ بودھہ کي محرف شکل هے - بہت سے آثار اس بات کے موجود هیں کہ بودھہ مت اس عہد میں وادی سندھہ میں پھیلا تھا - نہ صرف مخصوص طور پر چیني سیاحوں کے تذکرے اور ابن خردازبہ کا بیان اس کي تائید کرتا هے بلکہ عرب مصنفین کے چند ضمني اشارات و تلمیحات

---

(۱) بشاری مقدسي اور ابن حوقل ذکر سندھہ -

(۲) الیٹ جلد اول صفحہ ۱۳۸ -

(۳) ایضاً صفحہ ۱۰ -

بھي هيں جن ميں خاص طور پر کوئي تذکرہ برهمنوں اور بودھوں کا بحيثيت ايک دوسرے کے حريف هونے کے نہيں هے ' کيونکہ ان دونوں کا امتياز باهمي (خصوصاً طرز عبادت ' ايصال ثواب) قصص مذهبي عام طور پر اس قدر نازک هے کہ ناواقف اور مغرور بديسيوں کي توجہ مشکل سے ادهر منعطف هوسکتي تهي - چنانچہ جہاں کہيں پجاريوں کا تذکرہ هے عموماً ان کو "سمني" کہا گيا هے - سلطنت کا هاتھي سپيد هوتا تھا جو ايک نہايت معني خيز بات هے - ايک هزار برهمن (پجاري) جس نام سے کہ ان کا عربي کتابوں ميں تذکرہ هے اور جو چاهتے تھے کہ اپنے قديم مذهبي معتقدات اور رسم و رواج کو قائم رکھيں ان کو محمد بن قاسم نے خليفۂ وقت کي اجازت سے فرمان ديا تھا کہ وہ اپنے هاتھوں ميں کچکول ليکر هر صبح کو در بدر پھر کر اپني روزي حاصل کريں - اور يہ ايک مخصوص مذهبي رسم هے جو بودھہ پجاريوں ميں جاري هے - اور سب سے آخر يہ کہ مجسمے بنا کر يا کسي اور طور پر اپنے فاتحوں کي جسماني يادگار قائم کرنا ' يہ تمام امور بودھوں کے خصائص طبعي کي طرف اشارہ کرتے هيں نہ برهمنوں کي - ان اثباتي دلائل کے علاوہ منفي شہادت بھي اس امر سے هوتي هے ' کہ کوئي تذکرہ ستي ' جنيو ' گئو پوجا ' اشنان (يا نہان) ' هون ' پجاريوں کے هتھکنڈوں اور دوسرے پيشوايانہ تحکمات ' جوگيانہ نفس کشي ' يا ديگر رسوم و اعمال کا نہيں ملتا -"

سندھہ کي سب سے پہلي پراني اسلامي تاريخ جو عام طور پر چچ نامہ کے نام سے مشہور هے (اور جس کے دوسرے نام تاريخ الهند والسند اور منهاج المسالک هيں) کے مطالعہ سے پوري طرح واضح هوجاتا هے - سندھہ ميں بودھوں اور برهمنوں کے درميان اختلاف اور مخاصمت برپا تھي - اور ايسا معلوم هوتا هے کہ يہ دونوں مذهب بعض گھرانوں ميں اس طرح بھي پھيلے هوئے تھے کہ ايک هندو هے تو دوسرا بودھہ هے - اسي

بناپر سندهه کے راجاؤں کے حالات پڑهکر مجهے یه فیصله کرنا پڑا هے که راجه چچ هندو برهمن تها - اس نے چهوتے چهوتے بودهه راجاؤں کو لڑبهڑ کر متا دیا یا بانجگزار بنا لیا تها (١) - یه راجه چهٹي صدی عیسوی کے آخر میں سندهه میں فرمانروا تها - اس کے بعد راجه چندر اس کا بهائي راجه هوا - یه بودهه مت کا پر جوش پیرو تها اور جن لوگوں نے اپنا مذهب پہلے چهوڑ دیا تها ان کو بزور اس نے بودهه بنایا (٢) - هندو برهمنوں نے یه دیکهکر سر اُتهایا - ناچار وه معرکوں میں نکلا مگر کامیاب نهیں هوا - اس کے بعد چچ کا بیتا راجه داهر اس کي جگه بیتها - یه مجهے هندو برهمن معلوم هوتا هے -

تاریخ قیاسات سے یه اندازه هوتا هے که اس وقت جب مسلمان سندهه کي سرحد پر تهے ملک میں ان دونوں مذهبوں کے اندر جنگ برپا تهي اور بودهه برهمنوں کے مقابله میں اپنے کو بے دست و پا پاکر مسلمان کي طرف صلح و محبت کا هاتهه بڑها رهے هیں - هم دیکهتے هیں که عین اس وقت جب محمد بن قاسم کي فاتح فوج شهر نیروں میں پهنچتي هے تو وهاں کے باشندوں نے اپنے سمنیوں یعني بودهه پجاریوں کو پیش کیا اور معلوم هوا که " اِنهوں نے اپنے سفراء خاص عراق حجاج کے پاس بهیج کر

---

(١) چچ نامه الیت ج ١ ص ١۴٢ و ١٥٢ -
(٢) ایضاً ١٥٢ و ١٥٣ -

امان حاصل کر لی ھے " چنانچہ نیروں کے لوگوں نے محمد کا شاندار استقبال کیا - اس کے لئے رسد کا انتظام کیا اور اس کو اپنے شہر میں داخل کیا اور صلح کی پوری پابندی کی - اس کے بعد جب اسلامی فوج نہر سندھ کو عبور کرکے ھندوستان پہنچتی ھے تو پھر سمنیہ بودھ لوگ صلح کے قاصد بنتے ھیں (۱) - اسی طرح سیوستان میں ھوتا ھے کہ سمنی لوگ (بودھ) بچے رائے اپنے راجہ کو چھوڑ کر بخوشی مسلمانوں کا ساتھ دیتے ھیں اور ان کو بدل قبول کرتے ھیں - سندھ میں کاکا کوئی مشہور عقلمند اور سیاستداں تھا - جات رؤسا اس کے پاس جاکر مشورہ کرتے ھیں کہ کیا مسلمانوں کی فوج پر شبخون مارا جائے؟ وہ جواب میں کہتا ھے " اگر تم ایسا کر سکو تو بہتر ھے، مگر سنو ھمارے پنڈتوں اور جوگیوں نے جنتر دیکھکر یہ پیشینگوئی کردی تھی کہ اس ملک کو ایک دن مسلمان فتح کر لیں گے " - لوگ اس کی بات نہیں مانتے اور نقصان اُٹھاتے ھیں - کاکا نے کہا " تم خوب جانتے ھو کہ میرا ارادہ اور عزم مشہور ھے لیکن بودھوں کی کتابوں میں پیشینگوئی پہلے ھی لکھی جاچکی ھے کہ ھندوستان کو مسلمان فتح کر لیں گے - اور میں بھی یقین رکھتا ھوں کہ درحقیقت ایسا ھی ھونے والا ھے " - اس کے بعد کاکا محمد بن قاسم کے پاس چلا جاتا ھے اور جاتوں کے ارادہ سے اس کو آگاہ کرتا ھے

---

(۱) بلاذری ص ۴۳۷ و ۴۳۸ -

اور اپني کتابوں کی پیشینگوئي اس کو سناتا هے محمد بن قاسم اس کو بہ عزت تمام لیتا هے اور اس کو اور اس کے ساتھیوں کو انعام و اکرام اور خلعت سے سرفراز کرتا هے - اسي طرح راجہ داهر کے بہت سے مخالف افسر (غالباً بودهہ) خود آکر اطاعت کرتے هیں (۱) -

ایسا معلوم هوتا هے کہ سندهہ کے بودهوں نے ایک طرف مسلمانوں کو اور دوسری طرف برهمنوں کو تولا تو ان کو مسلمان بہتر نظر آئے - اور دوسری وجہ یہ هو سکتي هے کہ اس سے پہلے ترکستان و افغانستان کے بودهوں کے ساتھہ مسلمانوں نے جو حسن سلوک کیا اور ان لوگوں نے جس کثرت اور سرعت کے ساتھہ اسلام کو اختیار کیا اس کا اثر اِس ملک کے بودهوں پر بھي پڑا -

هندوستان کے عرب سیاح اور جغرافیہ نویس

اس وقت عربي زبان میں جغرافیہ کي سب سے پہلي کتاب جس میں هندوستان کا کچھہ حال ملتا هے وہ ابن خردازبہ (سنہ ۲۵۰ ھ) کي کتاب المسالک والممالک هے -

۱ - ابن خردازبہ سنہ ۲۵۰ ھ

یہ نویں صدی عیسوی میں معتمد خلیفہ عباسي کے زمانہ میں ڈاک اور خفیہ اطلاعات کے محکمہ کا افسر تھا -

---

(۱) چچ نامہ الیٹ ص ۱۰۶ -

اس لئے اس نے بغداد سے مختلف ملکوں کی مسافتوں اور آمد و رفت کے راستوں کی تشریح میں یہ کتاب لکھی ہے۔ اس میں اس نے ہندوستان کے بری اور بحری تجارتی راستوں کی تفصیل بیان کی ہے اور یہاں کی مختلف ذاتوں کا تذکرہ کیا ہے ۔ یہ گو خود ہندوستان نہیں آیا مگر اُس کے عام معلومات کی بنیاد بطلیموس کے جغرافیہ پر ہے اور خاص خاص معلومات اُس کے محکمہ کے سرکاری اطلاعات پر مبنی ہیں، اور تاجروں اور مسافروں سے اپنے عہدہ کی وجہ سے اُس کی ملاقاتیں برابر ہوتی رہتی تھیں ۔ اس لئے اُس کے یہ ذاتی معلومات گویا ایک ہندوستانی سیاح کے برابر تھے ۔ اس کی کتاب سنہ ۱۸۸۹ع میں مطبع بریل لیڈن میں دی غوجی (De Goeje) نے شائع کی ہے ۔

ابن خردابہ نے سندھ کے تحت میں جن شہروں کا ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب بلوچستان کے بعد سے لیکر گجرات تک سب کو سندھ سمجھتے تھے ۔ چنانچہ اس نے سندھ کے یہ شہر گنائے ہیں : قیقان، بنہ، مکران، مید، قندھار، قصدار، بوقان، قندابیل، قنزپور، ارمابیل، دیبل، قنبلی، کنبایاد، کھمبایت، سہبان، سدوسان، راسک، رور، ساوندری، ملتان، مندل، بیلمان، سرشت، کیرج، مرمد، قالی (کالی)، دھبنج، بروص، (بھروچ) ۔ (ص۵۵) ۔ پھر ہندوستان کے مشہور شہروں کے نام لئے ہیں : سامل، هورین (اجین)، قالون، قندهار (گندهارا)، قشمیر (کشمیر) ۔ (۶۸)

ابن خرداذبہ کہتا ہے کہ "هندوستان میں ۷ ذاتیں هیں : (۱) شاکشري (چھتری) - یہ اُس ملک کے شرفاء هیں - انهیں میں سے بادشاہ هوتے هیں ، اِن کو سب سجدہ کرتے هیں ، وہ کسی کو سجدہ نهیں کرتے - (۲) براهمہ (برهمن) - یہ شراب اور نشہ کي چیز نهیں پیتے - (۳) کستری (کهتری) - یہ تین پیالوں تک پي لیتے هیں - برهمن ان کی بیٹی لے لیتے هیں مگر ان کو دیتے نهیں - (۴) شودر - یہ کهیتي والے هیں - (۵) بیش (ویش) - یہ پیشوں والے هیں - (۶) شندال (چنڈال) - یہ کهلاڑی اور کلاونت هیں - اُن کي عورتیں خوبصورت هوتي هیں - اور (۷) ذنب (ڈوم) - یہ گاتے بجاتے هیں - هندوستان میں ۴۲ قسم کے مذهب جاري هیں - کوئي خدا اور رسول دونوں کو مانتا هے ، کوئی ایک کو مانتا هے ، کوئی کسي کو نهیں مانتا هے - ان کو اپنی جادوگری اور جنتر منتر پر بڑا ناز هے -" (ص ۷۱) -

۶ - سلیمان تاجر سنہ ۲۳۷ ھ

یہ سب سے پہلا عرب سیاح هے جس کا سفرنامہ هم تک پهنچا هے - سنہ ۱۸۴۵ع میں پیرس میں سلسلة التواریخ کے نام سے یہ چھپا هے - یہ ایک سوداگر تھا جو عراق کی بندرگاہ سے چین تک سفر کیا کرتا تھا - اور اس طرح یہ هندوستان کے پورے ساحل کا چکر لگایا کرتا تھا - اس نے اپنے یہ مختصر حالات سنہ ۲۳۷ ھ میں لکھے هیں جس کو آج قریب قریب گیارہ سو برس هوتے هیں -

یہ سب سے پہلا ماخذ ہے جس میں بحر ہند کا نام دریائے ہرکند ہم کو ملتا ہے اور پھر اسی نام سے اہل عرب نے اس کو یاد کیا ہے - ہرکند سمندر کے اُس حصہ کو کہتے تھے جو جنوبی ہند کے کناروں سے بہتا ہے - سلیمان کہتا ہے کہ "مشہور ہے کہ اس میں ۱۹ سو کے قریب جزیرے ہیں - ان جزیروں پر ایک عورت کی حکومت ہے - ان میں عنبر اور ناریل کے درختوں کی کثرت ہے - ایک جزیرہ دوسرے جزیرے سے دو تین فرسخ پر واقع ہے - یہاں کے لوگ بڑے صناع ہیں - یہ کرتہ دونوں آستینوں دامنوں اور گریبان کے ساتھہ بن لیتے ہیں اور اسی طرح جہاز بناتے ہیں - سب سے آخری جزیرہ کا نام سراندیپ ہے - اور ان میں سے ہر جزیرہ کا نام دیپ ہے - اسی سراندیپ میں حضرت آدم کا نقش پا ہے - ان سب سے پیچھے جزیرہ انڈمان ہے - یہاں کے لوگ وحشي ہیں ، بد صورت اور کالے ہوتے ہیں - گھونگریلے بال ، ڈراونے چہرے ، لمبے پاؤں ، ننگ‌دھڑنگ ، آدمي کو زندہ پکڑ کر کھا جاتے ہیں - خیریت ہے کہ اُن کے پاس کشتیاں نہیں ہیں ، ورنہ ادھر سے جہازوں کا گزرنا مشکل ہوتا " - جنوبي ہند کے بعض ساحلوں کے متعلق لکھتا ہے کہ " وہ صرف ایک لنگوٹي باندھتے ہیں " -

اس نے ایک عجیب بات یہ نقل کي ہے جس سے اس زمانہ کے لوگوں کي تنقیدی نظر تمام دنیا کے متعلق معلوم ہوتی ہے کہ " اہل ہند اور اہل چین کا متفقہ بیان ہے کہ دنیا میں صرف چار بادشاہ ہیں - سب سے اول

عرب کا بادشاہ، یہ شہنشاہ اور تمام بادشاہوں کا بادشاہ سب سے دولتمند ہے اور ایک بڑے مذہب کا بادشاہ ہے - پھر چین کے بادشاہ کا نمبر ہے - پھر روم کے بادشاہ کا - پھر ہندوستان کے راجہ بلہرا (ولبھہ رائے گجرات کا راجہ) کا "-

اس نے ہندوستان کے سواحل کے ۴ بادشاہوں کا ذکر کیا ہے جن میں پہلا نام راجہ بلہرا کا ہے - " جو سب راجاؤں کا راجہ ہے - اس کے فوجی وظیفوں کا نظام عربوں کی طرح ہے - اس کے سکے بھی ہیں - اس پر راجہ کا سنہ راجہ کی مسندنشینی سے شروع ہوتا ہے - ہندوستان کے سب راجاؤں سے زیادہ یہاں کے راجہ عربوں سے محبت رکھتے ہیں - ان کا اعتقاد ہے کہ اسی لئے ان کے راجاؤں کی عمریں بڑی ہوتی ہیں - ۵۰، ۵۰ برس تک وہ راج کرتے ہیں - ان کے ملک کا نام کمکم (کوکن) ہے " جو سمندر کے کنارے ہے - آس پاس کے راجاؤں سے اس کی لڑائیاں رہا کرتی ہیں " - لفظ بلہرا کی اصلیت پر ابتدائی محققوں میں کچھہ اختلافات رہے مگر اب یہ بہ تحقیق ثابت ہو گیا ہے کہ بلہرا در اصل ولبھہ رائے کی خرابی ہے اور کمکم کوکن کی بگڑی ہوئی شکل ہے - ولبھہ رائے کا خاندان یہاں مدتوں تک حکمراں رہا ہے -

ولبھہ رائے کے بعد جزر کے بادشاہ کا ذکر ہے - جزر، اصل میں گجر ہے - گوجر راجہ گجرات کے راجہ تھے - کہتا ہے کہ " اس راجہ کے پاس فوجیں بہت ہیں، اُس کے پاس جیسے گھوڑے ہیں ویسے کسی راجہ کے پاس نہیں - لیکن

یہ عربوں کا سخت دشمن ہے - اس کا ملک بھی سمندر کے دھانے پر ہے - اس کے پاس مویشي جانور بہت ہیں - ہندوستان کے تمام ملکوں میں سے سب سے زیادہ یہ ملک چوری سے محفوظ ہے" -

"اس کے بعد طافن کا بادشاہ ہے - اس کا ملک بہت تھوڑا ہے - یہاں کي عورتیں بہت خوبصورت ہیں - یہاں کا راجہ سب سے صلح رکھتا ہے اور عربوں سے محبت رکھتا ہے -" لفظ طافن کي اصلیت میں یورپین محققوں کا اختلاف ہے - یہ لفظ طافن کے بجائے طاقن بھي بعض نسخوں میں ملا ہے - اس کو بعضوں نے موجودہ اورنگ‌آباد دکن کے قریب بتایا ہے - بعض اس کو کشمیر کے پاس لے گئے ہیں، لیکن میرے نزدیک یہ طاقن لفظ ہے اور یہ دکھن کي خرابي ہے -

"اس کے بعد رھمي کا راجہ ہے جس کے پاس راجہ بلھرا اور دوسرے راجاؤں سے زیادہ فوج ہے - اس کی فوج کے ساتھ پچاس ہزار ہاتھی ہوتے ہیں - اس کے ملک میں ایسے سوتي کپڑے ہوتے ہیں جو کہیں اور جگہ نہیں ہوتے" - کپڑوں کي تعریف کي بناپر سمجھا جاتا ہے کہ یہ ڈھاکہ کے قریب کسي رامہ نام راجہ کي حکومت تھي -

اس نے ہندوستان کے بہت سے قوانین بھي لکھے ہیں - مثلاً یہ کہ "جب ایک دوسرے پر کوئي دعوی کرتا ہے تو ملزم کے سامنے لوھا گرم کر کے رکھا جاتا ہے - اور اس کے

ہاتھہ پر پان کے سات پتے رکھکر لوہا رکھہ دیا جاتا ہے اور وہ اس کو لیکر آگے پیچھے چلتا ہے - پھر وہ اس لوہے کو گرا دیتا ہے اور اس کے ہاتھہ کو کھال کی ایک تھیلی میں رکھکر بادشاہی مہر اس پر کردی جاتی ہے - تین دن کے بعد دھان لاکر اس کو دئے جاتے ہیں کہ وہ ان کو چھیل کر چاول نکالے - تو اگر اس کے ہاتھہ پر اثر نہیں ہوتا تو وہ سچا سمجھا جاتا ہے اور مدعی پر جرمانہ کر کے خزانہ شاہی میں داخل کیا جاتا ہے - کبھی گرم لوہے کے بجائے لوہے یا تانبے کے برتن میں پانی گرم کیا جاتا ہے اور اس میں ایک لوہے کی انگوٹھی چھوڑ دی جاتی ہے اور اس کو کہا جاتا ہے ، کہ ہاتھہ ڈالکر انگوٹھی اُس میں سے نکال لے " - سلیمان کہتا ہے کہ " میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہاتھہ بالکل صحیح و سالم نکل آئے " - یہ بھی کہتا ہے کہ " یہاں مردے جلائے جاتے ہیں - صندل ، کافور اور زعفران اس میں ڈالتے ہیں اور راکھہ اُس کی ہوا میں اُڑا دیتے ہیں - یہاں یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب راجہ مرتا ہے تو اس کے ساتھہ اُس کی سب رانیاں بھی جل کر ستی ہو جاتی ہیں - لیکن یہ صرف خواہش پر موقوف ہے کوئی جبر نہیں ہے " - (٥٠)

یہ بھی وہ بیان کرتا ہے کہ " یہاں سلطنت موروثی ہے اُن کے ولی‌عہد ہوتے ہیں - اسی طرح یہاں جو دوسرے عہدے اور پیشے ہیں وہ بھی موروثی ہیں - اور یہاں کے کل راجہ مل کر ایک بڑے راجہ کے ماتحت نہیں بلکہ

هر ایک کا راج علحدہ علحدہ ہے - کوئي کسي کے ماتحت نہیں - لیکن ولبھہ رائے (بلھرا) سب راجاؤں میں بڑا ہے" - (۵۱)

"یہاں شادی بیاہ سے پہلے لڑکا اور لڑکي والے پہلے پیام و سلام کرتے ہیں - پھر تحفہ تحائف بھیجتے ہیں - اور شادي میں خوب ڈھول ، جھانجھہ بجاتے ہیں - اور جسقدر ممکن ہو دان دیتے ہیں" - (۵۳) - تمام ہند میں بدکاري کي سزا دونوں ملزموں کا قتل ہے - اسی طرح چوری کي سزا بھي قتل ہے - ہندوستان میں اس کا طریقہ یہ ہے کہ چور کو ایک نوکیلي مخروطی لکڑی پر بٹھاتے ہیں - اور وہ لکڑي نیچے سے حلق تک چلی آتي ہے" - (۵۴)

آج یہ سن کر تعجب ہوگا کہ ہندوستان میں لوگ کبھي لمبي لمبي ڈاڑھیاں بھي رکھتے تھے - ہمارے سیاح کا بیان ہے کہ "یہاں میں نے تین تین ہاتھہ کي ڈاڑھیاں ! دیکھیں" - (۵۵) - "جب کوئي مرتا ہے تو اس کے عزیز ڈاڑھي اور مونچھہ کا بھدر کراتے ہیں - جب کوئي قید کیا جاتا ہے تو ۷ دن تک اس کو کھانا پاني نہیں دیتے - یہاں ہندو جج بیٹھہ کر مقدمات فیصل کرتے ہیں - ڈاکو کی سزا بھی قتل ہے - جانور کو ذبح کرکے نہیں بلکہ اس کو کسی چیز سے مار کر کھاتے ہیں - اہل ہندو دوپہر کے کھانے سے پہلے نہاتے ہیں ، مسواک کرتے ہیں ، بے مسواک کئے نہیں کھاتے" - (۵٦) - ایک عرب

کے لئے سب سے تعجب کي بات ھے کہ کسي ملک میں چھوھارا نہ ھو - ھمارے عرب سیاح کو بھي یہي تعجب ھے - کہتا ھے کہ " ہندوستان میں چھوھارے کا درخت نہیں اور سب پھل ھیں - اور ایک پھل ایسا ان کے پاس ھے جو ھمارے یہاں نہیں - " (٥٦) - ھو نہ ھو یہ آم ھوگا - ھندوستان میں انگور بھي نہیں - انار البتہ ھیں - ھمارے تکلف‌پسند سیاح کو اس پر تعجب ھے کہ " ھندوستان میں زمین پر فرش بچھانے کا رواج نہیں " (٥٤) - " بیوي رکھنے کي تعداد بھي یہاں مقرر نہیں - جتني چاھے رکھے " - " ان کی غذا چاول ھے " - (٥٤) - " چین کے مذھب کي اصل ھندوستان ھي سے ھے - بودھوں کے مجسمے پوجتے ھیں - طب ' نجوم اور فلسفہ ھندوستان میں ھے " - (٥٧) - " جانوروں میں یہاں گھوڑے کم ھیں " - (٥٧) -

چین ھندوستان سے زیادہ صاف ستھرا ملک ھے - دونوں ملکوں میں بڑے بڑے دریا ھیں - ھندوستان میں جنگل بہت ھیں اور چین پورا آباد ھے - اھل ھند کا لباس یہ ھے کہ ایک کپڑا کمر سے باندھتے ھیں اور دوسرا اوپر ڈال لیتے ھیں - مرد اور عورت سب سونے اور جواھرات کے زیور پہنتے ھیں " -

٣ - ابوزید حسن سیرافي سنہ ٢٦٤ ھ

سیراف خلیج فارس کی مشہور بندرگاہ تھي - ابوزید یہیں کا رھنے والا تھا - سنہ ٢٦٤ ھ کا سنہ اس کي کتاب

میں ملتا ہے - اور مسعودی سیاح سنہ ۳۰۰ھ میں سیراف میں اس سے ملا تھا - یہ بھی ایک عرب تاجر تھا - اس نے سلیمان تاجر کے سفرنامہ کو پڑھکر اس کے ۲۵، ۳۰ برس کے بعد اس کا تکملہ لکھا ہے - وہ بھی سیراف اور ہندوستان اور چین کے درمیان دریائی تجارتی سفر کیا کرتا تھا - وہ لکھتا ہے کہ "ہمارے زمانہ میں چین کے سیاسی انقلابات کے سبب سے وہاں سے اب لوگوں کے تجارتی کاروبار بند ہو گئے ہیں" - اس نے دعوی کیا ہے کہ "میں پہلا شخص ہوں جس نے یہ دریافت کیا کہ ہندوستان اور چین کا سمندر اوپر سے پھر کر بحر متوسط (میڈیٹرینین) میں مل گیا ہے" - (۸۸) - یہ سب سے پہلا عرب سیاح ہے جو جاوہ کے بادشاہ مہراج کا ذکر کرتا ہے اور اس کے مقابل میں ملک قمار (راس کماری) کا نام لیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہاں کا راجہ مہراج کا ماتحت ہے اور یہاں بدکاری اور شراب دونوں منع ہیں - یہاں ان کا نام و نشان نہیں - (۹۴) - ہندوستان اور چین دونوں جگہ تناسخ کا عام اعتقاد اتنا پختہ ہے کہ لوگ جان دے دینا معمولی کام سمجھتے ہیں - (۱۰۱) - اور کہتا ہے کہ وابھہ رائے اور دوسرے راجاؤں میں کوئی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جان بوجھہ کر اپنے کو آگ میں جلا ڈالتے ہیں - (۱۱۵) - یہاں راجہ بناتے وقت یہ کرتے ہیں کہ راجہ کے باورچی‌خانہ میں چاول پکائے جاتے ہیں اور تین سو چار سو آدمی اپنی خوشی سے آتے ہیں - راجہ کے

سامنے ایک پتے پر یہ چاول رکھہ دئے جاتے ھیں - راجہ اس میں سے ذرا سا اٹھا کر کھاتا ھے - پھر ایک ایک آدمي راجہ کے سامنے جاتا ھے - راجہ ان کو تھوڑے تھوڑے چاول اپنے سامنے سے دیتا جاتا ھے - یہ کل آدمي راجہ کے ساتھی ھوتے ھیں - جب راجہ مرتا ھے تو یہ سب بھی اس کے ساتھ اس دن آگ میں جل جاتے ھیں - اس قسم کے متعدد واقع ھمارے سیاح نے بیان کئے ھیں - وہ یہ بھي کہتا ھے کہ " یہاں بارش زیادہ ھوتي ھے - اور اسي پر یہاں کي کھیتي کا مدار ھے " - (۱۲۶) - پھر وہ بھکشو یعني بودھہ فقیروں کا ذکر کرتا ھے جو ننگے بدن سر اور بدن کے بال بڑھائے اور ناخن بڑھائے گلوں میں انساني کھوپڑیوں کا مالا پہنے - دیس دیس پھرتے رھتے ھیں - جب ان کو بھوک لگتي ھے تو کسي کے دروازے پر کھڑے ھو جاتے ھیں " - (۱۲۹) - ساتھہ ھي اُس نے جنوبي ھند کي دیوداسیوں کا بھي تذکرہ کیا ھے (۱۲۹) - اس کے بعد ملتان کے مشہور بت کا حال لکھا ھے ' پھر ناریل والے ملک کا ذکر کرتا ھے اور اس کی تجارت کا حال بیان کرتا ھے اور آخر میں کہتا ھے کہ " ھندوستان کے راجہ کانوں میں سونے کے بالے جن میں بڑے بڑے قیمتي موتي ھوتے ھیں پہنتے ھیں ' اور گلے میں مالا پہنتے ھیں - جن میں بیش قیمت جواھرات ھوتے ھیں - اور یہي موتي اور جواھرات ان کی دولت اور خزانہ ھیں اور اسی طرح درجہ بدرجہ فوجوں کے سپہ‌سالار اور افسر بھي اسي قسم کے زیور پہنتے ھیں -

یہاں امیر لوگ آدمي کي گردن پر سوار ہوتے ہیں - اس کے ہاتھہ میں چترہ (چھتر) ہوتا ہے - جس میں مور کے پر لگے ہوتے ہیں " (۱۳۵) -

اس سیاح کو یہ دیکھہ کر تعجب ہوتا ہے کہ یہاں دو آدمي بھي ایک ساتھہ مل کر نہیں کھاتے ' اور نہ ایک دسترخوان پر کھاتے ہیں ' اور اس کو برا عیب سمجھتے ہیں - راجاؤں اور امیروں کے یہاں یہ دستور ہے کہ ناریل کی چھال کا تھالي سا کوئی برتن روز بنتا ہے اور وہ ہر ایک کے سامنے رکھا جاتا ہے - کھانے کے بعد جھوٹا کھانا مع اس چھال کی تھالی کے پھینک دیا جاتا ہے " (۱۶۴) - وہ یہ بھي شہادت دیتا ہے کہ " یہاں کے اکثر راجا اپنی رانیوں کو پردہ نہیں کراتے ' جو بھي ان کے دربار میں جائے وہ ان کو دیکھہ سکتا ہے " (۱۶۷) -

۴ - ابودلف مسعر بن مہلہل ینبوعي سنہ ۳۳۱ ھ

یہ بڑا عرب سیاح ہے - اس کا زمانہ سنہ ۳۳۱ ھ سے سنہ ۳۷۷ ھ تک یقیناً ثابت ہے - یہ بغداد سے ترکستان آیا اور شاہ بخارا ' نصر ساماني المتوفي سنہ ۳۳۱ ھ سے ملا - وہاں سے ایک چیني سفیر کے ساتھہ چین روانہ ہو گیا - پھر چین سے نکل کر ترکستان ' کابل ' تبت ' اور کشمیر ہو کر ملتان ' سندھہ اور ہندوستان کے جنوبي سواحل (کولم) تک پہنچا - اس کي کتاب کا کچھہ ٹکڑا برلن میں سنہ ۱۸۴۵ع میں لاطیني ترجمہ کے ساتھہ چھپا ہے مگر میري نظر سے نہیں گذرا ہے - البتہ کچھہ اس کے

خلاصے ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں اور یاقوت نے معجم البلدان میں اور قزوینی نے آثارالبلاد میں دئے ہیں، وہ دیکھے ہیں - اس نے ملتان کے بت‌خانہ کا مفصل تذکرہ کیا ہے - اسی طرح مدراس کی پیداوار اور مصنوعات کا ذکر کیا ہے - غالباً یہ پہلا عرب سیاح ہے جو ہندوستان میں خشکی کے راستے سے داخل ہوا -

۵ - بزرگ بن شہر یار سنہ ۳۰۰ ھ

یہ ایک جہازراں تھا جو اپنے جہازات عراق کی بندرگاہ سے ہندوستان کے ساحلوں اور جزیروں سے لے کر چین اور جاپان تک لے جاتا اور لے آتا تھا - اس نے عجائب‌الہند کے نام سے اپنے اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے دریائی مشاہدات عربی میں قلمبند کئے ہیں جن میں جنوبی ہند اور گجرات کے متفرق واقعات ملتے ہیں - ان میں سب سے اہم واقعہ ایک ہندو راجہ کا قرآن کا ہندی میں ترجمہ کراکر سننا ہے - اس نے ہندوستان کے شہروں میں سے کولم، کلہ، کشمیر زیرین (پنجاب)، صیمور (چیمور)، سوبارہ، تھتھہ، تھانہ، مانکیر (مہانگر ولبھہ رائے کی راجدھانی) اور سیلون کا نام لیا ہے - یہاں کے جوگیوں ان کی ریاضتوں، اور اپنے آپ کو مار ڈالنے اور جلا ڈالنے کے بہت سے قصے لکھے ہیں - اس کتاب میں عجیب بات یہ ہے کہ جابجا تاجروں اور سوداگروں کے لئے بنیانیہ کا لفظ استعمال کیا ہے جو صریحاً ہندی لفظ بنیا ہے - اس زمانہ میں

چھوٹی کشتی کو عرب ملاح بارجہ کہتے تھے - یہ لفظ ہندی لفظ "بیڑا" ہے - اس کی عربی جمع بوارج ہے - مگر اس کتاب میں بوارج کا لفظ دریائی ڈاکوؤں کے لئے بھی بار بار بولا گیا ہے - ہندول ڈولي اور ڈولہ کے معني میں اور بلنج پلنگ کے معني میں اس میں استعمال ہوا ہے - ہندوؤں کے چھوت چھات کا بھي اس میں ذکر ہے - (۱۱۸) -

کتاب سنہ ۱۸۸۶ع میں لیڈن میں چھپي ہے - اس کا فرنچ ترجمہ تو اسي کے ساتھہ شائع ہوا ہے مگر انگریزی ابھی اسی مہینہ میں چھپ کر نکلا ہے -

۶ - مسعودي سنہ ۳۰۳ ھ

مسعودی جس کا نام ابوالحسن علي تھا ایک بلند پایہ مؤرخ ' جغرافیہ‌نویس اور سیاح کی حیثیت سے مشہور ہے - اس نے اپنی عمر کے پچیس برس سیر و سیاحت میں بسر کئے - اس نے اپنے وطن بغداد سے سفر شروع کیا اور عراق و شام و آرمینیا ' روم (ایشیائے کوچک) ' افریقہ ' سودان ' زنگ کے علاوہ چین ' تبت ' ہندوستان اور سراندیپ کا سفر کیا - اور تري میں اس نے ہندوستان ' چین ' عرب ' حبش ' فارس' روم کے دریاؤں کی سیر کی - اس کی متعدد ضخیم کتابوں میں سے صرف دو تاریخی کتابیں موجود ہیں ' ایک کتاب التنبیہ و الاشراف ہے جو مختصر ہے ' دوسری اس سے بڑی ہے اس کا نام "مروج الذہب و معادن الجوہر" ہے - یہ دوسری کتاب زیادہ پرمعلومات ہے - یہ گویا اسلام کی تاریخ ہے - مگر اس کے مقدمہ میں

تمام دنیا کی قوموں کی اجمالی تاریخ ہے ، منجملہ اس کے ہندوستان بھی ہے - اس نے دریاؤں کے حالات بہت مفصل لکھے ہیں - اس کے بیان سے یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ جس طرح آج جہازراں کمپنیوں اور ان کے جہازات کے نام ہوتے ہیں اسی طرح جہازوں کے مالکوں کی نسبت سے بھائیوں اور بیٹوں اینڈ برادرس اینڈ سنز کے طریقہ سے ان جہازوں کے نام بھی رکھے جاتے تھے جو بحر ہند میں آتے جاتے تھے - اس نے سب سے پہلے دریائے رائد (راوی) اور گنگ کا اور پنجاب کے پانچوں دریاؤں کا بار بار نام لیا ہے (۳۷۲) ، اور یہ بتایا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کہاں کہاں سے نکلا ہے - قنوج جو مشہور قنوج کے علاوہ سندھ میں واقع تھا اور جس کے راجہ بوورہ کے نام سے مشہور تھے اس کا ذکر کیا ہے اور اس کا موقع بتایا ہے - یہ لکھا ہے کہ " تبت کے پہاڑوں سے زیادہ بڑے پہاڑ نہیں دیکھے " - (۳۸۹) - ان پہاڑوں سے ظاہر ہے کہ کوہ ہمالیہ مراد ہے - یہ بھی لکھا ہے کہ " ہندوستان میں بہت سی بولیاں بولی جاتی ہیں " (۳۸۱ - ۱۶۳) - عجیب بات یہ ہے کہ اس نے قندھار کو رہبوط (راجپوتوں) کا ملک بتایا ہے (۳۷۲) - کھنبایت میں وہ سنہ ۳۰۳ ھ میں پہنچا تھا - وہ اس وقت راجہ ولبھہ رائے کے ماتحت ایک برہمن بنیا (؟) کے زیر حکومت تھا - (۲۵۴) - ملتان سنہ ۳۰۰ ھ کے بعد اپنا پہنچنا وہ ظاہر کرتا ہے اور وہاں کے مسلمان عرب بادشاہ اور وزراء کے نام بتاتا ہے - (۳۷۶)

مسعودي نے اپني کتاب مروج الذهب سنه ۳۳۲ ھ میں سیر و سیاحت ختم کرنے کے بعد لکھي ھے - پیرس میں نو جلدوں میں یه کتاب فرنچ ترجمه کے ساتھه شائع هوئي اور مصر میں کئی دفعه شائع هو چکي ھے -

۷ - اصطخري سنه ۳۴۰ ھ

ابو اسحاق ابراهیم بن محمد فارسي مشہور اصطخری کے نام سے ھے - بغداد کے محله کرخ کا رهنےوالا تها - بہت بڑا سیاح تها - ایشیا کے اکثر ملکوں کي سیاحت کی تھی - جغرافیه میں اس کی دو کتابیں هیں کتاب الاقالیم اور کتاب مسالک الممالک - پہلي کتاب سنه ۱۸۳۹ع میں گوتها میں اور دوسری کتاب سنه ۱۸۷۰ع میں لیڈن میں چھپی ھے - اس میں عرب اور ایران کے بعد ماوراء النهر ، کابلستان ، سندهه اور هندوستان کا ذکر ھے - بحر هند کا جس کو وہ بحر فارس کہتا ھے مفصل تذکرہ کیاً ھے - وہ هندوستان سنه ۳۴۰ ھ (سنه ۹۵۱ ع) میں آیا تها - وہ اپنے همعصر سیاح ابن حوقل سے یہیں ملا تها - اس نے بھی ولبھه رائے کے شہر مہانگر کا تذکرہ کیا ھے - لیکن معلوم هوتا ھے که اس سلطنت کے ٹکڑے هو چکے تھے - لکھتا ھے که اس کے ماتحت بہت سے راجه هیں - اس کے علاوہ ملتان ، منصورہ ، سمند ، الور ، دریائے سندهه کا ذکر کیا ھے - اس کا کارنامه صرف ملکوں کا حال لکھنا نہیں بلکه دنیا کا نقشه تیار کرنا ھے جس میں سندهه کا نقشه بھی ھے -

۸ - ابن حوقل سنہ ۳۳۱ ھ (سنہ ۹۴۳ ع) سنہ ۳۵۸ ھ (سنہ ۹۷۹ ع)

یہ بغداد کا ایک تاجر تھا - سنہ ۳۳۱ ھ مطابق سنہ ۹۴۳ع کو اس نے بغداد چھوڑا ، اور یورپ ، افریقہ اور ایشیا کے ملکوں کا سفر کیا - اسپین اور سسلی سے لے کر ہندوستان تک کی زمین اس نے چھان ماری - اس نے بھی ملکوں کے نقشے تیار کئے مگر افسوس ہے کہ اس کے مطبوعہ نسخہ میں یہ نقشے نہیں دئے ہیں - مگر الیٹ صاحب نے اس کا ایک قلمی ناقص نسخہ شاہ اودھ کے کتب خانہ میں دیکھا تھا - اس نسخہ سے انہوں نے اپنی کتاب میں سندھ کا وہ نقشہ لگا دیا ہے جو ان کو ابن حوقل کے اس قلمی نسخہ میں ملا تھا - یہ نقشہ غلط سلط ہونے پر بھی غالباً ہندوستان کے کسی صوبہ کا پہلا جغرافی نقشہ ہے جو دنیا میں تیار ہوا - اس نقشہ میں گجرات سے لے کر سیستان تک کی آبادیوں کا محل وقوع دکھایا ہے - یہ پہلا عرب سیاح اور جغرافیہ نویس ہے جس کی کتاب میں ہندوستان کی پوری لمبائی چوڑائی بتانے کی کوشش کی گئی ہے - کہتا ہے "ہندوستان کے ملک میں سندھ ، کشمیر اور تبت کا حصہ داخل ہے" (۹) - "ہندوستان کی سر زمین کے پورب فارس کا دریا ہے اور اس کے پچھم اور دکھن اسلامی ملک ہیں اور اس کے اُتر میں چین ہے" (۱۱) - "ہندوستان کی سرزمین کی لمبائی مکران سے منصورہ ، بدھ اور تمام صوبہ سندھ سے

لے کر یہاں تک کہ قنوج تک ختم ہو ' پھر اس سے آگے بڑھکر تبت تک چار مہینوں کا راستہ ہے ' چوڑائی فارس کے دریا سے لے کر قنوج تک تین مہینوں کا راستہ ہے " - یہ بیان کتنا ہي ناقص ہو مگر ہندوستان کي حدبندی کي یہ پہلی کوشش ہے -

۹ - بشاري مقدسی سنہ ۳۷۵ ھ

شمس‌الدین محمد بن احمد بشاري شام کے ملک میں بیت‌المقدس کا رہنے والا تھا - اس نے اپني کتاب سنہ ۳۷۵ ھ میں ختم کي ہے - اس نے صرف اپنے زمانہ کی دنیائے اسلام کا سفر کیا ' ہندوستان بھي آیا مگر سندھ سے آگے نہیں بڑھا - اس کي کتاب کي خاص خصوصیت ملکوں کے نقشے تھے مگر وہ مطبوعہ کتاب میں نہیں - اس کي کتاب کا نام " احسن التقاسیم فی معرفة الاقالیم " ہے - کتاب کا آخري باب سندھ پر ہے - ہمارے سامنے اس کا وہ نسخہ ہے جو دوسری دفعہ سنہ ۱۹۰۶ع میں لیڈن میں چھپا ہے -

مقدسی کی کتاب کی ایک اور خاص بات ہے کہ اس نے ملک کی تقسیم صوبوں پر اور صوبوں کي شہروں پر کی ہے پھر ہر ایک کا علحدہ علحدہ ذکر کیا ہے اور ہر جگہ کي تجارت ' پیداوار ' صنعت ' مذاهب اور سکون کا حال لکھا ہے - اس لئے اس کتاب کو خاص اهمیت حاصل ہے - اس طرح سندھ کا حال اس نے ۱۴ صفحوں میں لکھا ہے -

۱۰ - البیرونی سنہ ۴۰۰ ھ

کتاب الهند کے مصنف سے لوگ اس قدر واقف هیں کہ اس کا حال بیان کرنے کی ضرورت نہیں ' صرف اس قدر کہنا کافي ہے کہ البیرونی جو اصل میں خوارزم (خیوا) کا رهنےوالا تھا وہ جب هندوستان آیا تو محمود غزنوي کے حملے غالباً شروع نہیں هوئے تھے - مگر اس نے اپني کتاب محمود کے دو برس بعد لکھی ہے - اس نے کتاب‌الهند کے علاوہ اور بہت سي کتابیں لکھي هیں جن میں سے قانون مسعودي خاص ذکر کے قابل ہے جو اب تک چھپی نہیں - اُس میں هندوستان کے بہت سے شہروں کے نام لکھے هیں - اور ان کا طول بلد اور عرض بلد مقرر کیا ہے -

کتاب‌الهند کي اصل عربی پھر اس کا انگریزی اور هندي ترجمہ تک شائع هو چکا ہے - اس میں هندوستان کا پورا جغرافیہ تفصیل کے ساتھہ موجود ہے -

۱۱ - ابن بطوطہ سنہ ۷۷۹ ھ (سنہ ۱۳۷۷ ع)

یہہ سیاح مراکش کا باشندہ تھا اور محمد تغلق کے زمانہ میں هندوستان آیا تھا اور اس کے چپہ چپہ کو اُس نے دیکھا تھا - اس نے اپنے سفرنامۂ عجائب‌الاسفار میں جس خوبی سے اپنے مشاهدات کا ذکر کیا ہے وہ کہانی سب کو معلوم ہے - همارے لئے اس کے بیان کا سب سے

اہم حصہ جنوبی ہند کے اُس وقت کے حالات ہیں جب مسلمانوں نے اُس کو فتح نہیں کیا تھا -

۱۲ - دوسرے مورخین اور جغرافیہ‌نویس

اوپر کی سطروں میں صرف اُن صاحبوں کا میں نے ذکر کیا ہے جو ہندوستان خود آئے - مگر ان کے علاوہ بہت سے ایسے عرب جغرافیہ‌نویس یا ایسے عرب مؤرخ ہیں جنھوں نے ہندوستان کا حال لکھا ہے ' جن میں سے ایک ابن رستہ (سنہ ۲۹۰ ھ) ' دوسرا قدامہ بن جعفر (سنہ ۲۹۶ ھ) ' پھر بلاذری (سنہ ۲۷۹ ھ! ۸۹۲ ع) ہے جس کی فتوح‌البلدان بہت قیمتی کتاب ہے ' نیز ابن ندیم بغدادی (سنہ ۳۷۰ ھ) کی کتاب‌الفہرست -

یہہ تو شروع کے لوگ ہیں اور آخر کے لوگوں میں صوفی دمشقی (سنہ ۷۲۸ ھ سنہ ۱۳۲۶ ع) ہے ' جس کی کتاب عجائب‌البروالبحر ہے ' سسلی کا عرب جغرافیہ‌نویس ادریسی (سنہ ۵۶۰ ھ سنہ ۱۱۶۵ع) ہے ' ایران کا زکریا قزوینی (سنہ ۶۸۲ ھ سنہ ۱۲۸۳ع) ہے ' جس کی ا کتاب آثارالبلاد ہے ' ابوالفدا (سنہ ۷۳۲ ھ سنہ ۱۳۳۱ع) جس کی کتاب تقویم‌البلدان ہے ' یاقوت (سنہ ۶۲۷ ھ سنہ ۱۲۲۹ع) جس کی ضخیم کتاب معجم‌البلدان ہے ' مصر کا نویری (سنہ ۷۳۳ ھ سنہ ۱۳۳۱ع) ہے جس کی کتاب نہایۃ الارب فی فنون‌الادب ہے ' اور شہاب‌الدین عمری (سنہ ۷۴۸ ھ سنہ ۱۳۴۶ ع) جس کی کتاب کا نام مسالک الابصار و ممالک الامصار ہے -

ادریسی کے مختلف ٹکڑے اور نہایۃ الارب کی ۵ جلدیں اور مسالک الابصار کی صرف ایک ایک جلد مصر میں چھپی ہے - ان سب میں ہندوستان کا کچھہ نہ کچھہ حال ہے - اگر ان تمام کتابوں سے ہندوستان کے متعلقہ حالات و بیانات کو یکجا کر دیا جاے تو الیٹ صاحب کے ادھورے کام کی تکمیل ہوجاے اور قرون وسطیٰ کے ہندوستان کے متعلق بہت سے نئے معلومات ہمارے سامنے آجائیں - اس کا افسوس ہے کہ یوروپین مؤرخوں نے قدیم ہندوستان کے بیان میں یونانی بیانات کو جو اہمیت دی ہے اور اُس کی بال کی کھال نکالنے اور جھوٹ کو سچ کر دکھانے اور ایک ایک نام کی تطبیق و تحقیق میں جو محنت کی ہے اگر اس کا کچھہ حصہ عربوں کے بیانات پر بھی وہ صرف کرتے تو یونانی اور فارسی تاریخوں کے درمیان جو چند صدیوں کا غار رہ جاتا ہے وہ بہت کچھہ پٹ جاتا -

———

تجارتی تعلقات

عربوں کا ملک تین طرف سے سمندروں سے گھرا ہے - ملک میں آبادي کے مطابق کافی سرسبزي اور شادابی بھي نہیں - ایسا ملک قدرتی طور سے تجارتی ہوگا - پھر خوش قسمتی سے اُس کی چاروں طرف دنیا کے بڑے بڑے ملک واقع ہیں - ایک طرف عراق ، دوسری طرف شام ، تیسری طرف مصر اور افریقہ ، سامنے ہندوستان ، ایک رخ پر ایران - ان تمام ملکوں سے عربوں کے براہ راست پرانے تعلقات تھے - یہاں ہم کو صرف ہندوستان سے بحث ہے - بحرین ، عمان ، حضرموت ، یمن ، حجاز ، یہ مقامات ہیں جو بحر احمر ، بحر ہند ، اور خلیج فارس پر آباد ہیں ، اور قدرۃ انہیں کو اس بحري تجارت کا موقع حاصل تھا - اس سے پہلے عربوں کي ہندوستانی بحري آمد و رفت کا نقشہ دکھایا گیا ہے کہ ہندوستان کے ساحل سے جہازات چل کر یمن کی بندرگاہ میں پہنچتے تھے اور وہاں سے اُن کا سامان اونٹوں پر لدکر خشکي کے راستہ سے بحر احمر کے کنارے کنارے شام اور مصر آتا تھا اور وہاں سے بحر روم ہوکر یورپ چلا جاتا تھا -

ہم کو جب سے دنیا کے تجارتي حالات کا علم ہے ہم عربوں کو کار و بار میں مصروف پاتے ہیں - اور اسی راستہ سے اُن کے قافلوں اور کاروانوں کو شام اور مصر

تک آتے جاتے دیکھتے ھیں - اس وقت ھمارے پاس دنیا کي بین‌الاقوامي تاریخ کی سب سے پراني کتاب توراۃ ھے - اس میں حضرت ابراھیم کی دو ھی نسل بعد حضرت یوسف کے زمانہ میں ھم اس تجارتي قافلہ کو اسي راستہ سے گذرتے ھوئے پاتے ھیں - اور یہ وھي کارواں ھے جو حضرت یوسف کو مصر پہنچاتا ھے - (پیدایش ۳۷ : ۲۵) - اس راستہ کا ذکر یوناني مؤرخوں نے بھی کیا ھے - الغرض حضرت یوسف کے عہد سے لیکر مارکوپولو اور واسکو ڈي گاما کے زمانہ تک ھندوستان کی تجارت کے مالک عرب ھي رھے - (۱)

یونانیوں نے جب مصر پر قبضہ کر لیا تو انھوں نے اس تجارت کو براہ راست اپنے ھاتھہ میں لے لیا ، کیونکہ مصر سے شام تک کا راستہ اُن کے لئے پر امن تھا ، اور اس طرح عربوں کي تجارت کی وہ پہلی رونق باقی نہیں رھی - انسائکلوپیڈیا برٹانیکا کا ” عرب “ کا مضمون‌نگار لکھتا ھے :

” جنوبی مغربی عرب (حضرموت اور یمن) کي خیر و برکت کا سب سے بڑا سبب اس زمانہ میں یہہ تھا کہ مصر اور ھندوستان کے درمیان کا تجارتي سامان پہلے سمندر کی راہ سے یہاں آتا تھا اور پھر خشکی کی راہ راہ سے مغربی ساحل پر جاتا تھا - یہ تجارت اس زمانہ

---

(۱) الفنسٹن کی تاریخ ھند کا دسواں باب (تجارت) -

میں بند ہو گئی ، کیونکہ مصر کے بطلیموسی بادشاہوں نے ہندوستان سے اسکندریہ تک براہ راست ایک راستہ بنا لیا "- (۱)

معلوم ہوتا ہے کہ اس مقصد کے لئے یونانیوں نے جزیرہ سقوطرہ پر قبضہ کرکے وہاں نوآبادي قائم کرلي تھي جس کی یادگار مسلمان عرب جہازرانوں کو وہاں بعد کو بھی نظر آئي - (۲)

مگر یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہہ تجارت بالکلیہ یونانیوں کے ہاتھوں میں نہیں چلی گئي کیونکہ حضرت مسیح سے دو صدی پہلے آگاتھرشیدس یوناني مؤرخ بیان کرتا ہے کہ "جہازات ہندوستان کے ساحل سے سبا (یمن) آتے ہیں اور وہاں سے مصر پہنچتے ہیں " - (۳)

اسي طرح آرتیمیدروس جو مسیح سے ۱۰۰ برس پہلے تھا وہ کہتا ہے "سبا (یمن کي ایک قوم) آس پاس کے لوگوں سے تجارتي اسباب خریدتے ہیں اور وہ اپنے ہمسایوں کو دیتے ہیں اور اسي طرح دست بدست وہ سباب شام اور جزیرہ تک پہنچ جاتا ہے - (۴)

---

(۱) طبع گیارھواں جلد ۲ ص ۲۶۴ -

(۲) سفر نامہ ابوزید ص ۱۳۴ طبع پیرس -

(۳) الفنستن کی تاریخ ہند جلد اول صفحہ ۱۸۲ سنہ ۱۹۱۶ ء -

(۱) ڈنکر Duncker کي تاریخ قدیم (History of Antiquities) جلد اول صفحہ ۳۱۰ و ۳۱۲ -

اس قسم کے اور دوسرے بیانات سے بھی یہ ثابت ھے کہ عرب اس زمانہ میں بالکل مٹ نہیں گئے بلکہ یونانیوں کے ساتھہ ساتھہ ان کا کام بھی باقی رھا - (۱)

ھندوستان اور عرب کا دوسرا راستہ جو خلیج فارس کے ذریعہ تھا وہ ھمیشہ کھلا رھا اور سواحل کے پارسي اور عرب خشکی اور تری سے ھمیشہ اپنا سامان لاتے اور لے جاتے رھے - وہ ھندوستان کے پورے ساحلی مقامات اور بحر ھند کے ایک ایک جزیرہ کو دیکھتے بھالتے بنگال اور آسام ھوکر چین کو چلے جاتے تھے اور پھر وھاں سے اسی راستہ سے واپس آجاتے تھے -

یورپ اور ھندوستان کا راستہ نہایت اھم تھا اور ھے ، اور اسی کے ذریعہ تاریخ میں بڑے بڑے انقلابات ھوئے ھیں - گذر چکا ھے کہ یہ راستہ پہلے خالص عربوں کے ھاتھوں میں تھا ، جب یونانیوں نے حضرت مسیح سے تقریباً ۳ سو برس پہلے مصر پر قبضہ کیا ، تو وہ اس دریائی شاھراہ پر قابض ھوگئے - حضرت مسیح کے ۶ سو برس بعد جب اسلام آیا اور عربوں نے عروج پایا تو چھٹی صدی مسیحی میں وہ مصر سے لے کر اسپین تک چھا گئے اور ساتھہ ھی بحر روم پر بھی وہ قبضہ پا گئے اور بحر روم کے اھم جزیروں کریٹ اور سائپرس وغیرہ کو بھی اُنھوں نے اپنے مقبوضات میں داخل کرلیا -

---

(۱) الفنسٹن صاحب کي بھي یہی تحقیق ھے - دیکھو اُن کي تاریخ ھند جلد اول صفحہ ۱۸۲ سنہ ۱۹۱۶ ع

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں تجارت اور سوداگری کی یہ سب سے بڑی سڑک عربوں کے ہاتھہ میں آگئی اور صدیوں تک وہ اس پر قابض رہے - چودھویں صدی عیسوی میں یورپ کی عیسائی قوموں نے عربوں کو رومی سرزمینوں سے نکالنے کی پوری کوشش کی مگر عین اس وقت جب وہ اسپین اور شمالی افریقہ میں کامیاب ہو رہے تھے اور راستہ کو صاف کر رہے تھے کہ ایشیائے کوچک سے ترکوں نے سر نکالا اور پھر بحر روم کا یہ راستہ مسلمانوں ہی کے پاس رہ گیا - اس دقت نے یورپ کی قوموں کو مجبور کیا کہ وہ ہندوستان کا کوئی دوسرا راستہ پیدا کریں - اسی کوشش کا نتیجہ ہے کہ شمالی افریقہ اور بحر روم کو چھوڑ کر جنوبی افریقہ کے راستہ سے ہندوستان کا سراغ لگایا گیا - اس راستہ میں ڈچ اور پرتگال اور بعد کو انگریز اور فرانسیسی بھی شریک ہو گئے اور ہندوستان کی وہ تجارت جو عربوں کے ہاتھوں میں تھی اس کو ان سے لڑ بھڑ کر چھیننے لگے - اس کشمکش میں اہل مغرب اور اہل مشرق کی ایک سخت دریائی جنگ بھی ہندوستان کے سواحل پر ہوئی - اس جنگ میں مشرق کو شکست ہوئی اور یہی شکست اہل مشرق کی تمام آئندہ شکستوں کا پیش‌خیمہ ثابت ہوئی - اس جنگ میں مصری عربی اور دکن کی مختلف ہندو اور مسلمان سلطنتوں کے جنگی جہازوں کے بیڑے ایک ساتھہ مل کر یورپین جہازراں قوموں کے جہازوں سے لڑتے تھے - اس شکست کا یہ نتیجہ ہوا کہ تقریباً اس زمانہ سے آج تک

تمام جزائر ہند اور سواحل کی تجارت اہل یورپ کے ہاتھہ میں آگئی - مدراس کے عرب تاجروں کو جن کو موپلا کہتے ہیں جو اُس وقت ہندوستان کے اُس گوشہ اور جزیروں کی تجارت کے مالک تھے ان کے جہازوں کو ہر طرح تباہ و برباد کر دیا گیا -

اس کے بعد بھی بحر روم کے قریب‌تر راستہ کی ملکیت کا خیال اہل یورپ کے دل سے دور نہیں ہوا ' چنانچہ اس کو اور قریب‌تر کرنے کے لئے بحر احمر (ریڈ سی) اور بحر روم کے درمیان کی پتلی خشکی کھود کر نہر سویز نکالی گئی ' اور پھر مصر اور سویز پر قبضہ ضروری خیال کیا گیا ' تاکہ یورپ اور ہندوستان کا یہہ اہم تاریخی راستہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوجائے -

یہہ وہ واقعات ہیں جو ہندوستان اور اُس کے جزائر پر یورپین قوموں کے تاجروں کی آمد و رفت کے سلسلہ میں ہندوستان کی ہر تاریخ میں لکھے ہوئے ملتے ہیں - ان واقعات سے عربوں اور ہندؤں کے تجارتی تعلقات کی تاریخ کے مختلف دور نمایاں ہوتے ہیں -

ہندوستان اور عرب کا دوسرا تجارتی راستہ جس کا تعلق خلیج فارس سے تھا وہ بدستور عربوں کے ہاتھوں میں ہمیشہ نظر آتا رہا ہے - البتہ عمان ' حضرموت ' اور عراق میں مختلف سلطنتوں کے ادلنے بدلنے اور بندرگاہوں کے توتنے اور بننے سے تجارتی مرکز اِس شہر سے

اُس شہر یا اس بندرگاہ سے اُس بندرگاہ میں منتقل ہوتا رہا -

بندرگاہ اُبلہ

عربوں کے سنہ ۱۴ ھ میں عراق پر قبضہ کرنے سے پہلے ایرانیوں کے زمانہ میں ہندوستان کے لئے خلیج فارس کا سب سے بڑا اور مشہور بندرگاہ اُبلہ تھا جو بصرہ کے قریب واقع تھا - اُبلہ سے ہندوستان کی تجارتی آمد و رفت اس کثرت سے تھی کہ اہل عرب اُبلہ کو ہندوستان ہی کا ایک ٹکڑا سمجھتے تھے - چین اور ہندوستان سے آنے والے جہازات یہیں ٹھہرتے تھے اور یہیں سے روانہ ہوتے تھے - (۱)

ہندوستان کے بیوپار اور پیداوار کو عربوں کی نگاہ میں جو اہمیت حاصل تھی اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ حضرت عمر نے ایک عرب سیاح سے پوچھا کہ ہندوستان کے متعلق تمہاری رائے کیا ہے ؟ اس نے تین مختصر فقروں میں اس بلاغت کا جواب دیا جس سے زیادہ بلیغ کوئی جواب نہیں ہو سکتا - اس نے کہا "بحرها در و جبلها یاقوت و شجرها عطر" اُس کے دریا موتی ہیں ، اُس کے پہاڑ یاقوت ہیں ، اور اُس کے درخت عطر ہیں - (۲)

---

(۱) ابلہ کے حالات کے لئے دیکھو الاخبار الطوال ابو حنیفہ دینوری سنہ ۲۲۸ ھ صفحہ ۱۳۳ (لیڈن) و معجم البلدان یاقوت رومی ج ۱ ص ۸۸ و ج ۲ ص ۱۹۶ (مصر) ، و تاریخ بصرہ نعمان اعظمی (بغداد) حاشیہ ص ۱۱ -

(۲) الاخبار الطوال دینوری ص ۳۲۶ (لیڈن) -

عراق کی فتح کے بعد حضرت عمر کو فکر ہوئی کہ عراق کی یہہ بندرگاہ بھی عربوں کے قبضہ میں آئے ، چنانچہ سنہ ۱۴ ھ میں آپ نے اُس پر قبضہ کرنے کا حکم دیا اور لکھا کہ "اس کو مسلمانوں کا تجارتی شہر (قیروان یعنی کاروان) بنا دیا جائے" (۱) - چنانچہ اس وقت سے لے کر سنہ ۲۵۶ ھ تک یہہ بندرگاہ قائم رهي (۲) - زنگوں کی لڑائی میں سنہ ۲۵۶ ھ میں یہہ تباہ ہو گئی - عراق کی دوسری مشہور بندرگاہ بصرہ کے نام سے سنہ ۱۴ ھ ھی میں عربوں نے بنائی تھی مگر وہ اُبلہ کی تجارتی حیثیت کو فنا نہ کر سکا - اور اس کی وجہ غالباً یہ ہوئی کہ بصرہ خالص تجارتی مرکز ہونے کے بجائے عربوں کا جنگی اور سیاسی مرکز زیادہ بن گیا - مگر اس پر بھی ہندوستان، چین ، اور حبشہ کی تجارت کا رخ رفتہ رفتہ اُدھر مڑنے لگا ، اور اُس نے سیاسی انقلابات کے باوجود بڑی رونق حاصل کرلی ، خصوصاً پہلی صدی ہجری کے آخر میں سندھ پر عربوں کے قبضہ ہوجانے کے سبب سے یہہ ہندوستان کی آمد و رفت کا مرکز بن گیا - کشتیوں اور جہازوں کے داخلہ کا محصول اس قدر بڑھ گیا تھا کہ وہ بغداد کی خلافت کا بڑا مالیہ ہو گیا - آخر میں سنہ ۳۰۶ ھ میں مقتدربالله کے زمانہ میں اس کی سالانہ میزان ۲۲۵۷۵ دینار رہ گئی تھی -

---

(۱) معجم البلدان یاقوت جلد ۲ صفحہ ۱۹۶ (مصر) -
(۲) تاریخ بصرہ الاعظمي (بغداد) حاشیہ صفحہ ۱۱ -

سیراف

ہندوستان کے لئے خلیج فارس کا اس کے بعد سب سے بڑی بندرگاہ سیراف ہوئی - یہہ بصرہ سے سات دن کی مسافت پر ایرانی حدود میں واقع تھی - تیسری صدی ہجری میں اس کے اقبال کا ستارہ طلوع ہوا ' بڑے بڑے جہازرانوں ' بحری تاجروں اور دریائی سوداگروں کا مقام بن گیا - ہندوستان اور چین کو یہیں سے جہازات روانہ ہوتے تھے اور وہاں سے جو جہازات سامان لے کر آتے تھے وہ یہیں آتے تھے - تیسری صدی ہجری میں اس بندرگاہ کی جو کیفیت تھی اس کا حال ابوزید کے بیان سے معلوم ہوتا ہے - وہ کہتا ہے " یہہ فارس کی بہت بڑی بندرگاہ ہے ' اور یہہ بہت بڑا شہر ہے - جہاں تک نظر کام کرتی ہے اُس میں صرف عمارتوں کا سلسلہ نظر آتا ہے - اُس میں کھیتی یا زراعت خود نہیں ہوتی بلکہ سب چیزیں دریا کی راہ سے باہر سے آتی ہیں " - (۱)

چوتھی صدی ہجری کے بیچ میں بشاری مقدسی نے جب اس کو دیکھا ہے تو وہ اس کا یہہ حال بیان کرتا ہے : " میں نے یہاں کی عمارتوں سے زیادہ خوبصورت عمارتیں تمام اسلامی دنیا میں نہیں دیکھیں - یہہ عمارتیں سال کی لکڑی اور اینٹوں کی بنی ہیں ' نہایت بلند

---

(۱) معجم البلدان یاقوت ج ۵ ص ۱۹۳ (مصر) -

ھیں ، ایک ایک گھر کی قیمت ایک ایک لاکھہ درھم سے زیادہ ھے " - (۱)

اسی زمانہ کے قریب اصطخری نے اس کو دیکھا تھا - کہتا ھے : " یہہ بڑائی میں شیراز کے برابر ھے ، اس کی عمارت سال کی لکڑی کی ھے - یہہ لکڑی زنگستان افریقہ سے دریا کی راہ سے آتی ھے - دریا کے کنارے کئی کئی منزلوں کے مکانات ھیں - یہاں کے باشندے عمارت پر بڑی رقم خرچ کرتے ھیں یہانتک کہ ایک ایک تاجر ۳۰ ، ۳۰ ہزار اشرفی ایک ایک مکان پر خرچ کرتا ھے ، سامنے باغ ھوتے ھیں ، پانی پہاڑ سے آتا ھے " - (۲)

بشاری کا بیان ھے کہ دیلمیوں کی سلطنت کے کسی انقلاب سے اور زلزلہ کے سبب سے سنہ ۳۶۶ ھ میں وہ برباد ھوگیا تھا - اس کے بعد لوگوں نے اس کو پھر آباد کرنا چاھا (۳) ، اور کیا بھی ، اور کچھہ روز اور اس کو کامیابی حاصل بھی ھوئی - یاقوت حموی نے چھٹی صدی ھجری کے آخر میں اس کو دیکھا تھا - اُس کا بیان ھے کہ " اس زمانہ میں وھاں ٹوٹے پھوٹے پرانے نشانات کے سوا کچھہ نہیں - کچھہ غریب غربا وھاں آباد ھیں ، اور اس کی بربادی کا

---

(۱) احسن التقاسیم (لیڈن) ص ۴۲۶ -

(۲) بحوالۂ معجم البلدان یاقوت جلد ۵ ص ۱۹۳ (مصر) -

(۳) احسن التقاسیم ص ۴۶۴ -

سبب یہ ہوا کہ ابن عمیرہ نے جزیرہ قیس کو آباد کرکے اس کی اہمیت مٹا دی -

قیس

قیس یا کیش - یہہ خلیج فارس میں عمان کے پاس ایک جزیرہ تھا - اس نے سیراف کو مٹاکر ہندوستان اور چین کی تجارت پر قبضہ کر لیا - اس کا حاکم عمان کا بادشاہ تھا - یاقوت نے چھٹی صدی ہجری میں جب اس کو دیکھا ہے تو یہہ چھوٹا سا جزیرہ ہندوستانی تجارت کی بدولت نہایت خوبصورت اور سرسبز و شاداب بن گیا تھا - ہندوستان کے تمام جہازات یہیں آکر ٹھہرتے تھے - اس جہازی آمد و رفت کا نتیجہ یہہ تھا کہ یاقوت کہتا ہے کہ "اس چھوٹے سے جزیرہ کے عرب حاکم کی قدر و منزلت ہندوستان کے راجاؤں میں بہت بڑی ہے ، کیونکہ اُس کے پاس جہاز اور کشتیاں بہت ہیں" (۱) - قزوینی (سنہ ۶۸۲ ھ) کہتا ہے کہ "قیس ہندوستان کی تجارت کی منڈی اور اُس کے جہازات کا بندر ہے - ہر عمدہ چیز جو ہندوستان میں ہوتی ہے وہ یہاں لائی جاتی ہے -" (۲)

ہندوستان کی بندرگاہیں

ہندوستان کی بندرگاہوں کے نام ہم کو پہلی صدی ہجری سے ملنے شروع ہوتے ہیں اور تیسری صدی تک بکثرت

---

(۱) معجم البلدان یاقوت جلد ۷ ص ۱۲۶ (مصر) و ج ۵ ص ۱۹۳ -

(۲) آثارالبلاد قزوینی مطبوعۂ یورپ صفحہ ۱۶۱ -

نام بڑھ جاتے ہیں اور پھر آخر تک وہی قائم رہتے ہیں، جن میں سے عربوں کے نزدیک خلیج فارس کے بعد سب سے پہلے بلوچستان کی بندرگاہ تیز، پھر سندھ کی، بندرگاہ دیبل تھا، گجرات میں تھانہ، کھنبایت، سوبارہ، جیمور، مدراس میں کولم‌ملی، ملیبار، راس‌کماری (قسار)، اس کے بعد یا جزائر میں چلے جاتے تھے یا بنگال ہو کر پھر وہاں سے قامرون (قامروب یا کامروپ) یعنی آسام چلے جاتے تھے، پھر وہاں سے چین - انہیں بندرگاہوں کے نام عربی جغرافیوں میں آیا کرتے ہیں - ابن حوقل نے دسویں صدی عیسوی میں سندھ کی بندرگاہ دیبل کی نسبت لکھا ہے کہ "یہ تجارت کی بہت بڑی منڈی ہے اور یہاں مختلف قسم کی تجارتیں ہوتی ہیں -" (۱)

دریائی تجارتی راستے

سلیمان تاجر تیسری صدی ہجری میں ان جہازوں کے راستے اس طرح بتاتا ہے کہ "پہلے بصرہ اور عمان سے تمام سامان سیراف آ جاتا ہے، اور یہاں سیراف میں وہ جہازوں پر لادا جاتا ہے، اور یہیں سے پینے کا میٹھا پانی ساتھ لے لیا جاتا ہے - یہاں سے لنگر اٹھا تو مسقط آکر لنگر ڈالتے ہیں - یہاں سے پھر پینے کا پانی لیتے ہیں - اس کے بعد یہاں سے جہاز ہندوستان کو روانہ

---

(۱) سفر نامہ ابن حوقل، صفحہ ۲۳۰ - یورپ

ہو جاتے ہیں ، اور ایک مہینہ میں کولم‌ملی پہنچتے ہیں - یہاں سے چین جانے والے جہازات چین چلے جاتے ہیں - کولم‌ملی جہازوں کے بنانے اور درست کرنے کا کارخانہ ہے - اور یہاں سے میٹھا پانی بھی لے لیتے ہیں - اس کا محصول چینی جہازوں سے ایک ہزار درہم اور دوسرے جہازوں سے دس دینار سے لے کر ایک دینار تک لیتے ہیں - " (۱)

سلیمان کے ۲۵ برس کے بعد ابو زید سیرافی بیان کرتا ہے : " ہندوستان کے داہنے ہاتھ عمان کو جہاز پہنچتا ہے - یہاں سے عدن ، عدن سے جدہ ، جدہ سے جار (شام کا ساحل) ، پھر قلزم - یہاں سمندر ختم ہو جاتا ہے - اس کے بعد بربر کے سواحل پر سمندر پھرتا ہے اور جشہ جاتا ہے - سیراف والوں کے جہازات جب جدہ پہنچ جاتے ہیں تو یہاں سے آگے نہیں بڑھتے - مصر جانے والے جہازات یہاں تیار رہتے ہیں - سیراف کے جہازوں سے سامان اتار کر مصری جہازوں میں لادے جاتے ہیں ، اور وہ ان کو قلزم لے جاتے ہیں - سیراف والے ہندوستان اور چین کے سمندروں سے زیادہ واقف ہیں - اس کے علاوہ ہندوستان اور چین کی بحری تجارت میں جو نفع ہے وہ دریائے قلزم کی تجارت میں نہیں - " (۲)

---

(۱) سفرنامۂ سلیمان تاجر ص ۱۵ ، پیرس سنہ ۱۸۱۱ ھ ص ۱۵ ، ۱۶ -
(۲) سفرنامۂ ابوزید ص ۱۳۶ - پیرس سنہ ۱۸۱۱ء -

ابن خردازبہ جو تیسری صدی کے شروع میں تھا جدہ کی تجارتی تعریف میں کہتا ہے کہ " یہاں سندھ ' ہندوستان ' زنجبار ' حبشہ اور فارس کی چیزیں ملتی ہیں " - (۱) ساتھ ہی وہ بصرہ سے ہندوستان کے راستہ اور مسافتوں کی تفصیل اس طرح کرتا ہے -

بصرہ سے جزیرہ خارک	۵۰ فرسنگ
جزیرہ خارک سے جزیرہ لاوان	۸۰ "
جزیرہ لاوان سے جزیرہ ایرون	۷ "
جزیرہ ایرون سے جزیرہ خین	۷ "
جزیرہ خین سے جزیرہ کیش	۷ "
جزیرہ کیش سے جزیر ابن‌کاوان	۱۸ "
جزیرہ ابن کاوان سے جزیرہ ہرمز	۷ "
جزیرہ ہرمز سے ثارا	۷ دن کی راہ

کہتا ہے کہ یہی ثارا فارس اور سندھ کی حد فاصل ہے - یہاں سے جہاز دیبل روانہ ہوتا ہے -

ثارا سے دیبل	۸ دن کی راہ
دیبل سے دریاے سندھ کا دھانہ	۲ فرسنگ
دریاے سندھ سے اوتگین	۴ دن کا راستہ

کہتا ہے کہ اوتگین سے ہندوستان کی سرحد شروع ہوتی ہے -

اوتگین سے کولی	۲ فرسنگ
کولی سے سندان	۵ دن ۱۸ فرسنگ

---

(۱) کتاب المسالک ابن خردازبہ صفحہ ۶۱ - لیڈن -

سندان سے ملی	۵ دن کی، راہ
ملی سے بلین	۲ ,,

بلین سے راستے علحدہ علحدہ ہوتے ہیں - تو جو جہاز ساحل کے کنارے کنارے چلتے ہیں وہ بلین سے پاپتن جاتے ہیں جو دو دن کا راستہ ہے -

پاپتن سے سنجلی اور کبشکان	۱ دن کی راہ
یہاں سے گوداوری کا دھانہ	۳ فرسنگ
یہاں سے کیلکان	۲ دن
یہاں سے سمندر	۱۰ فرسنگ
یہاں سے اورنچین	۱۲ فرسنگ

دوسرے جہازات بلین سے سراندیپ پھر جاوہ چلے جاتے ہین - اور بعض بلین ھي سے براہ راست چین چلے جاتے ہیں - (۱)

یورپ اور ھندوستان کے تجارتی راستے
سلطنت عرب ھو کر

مصر و شام و عراق و ایران اور بحر روم و قلزم و بحر ھند پر عربوں کے قبضہ ھو جانے سے بھي مشرق و مغرب کي تجارتی آمد و رفت بند نہیں ھوئي - مسلمان تاجر یورپ نہیں جاتے تھے اور رومي ان ملکون میں نہیں آتے تھے - مگر ان دونوں قوموں کے درمیان یہودیوں کی

(۱) ابن خردازبہ ص ۶۱ - ۶۴ (لیڈن) -

قوم ایسی تھی جو درمیانگی کا کام کرتی تھی - وہ اسلامی ملک میں اھل کتاب تھے اور یورپ سے یونانیوں ھي کے زمانہ سے آشنا تھے - طرابزند جو بحر اسود (بلیک سی) کے ساحل پر ایشیاے کوچک اور روس کی سرحد ھے وہ مسلمان اور عیسائی تاجروں کے ملان کی جگہ تھی - وہ اس سے آگے نہیں بڑھتے تھے (۱) - لیکن یہودی تاجر بڑی آسانی سے اسلامی اور عیسائی دونوں دنیاؤں کو ایک ساتھہ عبور کر لیتے تھے - ابن خردازبہ لکھتا ھے کہ " یہہ عربی ، فارسی ، لاطینی ، فرنگی ، اسپینی ، اور سلاوی زبانیں بولتے ھیں - یہہ پورب سے پچھم اور پچھم سے پورب ، خشکی اور تری میں دوڑتے پھرتے ھیں - یہہ لونڈی ، غلام ، دیبا ، ریشم کے کپڑے ، سمور ، پوستین اور تلوار بیچتے ھیں - یہہ فرنگستان سے سوار ھوکر بحر روم کے مصری ساحل پر آتے ھیں - وھاں خشکی پر اتر کر تجارت کے سامان کو جانوروں کی پیٹھوں پر لاد کر قلزم (ریڈ سی) لاتے ھیں - یہاں پھر جہاز پر بیٹھکر جدہ آتے ھیں ، اور یہاں سے سندھہ ھندوستان اور چین جاتے ھیں - اور وھاں سے پھر اسی راستہ سے لوٹ آتے ھیں - دوسرا راستہ یہ اختیار کرتے ھیں کہ یورپ سے چل کر بحر روم سے نکل کر انطاکیہ (شام) آتے ھیں اور پھر خشکی کی راہ یہان سے جابیہ (عراق)

---

(۱) نخبۃالدھر فی عجائب البر و البحر صوفی دمشقی صفحہ ۱۴۶ -

چلے جاتے ھیں اور وھاں سے نہر فرات میں سوار ہوکر بغداد آتے ھیں - پھر جہاز میں سوار ہوکر دجلہ کی راہ سے ابلہ پہنچتے ھیں اور یہاں سے عمان، سندھ ہندوستان اور چین چلے جاتے ھیں " - (۱)

روسی تاجر

یہودیوں کے علاوہ ابن خردازبہ نے روسی تاجروں کا ذکر کیا ھے جو تری اور خشکی دونوں میں سفر کرتے ھیں اور عیسائی ہونے کا دعوی کرتے ھیں (روسی دسویں صدی عیسوی میں عیسائی ہوئے ھیں) - ابن خردازبہ کا بیان ھے کہ یہہ لوگ سلاوی (صقالیہ) نسل کے ھیں - یہہ سلاویا سے نکل کر بحر روم میں سوار ہوتے ھیں - قیصر روم ان سے دسواں حصہ (عشر) لیتا ھے - یہاں سے وہ بحر جرجان (کیسپین سی) کے کسی ساحل پر آکر اترتے ھیں - وھاں سے خشکی کی راہ اونٹوں پر بغداد آتے ھیں اور یہاں عیسائی بن کر جزیہ ادا کرتے ھیں -

یہہ پورا راستہ کبھی خشکی سے بھی طے کرتے ھیں - وہ اسپین یا فرانس سے سوس الاقصی (شمالی افریقہ) آتے ھیں، وھاں سے طنجہ، وھاں سے الجزائر، تیونس اور طرابلس ہوکر مصر، مصر سے رملہ (شام) ہوکر دمشق، دمشق سے کوفہ، پھر بغداد، پھر بصرہ، پھر اھواز،

---

(۱) ابن خردازبہ صفحہ ۱۵۳ و ۱۵۴ (لیڈن) -

پھر فارس ، پھر کرمان ، پھر (بلوچستان ہوکر) سندھ ، پھر ہندوستان ، پھر چین - (۱)

خراسان سے ہندوستان کا کاروان

مسعودی جو ہندوستان سنہ ۳۰۵ ھ کے قریب آیا تھا اور بلخ و خراسان سے بھی گزرا تھا وہ بیان کرتا ھے کہ " خراسان سے چین کو خشکی کا راستہ بھی ھے اور ہندوستان کا ملک خراسان سے مل جاتا ھے - اور سندھ سے ایک طرف ملتان پر اور دوسری جانب منصورہ پر ملتان ھے ، اور قافلے خراسان سے سندھ کو اور اسی طرح ہندوستان کو برابر آتے جاتے رہتے ہیں - جہاں یہہ ملک زابلستان (افغانستان) سے مل جاتا ھے " (۲) - ابن حوقل جو محمود غزنوی سے ۵۰ برس پہلے تھا کہتا ھے کہ " کابل اور غزنین ہندوستان کی تجارت کی نکاسی کی جگہ ہیں " - (۳) اسیوان جس کو عرب عسیفان کہتے ہیں پنجاب میں ایک ہندو ریاست تھی ، وہاں بھی مسلمان تاجر تھے " - (۴)

ہندوستان کے بحری سفر کا زمانہ

مسعودی نے بحر ہند کے اتار چڑھاؤ اور تلاطم اور سکون کے زمانے مقرر کئے ہیں اور اس حساب سے جہازات کی

---

(۱) ابن خردازبہ صفحہ ۱۵۳ و ۱۵۴ -

(۲) مروج الذہب مسعودی -

(۳) ابن حوقل ص ۳۲۸ (یورپ)

(۴) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۶ (لیڈن) -

روانگی کے مہینے قرار دئے ہیں - لکھا ہے کہ "ہمارے یہاں (شاید بغداد) اور ہندوستان میں موسموں کا فرق ہے - ہمارے یہاں سے گرمی میں لوگ ہندوستان سردی گزارتے جاتے ہیں، کہ جون (تیر ماہ) کے مہینے میں ہندوستان جہاز کم جاتے ہیں، اور جو جاتے ہیں، وہ بہت ہلکے ہوتے ہیں اور ان میں زیادہ سامان نہیں لادا جاتا، اور ان جہازوں کو تیر ماہی (جون والے) جہاز کہتے ہیں" - (۱)

ابوزید سیرافی کا بیان ہے کہ برسات کے زمانہ میں جہازات نہیں چلتے، ہندوستان والے اس زمانہ میں بیٹھکر کھیتی باڑی کرتے ہیں یا کوئی پیشہ کرتے ہیں - اسی برسات پر اُن کا گزارا ہے - اس میں چاول پیدا ہوتا ہے جو اُن کی خوراک ہے - (۲)

عربی میں جہازرانی کے بعض ہندی الفاظ

عربوں کے ہندوستانی سواحل پر دریائی آمدورفت کا یہہ اثر ہوا کہ عربی سفرناموں اور جغرافیوں میں اور عرب اور فارسی ملاحوں کی زبانوں پر جہاز اور متعلقات جہاز کے ہندی نام زبانوں پر چڑھ گئے - ان میں سے ایک لفظ "بارجہ" ہے - بیرونی نے بتایا ہے کہ یہہ اصل میں ہندی لفظ "بیڑہ" ہے جس کو عرب بارجہ

(۱) مروج الذہب مسعودی

(۲) سفرنامہ ابوزید سیرافی صفحہ ۱۲۶ -

کہتے ہیں ، (ہ عربی میں ج سے بدل جاتی ہے) اور اس کی جمع "بوارج" آتی ہے - اور چونکہ سواحل ہند کے بحری ڈاکو انہیں کشتیوں پر ڈاکے ڈالتے تھے اسلئے بعد کو "بوارج" ہندوستانی بحری ڈاکوؤں کو کہنے لگے (۱) جس طرح بحر روم کے دریائی ڈاکوؤں کو "قرصان" کہتے ہیں - اور آج کل کی عربی زبان میں بارجہ جنگی جہازوں کے بیڑہ کو کہتے ہیں -

دوسرا لفظ "دونیج" ہے جس کی جمع "دوانیج" آتی ہے (۲) - یہہ ہندی "ڈونگی" کی عربی شکل ہے - تیسرا لفظ "هوری" اب بھی بمبئی والے ھوڑی بولتے ہیں -

تین لفظ اور ہندوستان یا ہندوستانی جزیروں کی پیداوار ہیں جن کی اصلیت ٹھیک نہیں معلوم - "بلیج" جہاز کی چھت کو کہتے ہیں - "جوش" کشتی کے رسے کو اور "کنبر" ناریل کی چھال کی رسی کو جو جہازوں کے باندھنے اور تختوں کے سینے میں کام آتی تھی - یہہ الفاظ ہندی الاصل ہیں (۳) - ایک لفظ ایسا ہے جو اس زمانہ کی مشرقی بین الاقوامی بحری تجارت کی مختصر تاریخ ہے - یہہ لفظ عربی میں ناخوذہ ہے ، اور اس کی جمع نواخذہ ہے -

---

(۱) کتاب الہند بیرونی ص ۱۰۲ (لندن) عجائب الہند بزرگ ص ۱۱۴ (پیرس) -

(۲) یاقوت حموی کی معجم البلدان لفظ قیس ج ۷ و عجائب الہند بزرگ ص ۶۹ مطبع بریل لیڈن -

(۳) دیکھو سواء السبیل فی المولد والدخیل ڈاکٹر آرنلڈ -

لیکن ہندوستان اُس کی فارسی شکل سے زیادہ واقف ہے ، یعنی ناخدا - یہہ اصل میں ناوخدا ہے ، ناؤ ہندی ہے ، خدا مالک کے معنی میں فارسی ہے - حافظ کہتے ہیں : ما خدا داریم مارا ناخدا درکار نیست -

ہندوستانی پیداوار اور بیوپار

یہ عرب سوداگر ہندوستان اور ہندوستان کے جزیروں سے اپنے ملک کو کیا لے جاتے تھے اس کا سرسری اندازہ اُس بیان سے ہوگا جو سنہ ۱۴ ھ میں ایک عرب سیاح نے حضرت عمر سے کیا تھا کہ "ہندوستان کا دریا موتی ، اُس کا پہاڑ یاقوت ، اور اُس کا درخت عطر ہے" - اس سے معلوم ہوگا کہ چھٹی صدی عیسوی میں اہل عرب ہندوستان سے موتی ، جواہرات اور خوشبو کی چیزیں لے جاتے تھے - نویں صدی عیسوی میں ایک عرب سیاح اس کا سبب بیان کرتا ہے کہ سیراف کے جہاز بحر احمر ہوکر مصر کیوں نہیں جاتے اور جدہ سے لوٹ کر ہندوستان کیوں چلے جاتے ہیں ؟ کہتا ہے "اس لئے کہ وہ چین اور ہندوستان کے سمندر کی طرح جس کے پانی میں موتی اور عنبر ہوتا ہے اور جس کے پہاڑوں میں جواہرات اور سونے کی کانیں ہیں اور جس کے جانوروں کے منھہ میں ہاتھی دانت ہیں ، اور جس کی پیداوار میں آبنوس ، بید ، عود ، کافور ، لونگ ، جوزبوا (جاے پھل) بکم ، صندل ، اور ہر قسم کی خوشبو کی چیزیں ہوتی ہیں اور جس کے پرندوں میں طوطا اور مور ہیں اور جس کی

زمین کا فضلہ مشک اور زباد (ایک جانور کا خوشبودار پسینہ) ھے" - (۱)

ابن خردازبہ (سنہ ۲۵۰ ھ) جو آٹھویں صدی عیسوی کے کچھہ بعد تھا، وہ ھندوستان کی اُن پیداواروں اور بیوپاروں کی جو عرب اور عراق جاتی تھیں، یہ فہرست دیتا ھے: خوشبو لکڑیاں، صندل، کافور، لونگ، جوزبوا (جاے پھل)، کباب چینی، ناریل، اور سن کے کپڑے، اور روئی کے مخملی کپڑے اور ھاتھی، اور سرانديپ سے ھر قسم کے یاقوت، موتی، بلور، اور سنباذج جس سے جواھرات درست کئے جاتے ھیں، اور ملیبار سے سیاہ مرچ اور گجرات سے سیسہ، اور دکھن سے بکم اور وانی اور سندھہ سے کت (ایک دوا)، اور بانس اور بید - (۲)

مسعودی (سنہ ۳۰۳ ھ) اور بشاری (سنہ ۳۷۰ ھ) دونوں نے کھمبایت (کاٹھیاواڑ) کے جوتوں کی تعریف کی ھے، جو یہاں سے بن کر باھر جاتے تھے (۳) - تھانہ (بمبئی) کے کپڑے مشہور تھے وہ یا یہیں بنتے تھے یا اندر ملک سے آتے تھے، مگر اسی بندرگاہ سے باھر جاتے تھے - بہر حال اُن کو تھانہ کے کپڑے کہتے تھے - (۴)

---

(۱) ابوزید سیرافی ص ۱۳۵ پیرس سنہ ۱۸۱۱ ع -

(۲) کتاب المسالک والممالک ابن خردازبہ ص ۷۱ (لیڈن) -

(۳) مروج الذھب مسعودی جلد اول صفحہ ۲۵۳ پیرس، و احسن التقاسیم بشاری (لیڈن) صفحہ ۴۸۲ -

(۴) تقویم البلدان ابوالفدا صفحہ ۳۰۹ -

مسعر بن مہلہل جو سنہ ۳۳۱ ھ میں ہندوستان ایا تھا اور جنوبی ہندوستان کی اس نے سیر کی تھی وہ کولم (واقع تراونکور مدراس) کے حال میں لکھتا ہے : "یہیں وہ مٹی کے برتن (غضائر) (۱) تیار ہوتے ہیں جو ہمارے ملک میں چینی کرکے بکتے ہیں، لیکن در اصل وہ چینی نہیں ہیں کیونکہ چین کی مٹی کولم کی مٹی سے سخت ہوتی ہے، اور آگ پر زیادہ دیر ٹھہر سکتی ہے - کولم کی مٹی (غضائر) کا رنگ میلا ہوتا ہے اور چینی مٹی کا سفید اور دوسرے رنگ - یہاں ساگون کی لکڑی اتنی لمبی ہوتی ہے کہ کبھی ۱۰۰ ہاتھ تک پہنچ جاتی ہے - نیز بقم (بکم) بید، نیزہ کی لکڑی بھی وہاں بہت ہے، اور ریوندچینی، تیزپات جو نہایت کمیاب ہے اور جو آنکھوں کی بیماری میں بہت مفید ہے، اور یہیں سے عود، کافور اور لوبان بھی تاجر لے جاتے ہیں - (۲)"

ہندوستان سے ایک قسم کا زہر بھی باہر جاتا تھا جس کا نام قزوینی نے "بیش" لکھا ہے - یہ "بس" کی خرابی ہے جو ہندی میں زہر کو کہتے ہیں - (۳)

---

(۱) غضائر کا واحد غضارہ ہے، اس کے معنی خوشبو مٹی کے ہیں، مگر غالباً بعد کو یہ چینی کے برتنوں کے معنی میں مستعمل ہوا ہے - (دیکھو معجم البلدان یاقوت ج ۸ ص ۳۴۸ لفظ نہروان -

(۲) آثارالبلاد قزوینی ص ۷۰، گوتنجن (سنہ ۱۸۴۸ ع) -

(۳) ایضاً ص ۸۵ -

الائچی

الائچی جس قدر مفرح اور دل پسند چیز ھے ' اُسی قدر اس کی لغوی اصلیت بھی دلچسپ ھے - کارومنڈل اور ملیبار کے بیچ میں ایک راس کا نام راس ھیلی ھے (۱) - الائچی کا مخزن یہی ھے - خیال یہہ ھے کہ سنسکرت میں اس کو ایل اور فارسی میں اس کو جو ھیل کہتے ھیں ' وہ نام اسی راس ھیلی سے لیا گیا ھے - اُسی ایل سے اردو میں ایلائچی (الائچی) کہتے ھیں جس طرح عود کا نام جو منڈل* (کارو منڈل) سے جاتا تھا ' عربوں میں مندل ھو گیا - (۲)

دسویں صدی عیسوی کے آخر میں مسعودی کہتا ھے کہ " دیپ (مالدیپ اور سنگلدیپ وغیرہ جزائر ھند) سے ناریل اور یہیں سے بقم (بکم) کی لکڑی ' بید ' اور سونا تاجر لے جاتے ھیں " (۳) - مہراج کے جزیروں کی دولت اس طرح وہ بیان کرتا ھے کہ " ان جزیروں میں طرح طرح کی خوشبوئیں ھیں - یہیں سے کافور ' عود ' لونگ ' جائےپھل ' کباب‌چینی ' جاوتری ' بڑی الائچی ' وغیرہ لے جاتے ھیں " (۴) - اور بعض ان جزیروں سے چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر بیٹھکر جو صرف ایک لکڑی کو کھود کر بنا لیتے ھیں ناریل ' گنے ' کیلے ' اور ناریل کا

---

(۱) ابن بطوطہ ج دوم ' و تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۵۴ -

(۲) آثارالبلاد قزوینی (گوتنجن) صفحہ ۸۲ -

(۳) مروج الذھب باب ۱۶ -

(۴) ایضاً -

پانی لے کر آتے ہیں اور لوہا تبادلہ میں لیتے ہیں - (۱)

ابن الفقیہ ہمدانی (سنہ ۳۳۰ ھ) میں لکھتا ہے کہ "ہندوستان اور سندھ کو اللہ تعالے نے یہ خصوصیت دی ہے کہ وہاں ہر قسم کی خوشبو ، جواہرات جیسے یاقوت اور الماس وغیرہ ، اور گینڈا اور ہاتھی اور مور اور عود ، عنبر ، لونگ ، سنبل ، خولنجان ، دار چینی ، ناریل ، هڑ ، توتیا ، بکم ، بید ، صندل ، ساگون کی لکڑی ، اور سیاہ مرچ ، پیدا ہوتی ہے - (۲)

لغت عربی کی قدیم شہادت

اس بات کے جاننے کے لئے کہ ہندوستان سے اہل عرب کیا کیا چیزیں اپنے وطن لے جاتے تھے خود عربی زبان کی لغت میں بعض ذرائع موجود ہیں - عرب میں ہندوستان کی بنی ہوئی تلواریں مشہور تھیں - اسی لئے تلوار کا نام ہندی ، ہندوانی ، مہند ، عام طور سے عربی میں مستعمل ہیں - حسب ذیل الفاظ عربی میں ہندی الاصل ہیں جو اپنی اصلیت اور وطن کا خود پتہ دیتے ہیں - یہ زیادہ تر مسالوں اور خوشبوؤں اور دواؤں سے متعلق ہیں - ہم نے کوشش کی ہے کہ اُن کی اصل ہندی

---

(۱) سلیمان تاجر ص ۱۸ -

(۲) کتاب البلدان ابن الفقیہ الہمدانی ص ۲۵۱ (لیڈن) -

شکل و صورت کا پتا لگایا جائے تاکہ آج اُن کے اهل وطن اُن کو اپنے گھر کے عزیزوں کی طرح پہچان سکیں -

عربی نام	هندی	اردو
صندل	چندن	صندل
مسک	موشکا	مشک
تنبول	تامبول	پان (تنبول)
کافور	کپور	کافور
قرنفل	کنک پھل	لونگ
فلفل	پپلی ، پپلا ،	گول مرچ (اسی سے غالباً انگریزی لفظ پپر بھی ھے -
فوفل	کوبل	سپاری ، ڈلی ،
زنجبیل	زرنجابیرا	سونٹھ ، ادرک
نیلوفر	نیلو پھل	نیلوفر
هیل	ایل	ایلائچی (الائچی)

(دوائیں)

جائفل	جاے پھل	جاےپھل
اطریفل	تری پھل	اطریفل
شخیرہ	شکھر	توتیا
بلیلج	بہیڑا	بہیڑا
هلیلج	هرہ	هلیلہ
بلادر	بھلاتکہ	بھلاوہ

عود ہندی ، قسط ہندی (کٹ) ، ساذج ہندی (تیزپات) ، قرطم ہندی ، اور تمر ہندی (ہندوستانی کھجور) یعنی املی ، یہہ خود اپنی نسبت اپنے ساتھہ رکھتی ہے – عود چونکہ کاروملندل سے جاتی تھی اسلئے عربوں نے اُس کا نام ہی مندل رکھہ دیا – (۱)

(کپڑوں کے اقسام)

عربی	ہندی	
قرفس	کرپاس	ململ
شیت	چھینٹ	
فوطہ	پٹ لنگی وال رومال	

(رنگ)

نیلج	نیل
قرمز	کرمج

(پھل)

موز	موچہ	کیلا
نارجیل	ناریل	
انبج	آم	

(۱) آثارالبلاد قزوینی ص ۸۲ گوٹنجن سنہ ۱۸۳۸ ع –

هندی	عربی
لیمو (اسی سے انگریزی لیمن ہے)	لیمون

یہہ الفاظ اپنی زبان حال سے خود ظاہر کر رہے ہیں کہ کس دیس میں وہ پیدا ہوئے تھے اور کہاں جاکر یہہ نیا رنگ و روپ پیدا کیا -

قرآن پاک میں تین ہندی لفظ -

اس مسئلہ میں اچھا خاصہ علماء میں اختلاف رہا ہے کہ قرآن پاک میں کسی غیر زبان کا لفظ ہے یا نہیں ؟ لیکن فیصلہ یہی ہوا کہ غیر زبان کے ایسے الفاظ موجود ہیں جو عربوں کی زبان میں آکر مستعمل ہو گئے تھے اور وہ اپنی پہلی صورت بدل کر عربی زبان کے لفظ بن گئے - حافظ ابن حجر اور حافظ سیوطی نے قرآن پاک کے اس قسم کے لفظ جمع کئے ہیں - ہم ہندیوں کو بھی فخر ہے کہ ہمارے دیس کے بھی چند لفظ ایسے خوش نصیب ہیں جو اس پاک اور مقدس کتاب میں جگہ پا سکے - پہلے علماء نے جن الفاظ کا ہندی ہونا ظاہر کیا تھا وہ تو لغو و بےبنیاد تھے - مثلاً "ابلعی" کی نسبت یہہ کہنا کہ ہندی میں اس کے معنے "پینے" کے ہیں یا "طوبیٰ" کو ہندی کہنا ، جیسا سعید بن جبیر سے روایت ہے (۱) ، بےبنیاد ہے - مگر اس میں شک نہیں

(۱) دیکھو الاتقان فی علوم القران نوع ۳۸ -

کہ جنت کی تعریف میں اس جنت‌نشان ملک کی تین خوشبوؤں کا ذکر ضرور ہے یعنی مسک ، (مشک) ، زنجبیل (سونٹھہ یا ادرک) اور کافور (کپور) -

توراۃ کی شہادت
عربوں کی ہندوستانی تجارت کی قدامت پر

اوپر کے بیانات اور الفاظ کی لغوی تحقیق کو سامنے رکھکر توراۃ کے ان مختلف حوالوں پر غور کرو - مسیح سے دو ہزار برس پہلے جو عرب تاجر بارہا مصر کو جاتے دکھائی دئے ہیں اُن کا سامان یہہ تھا - بلسان ، صنوبر ، اور دوسری خوشبودار چیزیں (۱) - یمن کی ملکہ حضرت سلیمان کے لئے جو تحفہ سنہ ۹۵۰ ق م میں شام لائی تھی وہ بھی "خوشبو کی چیزیں ، بہت سا سونا ، اور بیش‌قیمت جواہر" (۲) - حزقیال نبی (سنہ ۵۲۸ ق م) کے زمانہ میں اوزال (یمن) سے فولاد ، تیزپات ، اور مسالہ ، عرب ہی ملک شام کو لے جاتے تھے - حزقیال نبی کہتے ہیں کہ "اوزال (یمن) سے تیرے بازار میں آبدار فولاد ، تیزپات ، اور مسالہ بیچنے آتے ہیں" (۳) - یہہ اچھی طرح معلوم ہے کہ لوبان اور قسم قسم کے خوشبو پھول

---

(۱) پیدایش ۳۷ : ۲۶ -

(۲) دوم ایام ۹ : ۹ -

(۳) حزقیال ۲۷ : ۱۹ -

خود یمن میں پیدا ہوتے تھے مگر آبدار فولاد (تلوار)، تیزپات، اور مسالوں کا ملک ہندوستان ہی تھا، اور تلوار، تیزپات اور مسالوں کا ملک وہی آج بھی ہے - اس سے صاف ظاہر ہے کہ عربوں کے ہندوستان کے تجارتی تعلقات مسیح سے کم از کم دو ہزار برس پہلے سے ہیں -

ہندوستان کی پیداوار اور بیوپار
عرب سیاحوں کی نظر میں

ہندوستانی پھلوں میں سب سے پہلی چیز ان کی نظر میں ناریل ہے - نویں صدی عیسوی کا عرب سیاح ابوزید کہتا ہے کہ "عمان کے عرب یہہ کرتے ہیں کہ وہ ان مقامات میں جہاں ناریل ہوتے ہیں بڑھئیوں کے اوزار لے کر چلے جاتے ہیں - پہلے وہ ناریل کا درخت کاٹ کر سوکھنے کو چھوڑ دیتے ہیں، جب وہ سوکھہ جاتا ہے تو اس کے تختے کاٹ ڈالتے ہیں، اور ناریل کی چھال کو بٹ کر رسی تیار کرتے ہیں، اور اسی سے تختوں کو سی کر کشتی تیار کرتے ہیں اور اسی کا مستول بناتے ہیں، اور اس کے جھونجھے کو بن کر پال تیار کرتے ہیں - جب یہہ جہاز بن کر تیار ہو چکتے ہیں، تو پھر اُن میں ناریل بھرتے ہیں، اور ان کو بھر کر عمان لاتے ہیں، اور بڑی دولت حاصل کرتے ہیں -" (۱)

---

(۱) ابوزید ص ۱۳۱ -

ناریل کے بعد وہ لیموں اور آم کے نام بہت تعجب سے لیتے ہیں - ابن حوقل (سنہ ۳۵۰ ھ) سندھ کے ذکر میں کہتا ہے "اُن کے ملک میں سیب کے برابر ایک پھل ہوتا ہے جس کو "لیموں" کہتے ہیں جو بہت کھٹا ہوتا ہے، اور ایک اور میوہ اُن کے یہاں ہوتا ہے جو شفتالو کی طرح ہوتا ہے، اُس کا نام "انبج" یعنی آم ہے، جس کا مزہ بھی شفتالو کے قریب ہوتا ہے -" (۱)

آم کے ہندی عاشق ذرا آم کی یہ عربی قدردانی ملاحظہ فرمائیں -

مسعودی کا بیان ہے کہ "نارنگی اور لیموں بھی ہندوستان کی خاص چیزیں ہیں - یہہ عرب میں تیسری صدی ہجری میں ہندوستان سے لائے گئے، اور پہلے عمان میں، پھر وہاں سے عراق و شام تک پہنچے، یہاں تک کہ وہ شام کے ساحلی شہروں اور مصر میں گھر گھر پھیل گئے" - مگر اُن میں مسعودی کہتا ہے کہ "وہ ہندوستان کا مزہ نہیں -" (۲)

ابن حوقل (سنہ ۳۵۰ ھ) سندھ اور گجرات کی پیداوار اور بیوپار کا یہہ حال بیان کرتا ہے :

---

(۱) ابن حوقل ص ۲۲۸ -

(۲) مروج الذہب جلد ۲ ص ۴۳۸ یورپ -

منصورہ ، جس کا پرانا نام برھمن آباد ھے - یہاں لیموں اور آم ھیں اور گنے بھی ھیں ، نرخ سستے ھیں سرسبزی ھے -

آلور ، بڑائی میں ملتان کے برابر ھے ، شہر پناہ ھے ، دریائے سندھ کے کنارے ھے ، نہایت سرسبز و شاداب اور بڑے بیوپار کی جگہ ھے -

دیبل ، دریائے سندھ کے پورب سمندر پر ھے - یہہ بہت بڑی منڈی ھے ، اور مختلف قسم کی یہاں تجارتیں ھیں ، یہہ اس ملک کا بندرگاہ ھے ، غلے بھی ھیں ، یہاں کی آبادی صرف تجارت اور بیوپار کی وجہ سے ھے -

کامہل - کامہل سے مکران تک بودھوں اور میدیوں کا ملک ھے - یہاں دو کوھان والے اونٹ ھوتے ھیں جن کی خراسان اور فارس میں نسل لینے کے لئے بڑی قدر ھے -

قندابیل - یہہ بودھوں کا تجارتی شہر ھے ، مکانات چھپروں اور جھونپڑیوں کے ھیں -

جیمور اور کھنبایت (گجرات و کاٹھیاواڑ) - یہاں زیادہ تر چاول ھے ، اور شہد بھی بہت ھے -

کلوان - یہاں غلوں کی کثرت ھے ، پھل کم ھیں ، جانور اور مویشی زیادہ ھیں -

کیزکانان (قزدار کا پایہ‌تخت) - ارزانی ھے - یہاں انگور اور انار اور سرد میوے ھیں ، کھجوریں نہیں ھیں -

قنجبور - مکران کا سب سے بڑا شہر ہے - یہاں گلے ، چھوہارے اور فانیذ (ایک قسم کا حلوا) بنتا ہے جو یہاں سے تمام دنیا میں جاتا ہے -

قندابیل - یہہ ہندوستان کے غلوں کی بڑی منڈی ہے -

اس کے بعد بشاری مقدسی (سنہ ۳۷۵ ھ) کا بیان نہایت مفصل ہے - وہ ایک ایک شہر کا حال بیان کرتا ہے -

ویہند - یہہ منصورہ سے بڑا شہر ہے ، نہایت پاک و صاف شہر ہے ، نہایت اچھے پھل ، بڑے بڑے درخت ، ارزاں نرخ ، شہد ایک درھم کا تین من (عربی میں من بہت چھوٹا ہوتا تھا) ؛ روٹی اور دودھہ کی ارزانی کا حال مت پوچھو ، اخروٹ اور بادام کے درخت بکثرت ہیں -

قنوج (ملتان کے پاس) - بڑا شہر ہے ؛ شہر پناہ ہے ، یہاں گوشت بہت سستا ہے - باغ بکثرت ہیں ، منڈی بہت نفع بخش ہے ، کیلے یہاں سستے ہیں مگر گیہوں بہت کم ہے - اُن کی غذا زیادہ چاول ہے -

ملتان - منصورہ کے برابر ہے - وہاں سے زیادہ یہاں پھل نہیں ، لیکن ارزانی وہاں سے زیادہ ہے - روٹی ایک درھم میں ۳۰ من ، فانیذ حلوا ایک درھم کا ۳ من ، تجارت میں یہاں کے تاجر جھوٹ نہیں بولتے ، یہاں کی تجارت کا حال بہت اچھا ہے -

طوران سے فانیذ حلوا، سندان سے چاول اور کپڑے جاتے ہیں - اور پورے سندھ میں فرش فروش بہت اچھے تیار ہوتے ہیں، باریک کپڑے اور ناریل، اور منصورہ سے کھنبایت کے بنے ہوئے جوتے، اور سندھ سے ہاتھی اور ہاتھی دانت اور بیش قیمت چیزیں اور عمدہ دوائیں باہر جاتی ہیں - اور یہاں کی خاص پیداوار دو پھل ہیں - ایک کا نام لیموں ہے، اور دوسرے کا آم، جو بہت لذیذ ہوتا ہے - مشرق اور فارس میں جو عمدہ بلخی اونٹ ہوتے ہیں - وہ سندھی ہی اونٹوں سے نسل لے کر تیار کئے جاتے ہیں، اور یہہ سندھی اونٹ جن کو پالہ (فالج) کہتے ہیں اُن کے دو کوہان ہوتے ہیں اور وہ اتنے قیمتی ہوتے ہیں کہ دوسرے ملکوں میں صرف بادشاہ ہی کی سواری میں وہ کام آتے ہیں - اسی طرح کھنبایت کے جوتوں کی بھی قدر ہے - (۱)

مسعودی نے ہندوستان کے مور کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ "گو ہندوستان سے لے جاکر عراق وغیرہ میں اُن کی نسل لے جائی گئی اور تیار کی گئی مگر وہ ہندوستان کا قد و قامت اور رنگ و روپ اُن میں نہیں" - (۲)

---

(۱) احسن التقاسیم فی معرفة الاقالیم، بشاری مقدسی ص ۴۷۴—۴۸۲ (لیڈن) -

(۲) مروج الذهب جلد ۲ ص ۴۳۸ (لیڈن) -

ھندوستان کے باریک کپڑوں کی تعریف ہمیشہ سے ھے، اور ھر قوم کے بیانات سے اس کا ثبوت ملتا ھے کہ یہاں نہایت باریک کپڑے بنے جاتے تھے - کہا جاتا ھے کہ مصری ممی جن باریک کپڑوں میں لپٹی ہوئی ملتی ھے وہ ھندوستان ھی کی ساخت کے ھیں - بہر حال یہہ تو قیاس ھے مگر آٹھویں صدی عیسوی کا ایک عرب سیاح سلیمان ھندوستان کے ایک مقام کی نسبت لکھتا ھے کہ "یہاں جیسے کپڑے بنے جاتے ھیں ویسے کہیں نہیں بنے جاتے اور اتنے باریک ھوتے ھیں کہ ایک "پورا کپڑا" (یا تھان) ایک انگوٹھی میں آجاتا ھے - یہہ کپڑے سوتی ھوتے ھیں - اور ھم نے وہ کپڑے خود بھی دیکھے ھیں" - (۱)

عرب گینڈے کی سینگھ بھی یہاں سے چین لے جاتے تھے - اُس میں تصویریں بن جاتی تھیں - اُس کی پیٹی بنتی تھی جو اس قدر بیش قیمت ھوتی تھی کہ ایک ایک کی قیمت چین میں دو دو تین تین ھزار اشرفی ھوتی تھی - (۲)

ایک جانور جس کے پسینہ سے خوشبو نکالتے تھے اس کو عرب تاجر ھندوستان سے مراکش تک لے جاتے

---

(۱) سفرنامہ سلیمان تاجر صفحہ ۳۰ (پیرس) -

(۲) ایضاً صفحہ ۳۱ -

تھے (۱) - کالا نمک بھی ہندوستان سے باھر جاتا تھا - (۲)

پان (تنبول) کا مفصل بیان عربوں میں مسعودی نے کیا ھے . جو تقریباً آج سے نو سو برس پہلے کا بیان ھے - کہتا ھے ''پان (تنبول) ایک قسم کا پتہ ھوتا ھے جو ھندوستان میں پیدا ھوتا ھے - اس کو چونا اور ڈلی ملا کر جب کھاتے ھیں تو انار کے دانوں کی طرح دانت لال ھو جاتے ھیں اور منھہ خوشبو ھو جاتا ھے اور قلب میں فرحت ھوتي ھے اور اھل ھند سپید دانت اور جو پان نہیں کھاتا اس کو ناپسند کرتے ھیں'' - خیر پان کا بیان تو یہاں ضمنی ھے ، اُس زمانہ میں پان جیسي نازک چیز عرب نہیں پہنچ سکتی تھی ، مگر ڈلی برابر پہنچتی تھی - سنہ ۳۰۵ ھ میں مسعودی کہتا ھے کہ ''اب آج کل یمن اور حجاز میں مکہ میں لوگ ڈلی بڑی کثرت سے کھانے لگے ھیں'' (۳) - اب آج ھمارے زمانہ میں تو پان عدن تک سرسبز و شاداب اور مکہ میں سوکھے کثرت سے پہنچنے لگے ھیں - یہ ھندوستانیوں کی وضعداری کی برکت ھے - بہر حال ڈلی ھندوستان سے عرب اُسی زمانہ سے جا رھي ھے - عود عرب میں راس‌کماري کا

---

(۱) تحفۃ الاحباب ابو حامد غرناطی صفحہ ۳۹ (پیرس) -
(۲) مفاتیح العلوم خوارزمی صفحہ ۲۵۹ (لیڈن) -
(۳) مروج الذهب ج ۲ ص ۸۳ (پیرس) -

مشہور تھا ' اور یہیں سے جاتا تھا ' (۱) اور چونکہ وہ راس کماری کو قمار کہتے تھے اس لئے عود قماري اُن کے ہاں مشہور تھا - مشک تبت سے لاتے تھے ' (۲) الماس کشمیر کے پہاڑ سے آتا تھا - (۳)

ہندوستان کی بحری در آمد

یہہ چیزیں تو خیر ہندوستان سے باہر جاتی تھیں ' مگر ان کے بدلے اہل عرب ہندوستان والوں کو لاکر دیتے تھے - جزائر والے تو اپنی ضرورت کی چیزیں لیتے تھے ' جیسے کپڑے - بعض جزیروں کے متعلق عربوں نے لکھا ھے کہ وہاں لوگ ننگے رہتے ہیں ' وہ کپڑے نہیں لیتے ' لوہا لیتے ہیں - (۴)

تیسری صدی ہجری میں (نویں صدي عیسوی میں) سندھہ کے طلائی سکوں کی ہندوستان میں مانگ رہتی تھی - وہاں کی ایک اشرفی یہاں تین تین اشرفی کو بکتی تھی - مصر سے زمرد کی انگوٹھی بن کر یہاں آتی تھی جو تکلف کے ساتھہ ڈبیوں میں رکھی ہوتی تھی - مرجان اور ایک اور معمولی پتھر کی جس کا نام دھنج

---

(۱) سفر نامہ سلیمان و ابوزید صفحہ ۹۳ و ۱۳۰ -

(۲) ایضاً صفحہ ۱۱۱ -

(۳) عجائب الہند بزرگ صفحہ ۱۲۸ (پیرس) -

(۴) سفر نامہ سلیمان و ابوزید ص ۹ -

تھا یہاں مانگ تھی (۱) - شراب بھی مصر سے یہاں آتی تھی (۲) ' اور روم سے ریشمی کپڑے اور سمور اور پوستین اور تلواریں آتی تھیں (۳) ' فارس سے گلاب کا عرق جو مشہور تھا ہندوستان آتا تھا (۴) - بصرہ سے دیبل (سندھ) کی بندرگاہ میں کھجوریں آتی تھیں (۵) ' کارومنڈل میں عرب سے گھوڑے آتے تھے - (۶)

کیا اہل ہند بھی جہازراں تھے ؟

ہندوستان کی خشکی اور تری کی ہر قسم کی بیرونی تجارت کے بیان میں کہیں ہندوؤں کا نام نہیں آتا ' اور نہ ہندوؤں کا نام دریائی سفر کرنے والوں اور جہاز چلانے والوں میں کسی نے ذکر کیا ہے - یونانیوں سے لے کر عربوں تک کی تاریخ جغرافیے اور سفرنامے اس سے خالی ہیں اور ہر جگہ ہندوستان کے بحری تاجروں کی حیثیت سے یونانیوں ' رومیوں اور عربوں ہی کے نام آتے ہیں یہاں تک کہ مارکوپولو کے سفرنامہ میں بھی عربوں ہی کے نام ہیں '

---

(۱) سفرنامہ سلیمان و ابوزید ص ۱۳۵ -

(۲) ابن حوقل ص ۲۳۱ -

(۳) ابن خردازبہ ص ۱۵۳ (لیڈن) -

(۴) ابن حوقل ص ۲۱۳ -

(۵) تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۴۹ -

(۶) ایضاً ص ۳۵۵ -

اور اسی بنا پر الفنسٹن صاحب وغیرہ نے یہہ خیال ظاہر کیا ھے کہ دریائے سندھہ اور گنگا میں کشتی اور ڈونگی اور سمندر کے کنارے کنارے ایک بندر سے دوسرے بندر تک جانے کے سوا ھندوؤں نے سمندر کو پار کرنے کی همت نہیں کی یہاں تک کہ سکندر کے زمانہ میں بھی دریائے سندھہ میں یونانیوں کو نہ تو جہاز ملے اور نہ جہاز چلانے والے - ھاں ، چھوٹی چھوٹی ڈونگیوں اور ناؤں پر مچھوے البتہ ان کو ملتے رھے - ھاں ، کارومنڈل کے لوگ بے شک جزائر جاوہ میں جانے کی ھمت کرسکے - (۱)

لیکن ھمیں ان صاحبوں کی اس تحقیق سے اختلاف ھے - ھمارا خیال ھے کہ کل ھندو نہیں لیکن کم از کم سندھہ اور گجرات کے لوگ اس سے مستثنی ھیں ، بلکہ منوجی کی شاستر میں ایک ایسا فقرہ ھے جو اس بات کو ظاھر کرتا ھے کہ اُس زمانہ کے ھندوؤں میں کچھہ لوگ ایسے تھے جو سمندر کے سفر سے آگاہ تھے ، وہ فقرہ یہہ ھے (۲) :-

"سمندر کے راستہ میں خیر و عافیت ، ملک ، وقت ، مطلب ، ان چار کے دیکھنے والے جو سود قرار دیں وہ سود لینا - "

(ادھیایہ ۸ : ۱۵۷) -

---

(۱) الفنسٹن کی تاریخ ھند ، دسواں باب (تجارت) -

(۲) منوشاستر ترجمہ اردو لالہ سوامی دیال نولکشور -

یونانی مؤرخ آرین (Arrian) سکندر کے حال میں بیان کرتا ہے کہ "ہندوستان میں اُس کو اپنے جہازات خود تیار کرانے پڑے -" مگر ساتھہ ہی یہہ بھی لکھتا ہے کہ "ہندوؤں کی چوتھی ذات میں وہ ہیں جو جہاز بناتے ہیں ، چلاتے ہیں ، یا کھیتے ہیں ، (ملاح) ایسے جو دریاؤں کو پار کرلیتے ہیں -" (۱)

یونانیوں کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بحر احمر کے دھانہ کے ایک جزیرہ میں جو شاید سقوطرہ ہو ، عربوں اور یونانیوں کے ساتھہ کچھہ ہندوؤں کی بھی آبادی تھی - (۲)

اس میں کسی قسم کا شک و شبہہ نہیں کہ مالدیپ ، لنکا ، جاوا اور دوسرے ملائی جزیروں کا اچھا خاصہ حصہ ہندو آبادی پر مشتمل تھا - اُن کے رسوم اور مذہب بلکہ اُن کی زبان تک ہندو ہونے کو ظاہر کرتی ہے - عرب سیاحوں اور تاجروں نے اسی لئے ان جزیروں کو ہند کا ٹکڑا یقین کیا اور اسی حیثیت سے اُن کا ذکر کیا ، بلکہ نویں صدی عیسوی کا سیاح ابوزید کہتا ہے کہ "راس کماری بھی جاوہ کے مہراج نے فتح کر لیا تھا" - (۳)

---

(۱) الفنسٹن جلد اول صفحہ ۱۸۲ -

(۲) ایضاً صفحہ ۱۸۳ -

(۳) ابوزید صفحہ ۹۷ -

یہہ بات خاص خیال کے قابل ھے کہ عربوں نے جاوہ کے بادشاہ کو ہمیشہ مہراج کہا ھے اور اُن جزیروں کو مہراج کی مملکت بیان کیا ھے -

لیکن اس سے زیادہ یہہ کہ نویں صدی عیسوی میں ابوزید سیرافی اس سلسلہ میں کہ "اهل هند ایک ساتھہ مل کر نہیں کھاتے" کہتا ھے کہ "چنانچہ یہہ ھندو سیراف (عراق کی بندرگاہ) آتے ھیں اور کوئی (عرب) تاجر اُن کی دعوت کرتا ھے ' تو وہ کبھی سو اور کبھی سو سے زیادہ ھوتے ھیں مگر ان کے لئے اس کی ضرورت ھوتی ھے کہ ھر ایک کے سامنے علیحدہ ایک طبق رکھا جائے جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ھو" (۱) - اس فقرہ سے صاف ظاھر ھے کہ عراق کی بندرگاہ میں بکثرت اور بڑی تعداد میں وہ کم از کم عربوں کے عہد میں آنے جانے لگے تھے - ھندوؤں کا کشمیر زیریں (پنجاب) سے سندھہ تک دریا کا سفر کرتے رھنا اهل عرب نے بھی بیان کیا ھے - (۲)

اس سے زیادہ ایک اور ثبوت ھے کہ بزرگ بن شہریار ناخدا نے اپنی کتاب عجائب الھند میں بیسوں مقامات پر "بانانیہ" یعنی بنیا کے نام سے جہاز کے دوسرے مسافروں کی طرح ھندوستانی بیوپاریوں کا نام لیا ھے '

---

(۱) ابوزید ص ۱۳۶ -

(۲) عجائب الھند صفحہ ۱۰۴ -

بلکہ ایک جگہ اُس نے دو لفظ علیحدہ علیحدہ استعمال کئے ھیں یعنی "بانانیہ" اور تاجر" (۱)، جس سے مقصود ھندو بیوپاری اور عرب تاجر ھیں - عرب میں آج تک ھندو بیوپاری اور تاجر "بانیہ" اور جمع کی صورت میں "بانانیہ" ھی کہلاتے ھیں، اور عراق، بحرین، عمان، سودان، مصوع، پورٹ سعید، اور قاھرہ (مصر) میں ان کی آج بھی تجارتیں ھیں - حجاز اور مصر کے سفر میں ان بنیوں سے میری ملاقاتیں ھوئی ھیں -

یہہ روزمرہ کی بازاری عربی زبان اس خوبی سے بولتے ھیں کہ ھمارے یہاں کے اچھے مولوی ان کا منھہ تاکتے رھیں - یہہ لوگ زیادہ تر سندھی، ملتانی، اور گجراتی ھوتے ھیں جو خدا جانے کب سے ان ملکوں میں آمد و رفت رکھتے ھیں - چنانچہ سنہ ۳۰۰ھ میں بھی یہہ لوگ عدن کے پاس عرب جہازوں میں بیٹھے نظر آتے ھیں - (۲)

بحر ھند کے جہازات

ھندوستان کے سمندر میں جو جہازات چلتے تھے اور جو بحر روم میں چلتے تھے ان دونوں میں ایک خاص

---

(۱) عجائب الھند ص ۱٦۵ -

(۲) ایضاً صفحہ ۱۳۷ -

فرق تھا - بحر روم کے جہازوں کے تختے لوہے کی کیلوں[1] سے جڑے جاتے تھے اور بحر ہند کے جہازوں کے تختے ڈوری سے سئے جاتے تھے (۱) - یہہ جہاز کتنے بڑے ہوتے تھے اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ ان میں دو دو منزلیں ہوتی تھیں ، علیحدہ علیحدہ کمرے ہوتے تھے - پانی پینے اور کھانے کا ذخیرہ ہوتا تھا - مسافروں کے علاوہ سامان تجارت اور اسباب کے گودام ہوتے تھے - جہازوں میں کام کرنے والے خلاصی اور ملاح اور حفاظت کرنے والے تیرانداز سپاہی خود ایک ہزار ہوتے تھے (۲) - بزرگ بن شہریار ناخدا سنہ ۳۰۶ ھ کا ایک قصہ سناتا ہے :-

"سنہ ۳۰۶ ھ میں سیراف سے ایک جہاز پر میں ہندوستان چلا ، ہمارے ساتھہ عبداللہ بن جنید کا جہاز اور سیاح کا جہاز بھی تھا - اور یہہ تینوں جہاز بہت بڑے تھے ، اور سمندر کے ممتاز جہازوں میں تھے ، اور ان کے ناخدا اور ملاح بہت مشہور تھے - اور ان تینوں جہازوں میں تاجر ، ملاح ، بنیا وغیرہ ملاکر بارہ سو آدمی تھے اور ان میں مال و اسباب اس کثرت سے تھا جس کا

(۱) سفر نامہ سلیمان صفحہ ۸۸ -

(۲) سفر نامہ ابن بطوطہ جلد ۲ (سفر چین) -

اندازہ نہیں جب گیارہ دن کے بعد تھانہ
(بمبئی) کے نشانات ملے'' - (۱)

اس سے اندازہ ہوگا کہ یہہ جہاز اتنے بڑے ہوتے تھے کہ سامان و اسباب اور خلاصیوں اور ملاحوں کے علاوہ چار سو آدمی آرام کے ساتھہ سفر کر سکیں - چین جانے والے جہاز اتنے بڑے ہوتے تھے کہ اُن میں صرف جہاز کے تعلق کے ایک ہزار آدمی ہوتے تھے - چھہ سو جہاز چلانے کے لئے اور چار سو تیرانداز اور نفطہ پھینکنے والے سپاہی ' باقی مسافروں کا اندازہ کر لیجئے - ہر بڑے جہاز پر تین چھوٹی کشتیاں وقت بے وقت کے اتفاقات کے لئے ہوتی تھیں - (۲)

بحری تجارت کی دولت

بحر ہند کی تجارت سے ہندوستان اور عرب دونوں کو جو فائدے پہنچے تھے ان کا اندازہ بعض واقعات سے ہوتا ہے - ولبھہ رائے کا پایہ تخت مہانگر ''سونے کا شہر'' کہلاتا تھا - مہراج کا پایہ تخت (جزیرہ جاوہ) کے بازار میں دکانوں کا شمار نہ تھا ' فقط صرافی کی دکانیں اس بازار میں ۸۰۰ تھیں (۳) - عمان میں موتیوں کا ایک تاجر تھا '

(۱) عجائب الهند ص ۱۶۵ و ۱۳۷ -
(۲) سفر نامہ ابن بطوطہ جلد ۲ (کالی کٹ کا بیان) -
(۳) عجائب الهند ص ۱۳۷ -

اس نے ایک دفعہ دو نادر روزگار موتی پائے جن کی قیمت بغداد کے خلیفہ نے ایک لاکھ درہم ادا کی (۱) - ایک ناخدا کا بیان ہے کہ "سنہ ۳۱۷ ھ میں کلہ (ہند) سے عمان سامان تجارت لے کر گیا، ہمارے جہاز پر اتنا مال و اسباب تھا کہ عمان کے حاکم نے ہمارے جہاز سے ۲ لاکھ دینار ٹیکس لیا۔ یہہ اُس لاکھہ دینار کے علاوہ جس کو اس نے اپنی مہربانی سے معاف کردیا یا لوگوں نے چوری سے اُس کو چھپا لیا اور ظاہر نہیں کیا (۲) - اسی سال سراندیپ سے ایک اور جہاز آیا جس نے اپنا محصول چھہ لاکھہ ادا کیا (۳) - عمان میں اسحاق نام ایک یہودی تھا جو دلالی کا کام کرتا تھا - وہ ایک اور یہودی سے لڑ کر ہندوستان چلا آیا، پھر چین چلا گیا اور تیس برس میں اتنی دولت پیدا کی کہ خود جہازوں کا مالک ہوگیا اور آخرکار تیس برس کے بعد سنہ ۳۰۰ ھ میں وہ پھر عمان آیا تو اُس نے عمان کے حاکم کو ایک لاکھہ درہم کی رشوت اس لئے دی کہ اس کا اسباب سرکاری طور سے دیکھا بھالا نہ جائے - اس کے پاس مشک کا ذخیرہ اتنا تھا کہ ایک دفعہ اس نے ایک لاکھہ مثقال (تولہ) مشک صرف ایک سوداگر کے ہاتھہ فروخت کی اور اس کے علاوہ ۲۰ ہزار اشرفی کی مشک دو دوسرے سوداگروں کے ہاتھہ

---

(۱) عجائب الہند ص ۱۳۲ -

(۲) ایضاً صفحہ ۱۳۰ -

(۳) ایضاً صفحہ ۱۵۸ -

بیچی (۱) - ایک اور شخص جو نہایت غربت کی حالت میں عمان سے روانہ ہوا تھا وہ واپس آیا تو پورا جہاز اس کے مال و اسباب سے لدا ہوا تھا جس میں دس لاکھہ اشرفی کی تو مشک تھی اور اسی قیمت کے ریشمی کپڑے اور جواہرات تھے - اس سے محصول ۵ لاکھہ دینار وصول کیا گیا - (۲)

دوسری طرف ان عرب تاجروں سے ہندوستانی سواحل کے راجاؤں کو بھی بڑی آمدنی ہوتی تھی - اسی لئے وہ ان کی بڑی قدر کرتے تھے (۳) - ابن بطوطہ نے جنوبی ہند کے ساحلی شہروں کا سفر کرتے ہوئے جابجا لکھا ہے کہ یہہ ہندو راجہ ان عرب جہازرانوں کو اس لئے ناخوش نہیں ہونے دیتے کہ ان کے ملک کی آمدنی انہیں کی آمد و رفت سے ہے - کالی کٹ اور کارومنڈل کے راجہ اس بحری تجارت کی بدولت لاتعداد دولت کے مالک تھے - کارومنڈل کے ایک راجہ کے مرنے پر اُس کے ایک مسلمان کارکن کو جو سونا اور جواہرات هاتھہ آئے ان کے اُٹھانے کے لئے سات ہزار بیلوں کی ضرورت تھی (۴) - اسی کارومنڈل کو جب علاؤالدین خلجی کے سپہ سالار ملک کافور نے ایک دفعہ فتح کیا تو اُس کو

---

(۱) عجائب الهند صفحه ۱۰۸ -

(۲) معجم البلدان یاقوت لفظ قیس -

(۳) ایضاً لفظ قیس -

(۴) جامع التواریخ مندرجۂ الیٹ جلد اول صفحه ۶۹ و ۷۰ و تاریخ وصاف مندرجۂ الیٹ جلد ۲ صفحه ۳۲ و ۵۳ -

سرکاری خزانہ سے دوسری چیزوں کے علاوہ "چھیانوے ہزار من سونا (۱) اور پانچ سو من موتی (۲) اور جواہرات ملے" موتی اور جواہرات کی قیمت کو چھوڑ کر چھیانوے ہزار من سونا کیا کم چیز ہے ؟ علاؤالدین کے زمانہ میں تیرہ چودہ سیر کے قریب من ہوتا تھا یعنی انگریزی حساب سے ۲۸ پونڈ کے برابر - اس لحاظ سے صرف اس سونے کا حساب ۲۶ لاکھ ۸۸ ہزار پونڈ ہوتا ہے ۔

کارومنڈل کی تجارت تمام تر عرب ، عراق ، اور فارس کے سواحل سے تھی - تفصیل آگے آئیگی -

بحر روم سے ہندوستان کا دوسرا بحری
راستہ عربوں نے دریافت کرلیا تھا

اوپر گذر چکا ہے کہ کس طرح پرتگالی جہازرانوں نے بحر روم کو چھوڑکر افریقہ کی پشت پر سے ہندوستان کا راستہ پایا ، اور یہہ سمجھا جاتا ہے کہ یہہ دریافت انہیں جہازرانوں کی کوششوں کی ممنون ہے - لیکن یہہ سن کر تعجب ہوگا کہ اس دریافت کی عزت ان سے سیکڑوں برس پہلے ان عرب تاجروں کو حاصل ہے ، جو بحر ہند میں اپنا جہاز چلایا کرتے تھے - یہہ معلوم ہو چکا ہے کہ ہندوستانی سمندر اور رومی سمندر کے جہازوں کی ساخت میں کیا فرق تھا - بڑا فرق یہہ تھا کہ

---

(۱) تاریخ ضیابرنی صفحہ ۳۳۳ - مطبوعہ کلکتہ -

(۲) خزائن‌الفتوح امیر خسرو مطبوعہ علی‌گڈھہ صفحہ ۱۷۸ -

بحر روم کے جہازوں کے تختے لوہے کی کیلوں سے جڑے جاتے تھے اور ہندوستانی سمندر کے جہازات مضبوط رسی سے جو کھجور یا ناریل کی چھال سے تیار ہوتی تھی ' سی جاتی تھی - سلیمان تاجر جو سنہ ۲۳۷ ھ میں تھا جس کا بار بار نام آچکا ھے ' وہ اپنے سفرنامہ میں ایک جگہہ لکھتا ھے :

"ان باتوں میں جو ہمارے زمانہ میں نئی معلوم ہوئیں اور ہم سے پہلے لوگوں کو اُن کا علم نہ تھا ایک یہہ ھے کہ کسی کو اس کا پہلے وہم و گمان بھی نہ تھا کہ وہ سمندر جس پر ہندوستان اور چین واقع ہیں وہ کس طرح سے بحر شام (بحر روم یعنی میڈیٹرینین سی) سے ملا ہوا ھے ' اور اس پر کوئی دلیل بھی ان کے پاس نہ تھی ' مگر ہمارے زمانہ میں یہہ ہوا کہ عربوں کے کچھہ سئے ہوئے جہازوں کے تختے جو بحر ہند میں توٹ گئے تھے اور جن کے مسافر ڈوب گئے تھے وہ بحر اخضر ہوکر بحر روم میں پائے گئے - اس سے یہہ بات بخوبی ثابت ہو گئی کہ بحر ہند چین پر چکر کھاکر بحر روم میں جاکر مل گیا ھے ' کیونکہ سئے ہوئے جہاز صرف سیراف میں بنتے

تھے - اور روم و شام کے جہاز کیلوں سے
جڑے جاتے ہیں " - (۱)

واسکو ڈی گاما کو ہندوستان کس نے پہنچایا ؟

اس میں شک نہیں کہ افریقہ کی پشت پر سے ہوکر پرتگالی جہازران آخرکار بحر ہند میں داخل ہو گئے ، تاہم اُنھوں نے ہندوستان کا پتہ نہ پایا - اس کو پرتگالی مانتے ہیں ، اور خود بدقسمت اہل عرب بھی کہتے ہیں کہ ان پرتگالیوں کو ہندوستان تک ایک عرب ہی جہازران نے پہنچایا - اس کا نام ابن ماجد اور اسدالبحر یعنی " دریا کا شیر " اُس کا خطاب تھا - بحر ہند کی جہازرانی کے فن پر اس کی متعدد کتابیں عربی میں کتبخانہ پیرس میں موجود ہیں - چند سال ہوئے کہ پیرس کے مشرقی کتابوں کے پبلشر پال گاتھنر نے دو جلدوں میں ان کو شائع کر دیا ہے - تیسری جلد میں عربوں کے فن جہاز رانی اور آلات جہازرانی پر پوری بحث ہے - اس تیسری جلد میں " البرق الیمانی فی الفتح العثمانی " کے حوالہ سے جو اسی زمانہ کی یمن کی تاریخ ہے ، پرتگالیوں کے آنے اور ہندوستان کی تلاش میں اُن کی سرگردانی اور ابن ماجد شیر دریا کا ان پرتگالی لومڑیوں کے پھندے میں پھنس کر نشہ کی حالت میں

---

(۱) سفر نامہ سلیمان صفحہ ۸۸ -

ان کو ہندوستان پہنچا دینا تفصیل کے ساتھہ مذکور ہے -

ع خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہئے -

ہندوستان کی سیاہ مرچیں اور یورپ

یورپ کے ابتدائی مشرقی تاجر جو سترھویں صدی سے ہندوستان آنا شروع ہوئے سب کو معلوم ہے کہ وہ سیاہ مرچوں کے زیادہتر دلدادہ و شیدا تھے ، اور انھیں کو ہندوستان سے لاد لاد کر لے جاتے تھے - مگر تیرھویں صدی کا ایک عربی کا جغرافیہ نویس زکریا قزوینی (سنہ ۶۸۲ ھ) غالباً اپنی کسی پیشرو کی کتاب میں دیکھہ کر ملیبار کے حال میں بیان کرتا ہے :-

" یہہ سیاہ مرچیں انتہائی مشرق سے لے کر انتہائی مغرب تک جاتی ہیں ، اور ان کے سب سے زیادہ شائق اہل فرنگ ہیں ، جو ان کو شام میں بحر روم سے لے کر اقصائے مغرب کو لے جاتے ہیں " - (۱)

غالباً ترکوں نے قسطنطنیہ فتح کرکے اور بحر روم پر قبضہ کرکے ہندوستان کی انھیں سیاہ مرچوں کے مزے سے

---

(۱) آثار البلاد قزوینی جلد ۳ صفحہ ۸۲ گوٹنجن -

ان کو محروم کر دیا ، اور آخر انہیں کے لئے جان جوکھوں میں ڈال کر وہ دوسرے دریائی راستہ سے ہندوستان آئے تاکہ یہ تحفہ کسی نہ کسی طرح اپنے ملک پہنچا سکیں -

ایک عرب ہندوستانی کا وطنی گیت

اس بات کا خاتمہ ہم ایک عرب ہندوستانی محب وطن کے عربی گیت یا نظم پر کرتے ہیں جو اُس نے کسی معترض کے جواب میں ہندوستان کی خوبیوں اور اُس کی پیداواروں کی تعریف میں لکھی ہے (۱) - اُس شاعر کا نام ابو ضلع سندھی ہے ، اور جس کے وجود کا زمانہ بہر حال سنہ ۶۸۲ ھ سے پہلے ہوگا ، اور عجب نہیں کہ تیسری یا چوتھی صدی ہو ، کیونکہ سندھ میں عربوں کے دور کا زمانہ یہیں ختم ہوتا ہے -

لقد انکر اصحابی وما ذالک بالامثل
اذا ما مدح الهند و سهم الهند فی المقتل

(ترجمہ) میرے دوستوں نے انکار کیا ، اور یہ بہتر نہیں ، جب ہندوستان کی اور ہندوستان کے تیر[کی معرکہ میں تعریف کی جا رہی تھی -

---

(۱) آثارالبلاد قزوینی ص ۸۵ -

لعمري انها ارض اذا القطر بها يغزل
يصيرالدر و الياقوت والدر لمن يعطل

(ترجمہ) میری جان کی قسم! یہہ وہ سر زمین ہے کہ جب اس میں پانی برستا ہے تو دودھہ موتی اور یاقوت اُس سے اُگتے ہیں، ان کے لئے جو آرائش سے خالی ہیں -

فمنهاالمسک و الکافور و العنبر و المندل
و اصناف من الطيب ليستعمل من يتغفل

(ترجمہ) اس کی خاص چیزوں میں مشک، کافور، عنبر، عود اور قسم قسم کی خوشبو ان کے لئے جو میلے ہوں -

و انواع الافاديه و جوزالطيب و السنبل
و منهاالعاج والساج و منهاالعود والصندل

(ترجمہ) اور قسم قسم کے عطریات اور جاے پھل اور سنبل اور هاتهی دانت اور ساگون کی لکڑی اور خوشبو لکڑی اور صندل -

وان التوتيا فيها كمثل الجبل الاطول
و منهاالببر والنمر و منهاالفيل والدغفل

(ترجمہ) اور اس میں توتیا سب سے بڑے پہاڑ کی طرح ہے، اور یہاں شیر ببر اور چیتے اور هاتهی اور هاتهی کے بچے هوتے هیں -

ومنها الکوک والببغا والطاؤس والجوزل
و منها شجرالرانج والساسم والفلفل

(ترجمہ) اور یہاں پرندوں میں کلنگ اور طوطے اور مور اور کبوتر ھیں ، اور درختوں میں یہاں ناریل اور آبنوس اور سیاہ مرچوں کے درخت ھیں -

سیوف مالها مثل قد استغنت عن الصیقل
وار ماح اذا اهتزت اهتز بها الجحفل

(ترجمہ) اور ھتھیاروں میں تلوار ھیں جن کو کبھی صقیل کی حاجت نہیں اور ایسے نیزے ھیں کہ جب وہ ھلیں تو فوج کی فوج ان سے ھل جائے -

فهل ینکر هذا الفضل الا الرجل الاخطل

(ترجمہ) تو کیا بیوقوف کے سوا کوئی اور بھی ھندوستان کی ان خوبیوں کا انکار کرسکتا ھے ؟

علمی تعلقات

ماخذ

عرب و ہند کے علمی تعلقات کی تشریح عربی کی حسب ذیل قدیم مستند کتابوں سے کی گئی ہے -

١ - جاحظ

سنہ ٢٥٥ ھ میں وفات پائی ، بصرہ کا رہنے والا تھا ، عربی زبان کا مشہور انشاپرداز ، فلاسفر اور متکلم تھا ، اس کی بے شمار چھوٹی بڑی کتابیں ہیں ، جن میں سے کتاب البیان و التبیین ، کتاب الحیوان ، رسائل جن میں فرضی مناظرے ہیں ، مطبوعہ صورت میں ہیں ، اور ابھی حال میں اس کی ایک کتاب التاج مصر سے شائع ہوئی ہے - جاحظ کی کتاب البیان میں ہندوستان کے اصول بلاغت پر ایک صفحہ ہے ، اور رسائل میں سے ایک میں ہندوستان کی خوبیاں درج ہیں - یہہ کتابیں مصر میں چھپی ہیں -

٢ - یعقوبی

اس کا نام احمد بن یعقوب بن جعفر ہے ، عباسی سلطنت میں یہہ دفتر انشا کا افسر تھا ، اس نے ہندوستان اور دوسرے ممالک کی سیر و سیاحت کی تھي - یہہ پہلا مسلمان مؤرخ تھا جس نے تمام دنیا کی قوموں کی

تاریخ عربی میں لکھی - سنہ ۲۸۷ ھ میں اس کا انتقال ہوا - اس کی دو کتابیں چھپی ہیں ' ایک تاریخ دو جلدوں میں ' اور دوسری جغرافیہ - تعجب ہے کہ اس نے جغرافیہ میں ہندوستان کا حال نہیں لکھا ' مگر تاریخ کی پہلی جلد میں اس نے سب سے پہلی دفعہ اُن کتابوں کا حال لکھا ہے جن کا ہندوستان کی زبانوں سے عربی میں ترجمہ ہوا - یہہ دونوں کتابیں لیڈن میں چھپی ہیں -

۳ - محمد بن اسحاق معروف بہ ابن ندیم

یہہ سنہ ۳۷۷ ھ میں موجود تھا ' بغداد کا رہنے والا تھا - اس نے اُن تمام کتابوں کے نام اور احوال لکھے ہیں جو اُس کے زمانہ تک کسی علم و فن میں عربی میں لکھی گئیں ' یا کسی دوسری زبان سے ترجمہ ہوئیں - اس میں ہندوستان کا بھی حصہ ہے - یہہ کتاب جرمن فاضل فلوگل (Fluegel) کے اہتمام اور تحشیہ سے لیپزگ میں سنہ ۱۸۷۱ ع میں شائع ہوئی -

۴ - ابو ریحان بیرونی

المتوفی سنہ ۴۴۰ ھ - اس نے کتاب الہند کے نام سے پوری کتاب ہی ہندوستان کے علوم و فنون پر لکھی ہے - پروفیسر زخاؤ کی محنت سے سنہ ۱۸۸۷ ع میں لندن میں چھپی ' انگریزی اور ہندی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے -

۵ - قاضی صاعد اندلسی

یہہ اِسپین کا باشندہ تھا ، اس کی کتاب کا نام طبقات الامم ہے - سنہ ۴۶۲ ھ (سنہ ۱۰۷۰ ع) میں وفات پائی - اُس نے اپنے عہد تک کی تمام متمدن قوموں کے اُن علوم و فنون کی تاریخ لکھی ہے جو عربی کے ذریعہ سے اُس تک پہنچے ہیں - اس میں ہندوستان کا بھی ایک باب ہے - اس کی یہہ کتاب بیروت کے کیتھولک مطبع میں سنہ ۱۹۱۲ ع میں چھپی تھی ، پھر مصر میں بھی چھپ گئی - میرے پیش نظر بیروت کا نسخہ ہے - دارالمصنفین اعظم‌گڈھہ نے اس کا اردو ترجمہ بھی شائع کر دیا ہے -

۶ - ابن ابی اصیبعہ موفق‌الدین

اپنے زمانہ کا مشہور حکیم و طبیب تھا ، اس کا داد سلطان صلاح‌الدین کا طبیب تھا - سنہ ۵۹۰ ھ (سنہ ۱۱۹۴ ع) سے سنہ ۶۶۸ ھ (سنہ ۱۲۷۰ ع) تک اس کا زمانہ ہے اُس نے عیون الانباء فی طبقات الاطباء کے نام سے دنیا کی تمام متمدن قوموں کے مشہور طبیبوں کی سوانح‌عمریاں لکھی ہیں ، دوسری جلد میں ہندوستان کا بھی ایک باب ہے - کتاب مصر میں دو جلدوں میں چھپی ہے -

۷ - حضرۃالاستاذ علامہ شبلی نعمانی رحمۃاللہ علیہ

انہوں نے تراجم کے عنوان سے ایک مبسوط خطبہ محمدن ایجوکیشنل کانفرنس علی‌گڈھہ میں دیا تھا جو رسائل کے

ضمن میں چھپ چکا ھے - اس میں تفصیل کے ساتھہ اُن کتابوں کا ذکر تھا جو یونانی ، فارسی ، عبرانی ، سریانی ، وغیرہ زبانوں سے عربی میں ترجمہ ھوئیں - اسی ضمن میں ایک مختصر بیان اُن کتابوں کے متعلق بھی ھے جو سنسکرت سے عربی اور فارسی میں ترجمہ ھوئیں ، مگر اُس وقت تک چونکہ بعض پرانی کتابیں طبع نہیں ھوئی تھیں ، اور بعض ناقص تحقیقات کی تکمیل نہیں ھوئی تھی ، اس لئے خطبہ کا یہہ حصہ نا تمام سا تھا -

علمی تعلقات کا آغاز

برامکه

اس سے پہلے که عرب و هند کے علمی تعلقات پر گفتگو شروع کی جاے اُس خاندان کا ذکر کرنا چاهئے جس کی کوششوں سے یهه تعلقات وجود میں آئے - عام طور سے عربی زبان میں یهه خاندان برامکه کے نام سے مشهور هے - یهه وه خانوادہ هے جس نے بغداد کی عباسی خلافت میں پچاس سال تک سنه ۱۳۶ھ سے سنه ۱۸۶ھ تک نہایت امن و امان، نظم و نسق، جود و کرم، اور اور بخشش و فیاضی کے ساتهه وزارت کے فرائض انجام دئے، یہاں تک که بہت سے ایسے لوگ هیں جو یهه سمجهتے هیں که خلافت عباسیه کی نیکنامی، شهرت، اور حسن انتظام انهیں برمکی وزیروں کی بدولت تها - انهیں کا ابر کرم تها جس کی چهینٹوں سے بغداد کبهی باغ و بهار بن گیا تها - پہلے عباسی خلیفه سفاح سے لے کر پانچویں خلیفه هارون‌الرشید اعظم تک ان کے خاندان کے مختلف افراد نے وزارت کیا درحقیقت شہنشاهی کی - ان کے خاندان کا آغاز گو سفاح هی کے زمانه سے شروع هوا، مگر ان کے اقبال کا آفتاب هارون کے عهد میں اوج کمال تک پهنچ گیا، اور ابهی دوپهر هي تهی که هارون کے هاتهوں یهه همیشه کے لئے ڈوب بهی گیا - هاروں رشید نے اس خاندان کو

جن اسباب سے تباہ و برباد کیا وہ ہمیشہ زیر پردہ رہے ' تاہم مؤرخوں نے یہہ ثابت کیا ہے کہ اِس کا سبب صرف یہہ تھا کہ دد برامکہ نے اپنی فیاضی اور نیک نامی سے تمام لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا - ساتھہ ہی ملک کی تمام اچھی اور عمدہ زمینیں اپنی جاگیر میں کرلی تھیں ' اور سلطنت کے جز و کل پر وہ ایسے حاوی ہو گئے تھے کہ اصل عباسی خاندان صرف انہیں کے رحم و کرم پر گویا باقی رہ گیا تھا - ایسی حالت میں اگر برامکہ کی بروقت خبر نہ لی جاتی تو اسلامی دنیا میں ایک عظیم‌الشان تاریخی انقلاب پیش آتا اور عباسیہ ہمیشہ کے لئے مٹ جاتے - اس لئے عباسی خاندان کو بچانے کے لئے برمکی خاندان کو مٹانا ضروری تھا - اسباب جو کچھہ ہوں ' مگر بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ برامکہ ہی خاندان وہ خاندان تھا - جس کی سر پرستی میں مسلمانوں میں علم کلام ' فلسفہ ' طب ' معقولات اور دوسری قوموں کے علوم کے سیکھنے کا شوق پیدا ہوا -

برامکہ کون تھے ؟

عام طور سے مشہور ہے کہ برامکہ مجوسی تھے ' یعنی آتش پرست ایرانی تھے - بلخ میں نوبہار نام منوچہر کا بنایا ہوا ایک آتشکدہ تھا ' اُسی آتشکدہ کے یہہ پیر مغاں تھے - جب مسلمانوں نے سنہ ۳۱ ھ (سنہ ۶۵۱ع) میں بلخ کو فتح کیا تو یہہ آتش‌کدہ بھی اس آندھی میں سرد

ہو گیا - مگر کچھہ دنوں کے بعد پھر اس کے شعلے بھڑکے ' اور آخر سنہ ۸۶ھ (سنہ ۷۰۵ع) میں مشہور مسلمان سپہ سالار خراسان قتیبہ نے ہمیشہ کے لئے اس ملک کو اسلام کے دائرۂ حکومت میں داخل کر لیا - اس آتشکدہ کے پجاری جو قدیم بادشاہوں کے زمانہ سے بلخ اور اس کے آس پاس کی موقوفہ آبادی کے مالک و حاکم تھے ' ان میں کچھہ لوگ خود اپنی مرضی سے مسلمان ہو گئے ' دمشق چلے آئے ' اور پھر جب عربوں کی حکومت کا مرکز سنہ ۱۳۲ھ میں دمشق سے بغداد کو منتقل ہوا تو وہ بھی بغداد چلے آئے اور رفتہ رفتہ سلطنت اور حکومت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج کو طے کرتے ہوئے وزارت کے منصب تک پہنچے ' اور کبھی کل دنیائے اسلام پر شاہی کی -

یہہ خاندان جو اس آتشکدہ کا دستور اعظم تھا ' "برمک" کے لقب سے مشہور تھا - اسی برمک کی جمع "برامکہ" ہے ' جس کے ساتھہ اس خاندان کی عزت و شہرت و ناموری قائم ہے - سوال یہہ ہے کہ لفظ "برمک" کی اصلیت کیا ہے ؟ قدیم مؤرخوں اور لغت نویسوں نے ادھر توجہ نہیں کی ہے - بعد کے فارسی مؤرخوں اور لغت نویسوں نے اس کو "مکیدن" (چوسنا) کے فارسی مصدر سے جس پر کبھی "بر" کا زائد لفظ بڑھا کر برمکیدن کہہ سکتے ہیں ' اس لفظ کی اصلیت تیار کی ہے ' پھر اس لفظ کے سہارے سے ایک بے بنیاد کہانی کی ایک عمارت کھڑی کی ہے - کہتے ہیں کہ پہلا برمک

مسلمان ھو کر جب خلیفہ کے سامنے حاضر ھوا تو خلیفہ نے اُس کو ڈانٹ کر کہا کہ "تجکو بادشاھوں کے دربار میں آنے کا بھی سلیقہ نہیں، تو اپنے پاس زھر لے کر دربار میں آیا ھے - میرے پاس ایسے مہرے ھیں جن سے مجکو معلوم ھو جاتا ھے کہ کس کے پاس زھر ھے -" برمک اول نے عرض کی کہ "یہہ قصور بے شک ھوا، میری انگوٹھی کے نیچے زھر ھے تا کہ اگر کبھی مجھہ پر ایسا وقت آ جائے کہ مجھے اپنی عزت بچانے کے لئے جان دینی پڑے تو میں اس انگوٹھی کو چوس لوں، اور جان دے دوں -" چونکہ اُس کی زبان فارسی تھی اس لئے "چوس لوں" کو فارسی میں اُس نے "برمکم" کے لفظ سے ادا کیا - اس وقت سے اس کا نام ھی "برمک" ھو گیا، (۱) - یہہ کہانی تمام تر جھوٹ ھے، اور صرف فارسی قصہ نویسوں کی گپ ھے - دمشق کے دربار کی زبان، فارسی نہ تھی، عربی تھی، علاوہ ازیں اس قصہ کا ما حصل یہہ ھوگا کہ برمک کا لقب سنہ ۸٦ ھ میں پیدا ھوا، حالانکہ عربی کے تمام مستند مؤرخوں نے یہی لکھا ھے کہ یہہ بلخ کے افسر پجاری کا پرانا لقب تھا -

بعض فارسی لغت نویسوں نے برمک کو کسی مقام کا نام قرار دیا ھے جس کی طرف نسبت کر کے لوگ

---

(۱) تاریخ ضیاے برنی، روضۃالصفا، برھان قاطع -

اُن کو "برمکی" کہنے لگے (۱) - ایک عرب ادیب نے اس کی فیلالوجی اس سے بھی زیادہ دلچسپ بیان کی کہ بلخ کا یہہ معبد خانۂ کعبہ کے جواب میں بنایا گیا تھا، اس لئے اس کے افسر کو "برمکہ" یعنی مکہ کا حاکم کہتے تھے، اور اسی کا اختصار برمک ہے (۲) - ایک اور تشریح یاقوت کی معجم البلدان میں ہے کہ 'بر' کے معنی بیٹا، اور "برمکا" کے معنی مکہ کا بیٹا (نو بہار کا لفظ) -

ہماری زبان میں البرامکہ کے نام سے اس خاندان کی مشہور تاریخ لکھی گئی ہے - اس کے لائق مصنف نے اس لفظ کی اصلیت یہہ ظاہر کی ہے کہ برمک اصل میں برمغ تھا کہ 'مغ' جس کی جمع اردو شاعری میں بھی مغاں اور پیر مغاں مستعمل ہے، آگ کے پجاری (آتش پرست) کو کہتے ہیں - اسی کی یونانی شکل مگوس اور عربی مجوس ہے، اور 'بر' افسر کو کہتے ہیں، اس لئے "برمغ" کے معنی "رئیس مجوس اور سردار مجوس" کے ہوئے - ہم کو اس تشریح کے ماننے میں تامل نہیں، بشرطیکہ یہہ ثابت ہو سکے کہ نوبہار کے علاوہ ملک ایران کے ہزاروں آتشکدوں میں سے کسی ایک کے افسر پجاری، پروہت، یا دستور کو اس نام سے پکارا گیا ہے - اس

---

(۱) برھان قاطع -
(۲) ربیع الابرار زمخشری -

تشریح کے ساتھہ یہہ لفظ فارسي میں اتنا عام ھونا چاھئے تھا کہ اس کا استعمال فارسي شعروں میں بکثرت ھرتا اور اھل لغت کو معلوم ھوتا - مگر ان کی یہہ پریشان گوئی ھی بتا رھي ھے کہ ان کو خود اس لفظ کی اصلیت کا علم نہ تھا - علاوہ اس کے برمغ اس لفظ کو عربي میں برمج یا زیادہ سے زیادہ برمک کہنا چاھئے تھا ' نہ برمک ' اور نہ اس کی کوئی مثال دی جاسکتی ھے کہ فارسي غ کو عربی میں ک سے بدلا گیا ھے ' ج سے البتہ بدل ھوا ھے ' جیسے چراغ سے سراج - ترکی نام ھلاکو کی اصل ھلاغو نہیں جیسا کہ سمجھا گیا ھے ' بلکہ ھلاگو ھے ' اور پھر تعجب نہیں کہ اس سفاک اور خونخوار بادشاہ کے نام کے لئے ھلاکو کا غلط تلفظ اسلئے بھی اختیار کیا گیا تاکہ عربی لفظ ھلاک (موت) کی طرف اُس میں پرطعن تلمیح پوشیدہ رھے -

حقیقت یہہ ھے کہ اس لفظ کی تشریح اس راز کے فاش ھونے پر موقوف ھے کہ بلخ کا یہہ معبد کیا درحقیقت مجوسیوں کا آتشکدہ تھا ؟ اور کیا اس خاندان کا مذھب اسلام سے پہلے آتش پرستی تھا ؟ اس کا جواب ایرانیوں کی طرف سے تو یہی ملیگا کہ ایسا ھی ھے ' یہہ معبد آتشکدہ تھا ' اور ان کا مذھب آتش پرستي تھا -

واقعہ یہہ ھے کہ کسی غیر معمولی انسان کو اپنے میں شامل کرنے کا جزبہ ھر قوم میں ھے ' کیا ایرانی

سکندر کو خفیہ ایرانی شاہی نسل سے نہیں قرار دیتے ؟ اور کیا مسلمانوں نے اپنے افسانوں میں رچرڈ شیر دل کو سلطان صلاح الدین ہی کے خاندان کی یادگار نہیں بتایا ؟ یہی حال برامکہ کا بھی ہوا - ایرانیوں نے تو ان کا نسب وسب جوڑ کر گشتاسپ کے وزیر جاماسپ تک پہنچا دیا ہے ، اور ثابت کیا کہ یہہ ایرانی وزارت کا پرانا خاندان تھا (۱) - عربوں نے اس کے برخلاف یہہ دعوی کیا کہ جعفر برمکی اول ، جس سے اس نسل کا عروج شروع ہوتا ہے ، وہ خراسان کے عرب سپہ سالار قتیبہ کا بیٹا تھا ، جعفر کی ماں لڑائی میں قتیبہ کے ہاتھہ لگی تھی ، اور صلح کے بعد حاملہ ہو کر گھر واپس گئی (۲) -

حسب و نسب کے ان متضاد بیانات سے یکسو ہو کر نفس اس عبادت گاہ کی حالت پر غور کرنا چاہئے کہ کیا ایک آتشکدہ کی خصوصتیں اس میں پائی جاتی تھیں ؟ آتشکدہ کے لئے سب سے پہلی چیز یہہ ہے کہ وہ آتشکدہ ہو ، یعنی اس میں آگ جلتی ہو - لیکن بلخ کے اس معبد کی نسبت سواے پچھلے بے احتیاط لوگوں کے اور کسی نے ایسا نہیں لکھا - اس معبد کا سب سے قدیم اور پرانا حوالہ اس وقت ہمارے ہاتھہ میں بلاذری ہے ، مگر اس نے اس کی کوئی تفصیل نہیں دی ہے - اس کے بعد

---

(۱) سیاست نامہ و نزہۃ القلوب حمد اللہ مستوفی -

(۲) طبری و ابن اثیر -

مسعودی (سنہ ۳۳۰ ھ) اور ابن الفقیہ ہمدانی کا زمانہ ھے ' پھر معجم البلدان یاقوت (سنہ ۶۲۶ ھ) اور آثار البلاد زکریا قزوینی (سنہ ۶۸۶ ھ) کا بیان ھے - ابن الفقیہ اور یاقوت کا ابتدائی بیان حرف حرف ایک ھے ' اور یاقوت کا اپنا بیان عمر بن الازرق سے ماخوذ ھے -

مسعودی کا بیان

مؤرخ مسعودی نوبہار کے حال میں لکھتا ھے کہ :
"نو بہار کی عمارت نہایت پختہ اور بلند تھی اور اُس کے اوپر نیزوں پر سبز حریر کے جھنڈے لہراتے تھے ' جن میں سے ہر جھنڈے کا کپڑا سو سو ھاتھہ کے برابر ھوتا تھا - . . . اُس کی چاروں طرف کی دیواریں بھی ایسی ھی بلند تھیں - اس کے جھنڈے کا ریشمی کپڑا اتنا بڑا تھا کہ دور تک جاتا تھا " (۱) -

آپ نے دیکھا ' اِس میں کہیں آگ کا ذکر نہیں ' اور نہ عمارت کی یہہ ترکیب اور نہ یہہ جھنڈے آتشکدوں میں ھوتے ھیں -

ابن الفقیہ کا بیان

ابن الفقیہ ہمدانی کا بیان یہہ ھے :—
"نوبہار - یہہ برامکہ کی تعمیر تھی ' اُن کا مذھب بتوں کو پوجنا تھا ' ان کو مکہ کا اور قریش کے مذھب

---

(۱) مروج الذھب ج ۴ ص ۴۸ (پیرس) -

کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے بھی یہہ عبادت گاہ بنائی ' جس کا نام نوبہار ہوا ' جس کے معنی "نئے" کے ہیں - تو عجم (غیر عرب) اس کا حج کرتے تھے ' اس کو ریشم کا کپڑا پہنایا جاتا تھا ' اس پر ایک گنبد تھا ' جس کا نام "اشبت" تھا یہہ گنبد ۱۰۰ ہاتھہ لنبا ' اور سو ہاتھہ چوڑا تھا ' عمارت کی چاروں طرف اس کے پجاریوں کے رہنے کے لئے ۳۶۰ حجرے تھے - سال کے ہر دن کے لئے ایک پجاری ' اور اس کے افسر پجاری کا لقب برمکا تھا ' یعنی مکہ کا دروازہ اور والی - تو ہر ایک کا لقب برمک ہوتا تھا - چین اور کابل کے بادشاہ اس مذہب میں تھے ' جب وہ یہاں آتے تھے ' تو بڑے بت کو سجدہ کرتے تھے" (۱) -

آپ نے خیال فرمایا کہ اس بیان میں بھی اس میں آگ ہونا مذکور نہیں ' بلکہ اس کے بجائے اس میں بتوں کا ذکر ہے ' جن کو آتشکدوں سے کوئی تعلق نہیں ' نہ مجوس و ایرانی بت کو پوجتے ہیں - پھر اس میں یہہ ہے کہ چین اور کابل کے بادشاہ کا وہی مذہب تھا - سب کو معلوم ہے کہ چین اور کابل میں آتش پرستی کبھی نہ تھی -

---

(۱) کتاب البلدان ص ۳۲۳ (لیڈن) -

یاقوت کا بیان

یاقوت رومی ایک متقدم مصنف کے حوالہ سے نقل کرتا ہے :—

" عمر بن ازرق کرمانی نے کہا ہے کہ برامکہ بلخ میں ہمیشہ سے معزز تھے ، اور (سکندر کے بعد) جو طوائف الملوکی یا تراج کا دور ایران میں آیا ، اُس سے پہلے سے تھے - اُن کا مذہب بتوں کی پوجا تھی ، (پھر مکہ کی مشابہت اور مقابلہ میں نو بہار کی تعمیر ہونا جیسا اوپر گذرا ہے بیان کیا ہے) - اس میں چاروں طرف بت کھڑے تھے ، اور ان کو ریشم کے کپڑے پہنائے جاتے تھے - نو بہار کے معنی نئی بہار کے ہیں ، کیونکہ ہر نئی بہار میں ان پر پھول کی نئی کلیاں چڑھائی جاتی تھیں - اہل فارس ان کا حج کرتے تھے ، اور اس کے سب سے بڑے گنبد پر جھنڈے کھڑے تھے ، اور اس گنبد کا نام استن تھا ، اور اس کی چاروں طرف ۳۶۰ کمرے تھے ، جن میں پجاری رہتے تھے - ہندوستان ، چین ، اور کابل وغیرہ کے بادشاہ اس مذہب میں تھے ، اور جاترے کو یہاں آتے تھے ، اور آکر بڑے بت کو سجدہ کرتے تھے - یہ اتنا بلند تھا کہ اس کے جھنڈے کا کپڑا اُڑ کر بلخ سے ترمز جاکر گرتا تھا - (۱)

---

(۱) معجم البلدان ج ۸ ص ۳۲۱ (مصر) لفظ نوبہار -

پھول کے چڑھاوے اور بہار کی خصوصیات یہہ سب فارسی لفظ "بہار" کی مناسبت سے گھڑ لی گئی ہیں، تا کہ نو بہار نام کی مناسبت ظاہر ہو -

قزوینی کا بیان

بلخ کے حال میں لکھتا ہے: "یہیں وہ عمارت تھی جس کا نام نو بہار تھا جو تمام بت خانوں میں سب سے بڑا بتخانہ تھا، (اس کے بعد وہی مکہ کی نقل و مشابہت کی کہانی ہے) اس کو ریشم اور جواہرات سے آراستہ کیا گیا تھا، اور اس میں بت کھڑے تھے، اور اہل فارس اور ترکوں کو اس سے عقیدت تھی، اور اس کا حج کرتے تھے، اور نذرانے چڑھاتے تھے - اس گھر کی لنبائی ۱۰۰ ہاتھہ اور چوڑائی ۱۰۰ ہاتھہ اور اونچائی ۱۰۰ ہاتھہ سے زیادہ تھی - برامکہ یہاں کے اصلی پجاری تھے ہندوستان کے راجہ اور چین کے خاقان یہاں آتے تھے (۱) اور سجدہ کرتے تھے"

وہار، بدھہ

ان تمام بیانات سے اس میں کوئی شک نہیں رہا جاتا کہ یہہ مجوسیوں کا آتشکدہ نہیں، بلکہ بودھوں کا وہار تھا، اور اسی وہار کی خرابی بہار ہے - نوبہار

(۱) آثارالبلاد قزوینی ص ۲۲۱ گوٹنجن -

اصل میں "نو وہار" ہے - وہار خاص بودھوں کے معبد اور خانقاہ کو کہتے ہیں، جس کی ایک مثال خود ہمارے ملک میں شہر "بہار" ہے، جو در اصل بودھوں کا وہار ہے - مسلمانوں نے اس کو اپنے فارسی لہجہ میں بہار کر لیا ہے - اسی نوبہار کے نام سے سندھ میں عربوں کی ابتدائی آمد کے زمانہ میں متعدد وہار تھے، اور ان کی جو کیفیت عرب مؤرخوں نے لکھی، وہ حرف حرف بلخ کے نوبہار پر پوری اترتی ہے -

بلاذری (سنہ ۲۴۷ ھ) جو نہایت قدیم مؤرخ ہے، فتوح البلدان میں سندھ کی فتح کے حال میں لکھتا ہے کہ "دیبل میں ایک بہت بڑا بد (بودھوں کا معبد) تھا، جس کے اوپر ایک بہت بڑا ستون تھا، اور اس میں بہت بڑا سرخ جھنڈا تھا، جو اتنا بڑا تھا کہ جب ہوا چلتی تھی وہ پورے شہر کے اوپر لہراتا تھا - اور بد جیسا کہ (سندھ کے آنے جانے والے) لوگوں نے بتایا، اس عمارت کو کہتے ہیں جس میں ایک یا کئی بت ہوتے ہیں، ایک بہت بڑا مینار ہوتا ہے، اور کبھی اس مینار ہی کے اندر بت رکھا ہوتا ہے - اور ہر وہ چیز جس کی عبادت کے طور پر عزت کریں وہ بدھ ہے، اور بت بھی بد ہوتا ہے" (۱) - کیا اس بیان کے بعد بھی

---

(۱) فتوح البلدان ص ۴۳۷ مطبع بریل سنہ ۱۸۶۶ ع -

اس یقین میں شک رہ جاتا ہے کہ بلخ کا یہہ نو بہار بودھوں کا بت‌خانہ تھا ، مجوسیوں کا آتشکدہ نہیں ۔

تعجب ہے کہ پرانے مؤرخوں کو چھوڑ کر یورپ کے نئے باخبر مؤرخوں کی بھی ادھر نظر نہ پڑی - وان کریمر نے برامکہ کو مزدکی بتایا (۱) ، اور پروفیسر براؤن جیسے محقق سے بھی یہہ حقیقت چھپی رہی ، وہ بھی نوبہار کو آتشکدہ اور برامکہ کو مجوسی کہتے ہیں (۲) ، لیکن دوران تحقیق میں یہہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ زخاؤ نے کتاب‌الہند کے انگریزی ترجمہ کے مقدمہ (ص ۳۱) میں نوبہار کی اصل "نو وہار" اور بودھہ خانقاہ بتائی ہے - موجودہ مستشرقین یورپ میں سے کم از کم ایک شخص ڈبلیو برتھالڈ (W. Barthald) نے انسائکلوپیڈیا آف اسلام کے مضمون برامکہ (جلد ۱ ص ۶۶۳) میں چند سطروں میں یہہ اشارہ کیا ہے کہ "نوبہار بودھوں کا نو وہار معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ایک چینی سیاح کا بیان ہے - اور ابن فقیہ نے اس عمارت کی جو صورت لکھی ہے اس سے یہہ ثابت ہوتا ہے" - لیکن ان میں سے کسی نے نہ تو اس پر کوئی اور دلیل قائم کی ہے اور نہ اور کوئی

---

(۱) ترجمۂ انگریزی صلاح‌الدین خدابخش -

(۲) لٹریری ہسٹری آف پرشیا ، جلد ۱ صفحہ ۲۵۹ -

ثبوت بہم پہنچایا ہے، پھر اسی کے ساتھہ اس غلطی کا بدستور ارتکاب کیا ہے کہ برامکہ کو ایرانی نسل کا مجوسی مانا ہے اور یہہ کہ ایرانیوں نے اس کو آتشکدہ بنا لیا تھا -

لیکن میرے نزدیک یہہ قطعاً غلط ہے - میرا دعوی ہے کہ برامکہ بودھہ مذھب کے پیرو تھے، اور ان کا اصل تعلق ھندوستان سے تھا، نہ کہ ایران سے - سچ ہے کہ برامکہ زمانہ کے بعض ھجوگو شاعروں یا بدظن لوگوں نے صریحاً اُن کو مجوسیت کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن اس کا سبب یہہ ہے کہ عربوں کو عجم کے باشندوں میں مجوسیوں کے سوا کوئی اور مذھب اور قومیت معلوم نہ تھی - دوسری بات یہہ ہے کہ ایرانیوں اور برمکیوں کی سیاست کا اقتضا یہہ تھا کہ وہ آپس میں عجمی بن کر ایک دوسرے کے معین و مددگار بنے رھیں، گو کہ آخر تک یہہ تعاون دونوں سے نہ نبھہ سکا - اور یہی سبب برامکہ کے زوال کا ھوا -

بہر حال میرے اس دعوی پر کہ نوبہار بودھوں کا معبد، اور برامکہ در اصل بودھہ تھے، حسب ذیل شہادتیں ھیں :

(الف) نوبہار کہیں کسی مجوسی بتخانہ کا نام نہ تھا - اس کے برخلاف یہہ بودھوں کے معبد کا مشہور نام ہے، اور خود اسی نوبہار کے نام

سے سندھ میں بودھوں کے معبد اسی زمانہ میں موجود تھے - (۱)

(ب) عرب جغرافیہ نویسوں اور معتبر مؤرخوں نے اس معبد کی جو کیفیت بیان کی ہے وہ پوری پوری بودھہ معبد کی تصویر ہے -

(ج) ساتویں صدی عیسوی کے ایک چینی سیاح ھوان کنگ نے بلخ کے اس معبد کا ذکر کیا ھے (۲) ، اور یہہ زمانہ کنگ تقریباً وہ ھو گا جب عرب فاتح یہاں پہنچ چکے ھوں ، یا پہنچنے والے ھونگے ، -

(د) مسعودی اس نوبہار کے حال میں لکھتا ہے کہ "بعض روایت اور تحقیق والے لوگوں نے بیان کیا ہے کہ اُنہوں نے نوبہار کے دروازہ پر فارسی میں ایک کتبہ پڑھا جس میں لکھا تھا : "بوذاسف کا قول ہے کہ بادشاھوں کے دروازے تین خصلتوں کے محتاج ھیں ، عقل اور صبر ، اور مال" - اُس کے نیچے کسی نے عربی میں لکھہ دیا تھا کہ "بوذاسف نے غلط کہا جس میں ان تین باتوں میں سے ایک بات بھی ھو وہ بادشاہ کے دروازہ پر کیوں جاے گا ؟" (۳) محققین کو اس میں کوئی شبہہ

---

(۱) ترجمۂ انگریزی چچ نامۂ الیٹ جلد اول ص ۱۵۰ -
(۲) انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ج ۱ ص ۶۰۶۴ -
(۳) مروج الذھب ج ۴ ص ۴۹ (پیرس) -

نہیں ھے کہ اھل عرب بدھہ ھی کو بوذاسف کہتے تھے (۱) - اب اگر یہہ بودھوں کا معبد نہ ھوتا بلکہ مجوسیوں کا ھوتا تو اس کے صدر دروازہ پر بودھہ کا مقولہ کیوں لکھا ھوتا ؟

(ھ) بلخ خراسان کا ایک شہر ھے اور اس ملک کا مذھب اسلام سے پہلے، گذشتہ اور موجودہ دونوں محققوں کے نزدیک بودھہ مت تھا - چنانچہ ابن ندیم نے بھی خراسان کی ایک پرانی تاریخ کے حوالہ سے یہی لکھا ھے کہ " اسلام سے پہلے خراسان کا مذھب بودھہ کا تھا " - (۲)

(و) برامکہ کے اسلام کے حال میں مؤرخوں نے یہہ لکھا ھے کہ " نو بہار کے پجاری کا جو مذھب تھا وھی مذھب ھندوستان ، چین ، اور ترکوں کے بادشاہ کا تھا " (۳) - سب کو معلوم ھے کہ ھندوستان ، کابل ، چین ، اور ترکستان کا مذھب بودھہ مت تھا ، آتش پرستی اور مجوسیت نہیں -

(ز) یاقوت میں ایک پیشرو مؤرخ عمر بن ازرق کرمانی کے حوالہ سے ھے (یہہ کرمانی یقیناً تیسری چوتھی صدی کا آدمی ھے کیونکہ بعینہ یہی عبارت ابن الفقیہ میں ھے

(۱) کتاب الفہرست ابن ندیم ص ۳۴۵ مع حواشی فلوگل -
(۲) کتاب الفہرست ابن ندیم صفحہ ۳۴۵ -
(۳) ابن الفقیہ ، قزوینی اور یاقوت کے حوالے اوپر گذر چکے -

جو چوتھی صدی کے وسط میں تھا ۔) جب حضرت عثمان کے زمانہ میں بلخ فتح ہوا تو نوبہار کا متولی برمک بھی خلافت کے دربار میں گیا ، اور وہاں وہ اپنی خوشی سے مسلمان ہو گیا ۔ جب وہاں سے بلخ واپس آیا تو لوگ اُس کے تبدیل مذہب سے بہت برہم ہوئے اور اس کو معزول کرکے اس کی جگہ اس کے بیٹے کو متولی مقرر کیا ۔ پھر نیزک طرخان (شاہ ترکستان) نے اس کو لکھا کہ اسلام چھوڑ کر پھر اپنے مذہب میں واپس آ جاؤ ۔ اس نے جواب دیا میں نے اپنی مرضی سے اسلام کو قبول کیا ہے اور اس کو اچھا سمجھ کر قبول کیا ہے ۔ اس کو چھوڑ نہیں سکتا ۔ طرخان نے اس پر حملہ کرنا چاہا مگر برمک کی دھمکی سے وہ اس وقت چپ ہو گیا ، مگر بعد کو دھوکے سے اس نے اس کو اور اس کے ساتھ اس کے دس بیٹوں کو بھی قتل کر دیا ، صرف ایک کمسن لڑکا بچ گیا "۔

سوال یہہ ہے کہ اگر نوبہار آتشکدہ ہوتا اور برامکہ مجوسی ہوتے تو ترک بودھوں کے بادشاہ طرخان کو اس پر غصہ کیوں آتا ؟ اور وہ اس کے اور اس کے خاندان کے درپے کیوں ہوتا ؟

(ح) برمک اور اس کی اولاد کے قتل ہو جانے کے بعد برمک کی بیوی اپنے کم سن بچہ کو لیکر بھاگ گئی اور بھاگ کر کشمیر آئی ، چنانچہ اس کم سن بچہ نے

کشمیر هی میں تعلیم و تربیت پائی اور یہیں علم طب اور نجوم اور هندوستان کے دوسرے علوم سیکھے ، اور وہ اپنے باپ دادوں کے مذهب پر رها - اتفاق سے ایک زمانہ میں بلخ میں طاعون آیا ، وهاں کے لوگوں نے سمجھا اپنے دین کے چھوڑ دینے کی وجہ سے یہہ بلا اُن پر آئی ، چنانچہ نوجوان برمک کو کشمیر سے بلخ بلوا کر نئے سرے سے نوبہار کی آرایش کی - (۱)

بلخ سے کشمیر بھاگ کر آنے کی اور یہاں تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی کوئی وجہ سوائے اس کے نہیں هو سکتی کہ اس خاندان کا تعلق هندوستان سے تھا اور ان کا مذهب بودهہ تھا ، جس کا ایک مرکز کشمیر بھی تھا ، ورنہ ان کے لئے آسان تھا کہ وہ ترکوں کے ظلم و ستم سے بھاگ کر اپنے هم‌قوموں اور هم‌مذهبوں کے پاس ایران جائیں یا مسلمانوں کے پاس آکر پناہ لیں - پھر ایک مجوسی لڑکے کی تعلیم و تربیت دوسرے ملک اور مذهب میں کیا هو سکتی هے ، اور یہاں اُس کو اپنے مذهب کی کیا تعلیم ملتی ؟

(ط) یہہ تو اس خاندان کے هندوستان کے ساتهہ تعلق کا واقعہ اُس کے اسلام لانے سے پہلے کا هے - اسلام

---

(۱) دیکھو معجم‌البلدان یاقوت لفظ "نوبہار" اور کتاب‌البلدان ابن‌الفقیہ صفحہ ۳۲۴ (لیڈن) -

لانے کے بعد اس خاندان نے ہندوستان کے ساتھہ اپنے تعلقات کو اور زیادہ مضبوط کر دیا ، ہندوستان کے پنڈتوں کو عراق میں بلوا کر اپنے درباروں میں جگہ دی ، سندھہ کے غالباً بودھہ عالموں اور طبیبوں کو بلوا کر اُس نے بغداد کے دارالترجمہ اور شفاخانوں میں مقرر کیا ، ہندوستان مذہبوں اور دواؤں کی تحقیقات کے لئے وفد بھیجا - ابن ندیم کتاب الفہرست میں جو سنہ ۳۷۷ ھ کی تصنیف ہے کہتا ہے :

" عربوں کے دور حکومت میں ہندوستان کے معاملہ سے جس نے زیادہ دلچسپی لی وہ یحییٰ بن خالد برمکی اور برامکہ کی جماعت ہے ، جس کی دلچسپی اور اهتمام ہندوستان کے معاملہ کے ساتھہ اور وہاں کے پنڈتوں اور ویدوں کو ہندوستان سے بغداد بلوانے میں (مشہور ہے) - " (۱)

اگر یہہ لوگ ایرانی مجوسی ہوتے تو ان کی اس توجہ اور سرگرمی کا مرکز ہندوستان کی بجاے ایران ہونا چاہئے تھا -

---

(۱) کتاب الفہرست ص ۳۴۵ لیپزگ (سنہ ۱۸۷۱ ع)

(ی) سب کے آخر یہہ کہ برمک جوان کا خاندانی نام اور نوبہار کے متولی اور بڑے پنجاری کا اعزازی لقب تھا وہ سنسکرت زبان کا لفظ پرمک ھے - ڈاکٹر زخاؤ جو خود سنسکرت کے ماھر ھیں وہ کہتے ھیں کہ اس لفظ کے سنسکرت میں معنی برتر اور بڑےمرتبہوالے کے ھیں - ھم نے بھی سنسکرت جاننےوالوں سے دریافت کیا تو انھوں نے بھی تصدیق کی -

(ک) نوبہار کی عمارت میں جو بہت بڑا "قبہ" یا گنبد بنا ھوا تھا، اُس کا نام تھوڑے تھوڑے فرق سے مختلف نسخوں میں مختلف طور سے لکھا ھوا پایا گیا ھے - یاقوت کے مصری نسخہ میں "استن" اس کا نام بتایا گیا ھے - یورپ کا نسخہ اس وقت میرے پاس نہیں، مگر ابن‌الفقیہ کا جو لیڈن کا چھپا ھوا نسخہ میرے سامنے ھے، اُس میں اصل متن میں تو اس کا نام "آسبت" لکھا گیا ھے - مگر مشہور فاضل دی غوجی (De Goeje) اُس کے اڈیٹر نے اس کی حسب ذیل شکلیں مختلف نسخوں کے حوالہ سے لے کر لکھی ھیں : "استن" "است" "اسبت" - میرے خیال میں یہہ صحیح لفظ "آستب" ھے اور یہہ بودھہ لفظ "ستوپ" کا فارسی و عربی تلفظ ھے - سب جانتے ھیں کہ "ستوپ" بودھوں کا وہ خاص معبد کہلاتا ھے جس میں بودھہ کی راکھہ یا سمادھی رکھی گئی تھی - ایسی عمارتیں

ھندوستان میں بھی کئی نکل چکی ھیں، اور آثار قدیمہ نے ان کی کیفیت پوری طرح بیان کی ھے - یہاں بھی فارسی لفظی مشابہت نے دھوکا دیا ھے - فارسی میں "استن" کھمبے کو کہتے ھیں، جس کی دوسری فارسی شکل ستون ھماری زبان میں بھی ھے - اسی لئے لکھنے والوں نے اپنے خیال کے مطابق "استب" کو بے معنی سمجھکر اس کو فارسی کر دیا ھے کہ اس کے کچھہ معنی ھو جائیں، مگر اس سے زیادہ بے معنی بات کیا ھو گی کہ کسی قبہ یا گنبد کا نام ستون اور کھمبا رکھا جاے -

ھم نے ایک جزئی مسئلہ پر نہایت تفصیل سے گفتگو کی ھے - شاید ھم پر بے موقع طول کلام کا الزام قائم کیا جاے مگر اس اھمیت کو اگر خیال میں رکھا جاے جو اس تحقیق کی روشنی میں اس مسئلہ کی نظر آتی ھے تو میرا یہہ جرم بہت ھلکا ھو جائےگا اور نظر آئےگا کہ میرے اس نظریہ کے ثبوت کے بعد برامکہ کے عہد وزارت کی وہ تمام علمی سر گرمیاں علوم و فنون کی سر پرستیاں، شعر و سخن کی قدردانیاں، ھندوستان کی طب اور ھیئت کو عربی میں منتقل کرنے کی کوششوں کی داد ایران کی بجاے آئندہ آریاورت ھندوستان کے حصہ میں آ جائینگی اور یہہ ھندوستان کا معمولی کارنامہ نہ ھوگا -

عربی زبان کی سب سے بڑی انسائکلوپیڈیا ابن فضل اللہ العمری مصری کی مسالک الابصار فی ممالک الامصار

ہے ، جس کی پہلی جلد ابھی شائع ہوئی ہے - اس میں نوبہار کی تاریخ و کیفیت ان الفاظ میں بیان کی ہے : (۱)

"نوبہار کو ہندوستان (کے راجہ) منتو شہر نے بلخ میں بنایا - یہاں وہ ستارہ پرست آتے تھے جو چاند کو پوجتے ہیں ، اور اس کے متولی کا نام برمک ہوتا تھا - فارس کے بادشاہ اس کی اور اس کے متولی کی عزت کرتے تھے - اخیر میں یہہ منصب خالد بن برمک کے باپ کو ملا ، اور اسی لئے ان کو برامکہ کہتے ہیں - یہہ بہت بلند عمارت تھی سبز ریشمی کپڑے سے ڈھانکی جاتی تھی اور اسی سبز ریشمی کپڑے کے سو سو ہاتھہ کے پھریرے اُس پر اُڑتے تھے اُس پر یہہ عبارت لکھی تھی ،...... (جو گذر چکی - مگر اس میں صرف ایک تحریف ہے کہ بوذآسف کی جگہ سوراشف ہے جو غلط ہے -)

(۱) کتاب مذکور جلد اول ص ۲۲۳ (مصر)

اس بیان میں اس کے بنانےوالے کا نام "هندي" ظاهر کرنا همارے دعوی پر ایک مزید شہادت هے - اس بیان میں اس کو چاند کے پوجنےوالوں کا معبد اکہا گیا هے، مگر بہرحال آتشکدہ نہیں - اس کا چاند کا معبد هونا بهی هندوستان کی طرف اشارہ هے کہ بعض لوگوں کے نزدیک هندو کي اصل اندو هے، جو چاند کو کہتے هیں، اور اسی نسبت سے اس ملک کا یہہ نام پڑا هے، (۱) - یہہ وہ شواهد هیں جن کو هم اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے هیں - ان شواهد سے هندوستان اور عرب کے علمی تعلقات کا وہ گمشدہ حلقہ مل جاتا هے جس سے برامکہ اور هندوستان کے علمي تعلقات کي زنجیر پوری استوار هو جاتی هے اور یہہ راز کهل جاتا هے کہ برامکہ کو خاص کر هندوستان کے علوم و فنون سے کیوں اتنا ذوق تها اور وهاں کے پنڈتوں سے اس میل جول اور ارتباط کے اسباب کیا هیں ؟

گذشتہ تقریر سے عرب اور هندوستان کے تجارتی تعلقات کی پوری تشریح هو چکي هے، لیکن واقعہ یہہ هے هندوستان اور عرب کے درمیان تجارت کے علاوہ دوسرے اغراض سے بهی آمد و رفت کے تعلقات پہلی صدی هجری

---

(۱) زبدةالصحائف في سیاحةالمعارف مصنفہ نوفل آفندی (یہہ اسي زمانہ کي ایک شامي عیسائي فاضل کي تصنیف هے) ص ۹۳ -

کے آخر سے شروع ہو چکے تھے ، چنانچہ جب محمد قاسم (سنہ ۹۶ ھ) سندھ کے حملہ میں ایک قصبہ میں پہنچا ھے تو معلوم ھوا کہ وھاں کے باشندے بدھ مت کے دو پیرووں کو عراق کے گورنر حجاج کے پاس بھیج کر پہلے ھی سے مصالحت اور اُس سے امن و امان کی سند حاصل کر چکے ھیں - اس کے بعد جب خلافت کا مرکز شام سے ھٹ کر عراق آ گیا یعنی امویوں کے بجاے عباسیہ اسلام کے تخت حکومت پر بیٹھے تو سندھ اور عراق کے قرب نے فارس کی خلیج میں ان دونوں قوموں کے درمیان اتحاد کا ایک نیا سنگم پیدا کر دیا (سفاح کی دو تین سال کی حکومت کے بعد عباسی خانوادہ کا دوسرا خلیفہ منصور سنہ ۱۳۶ ھ میں بادشاہ ھوا ، سنہ ۱۴۶ ھ میں پایۂتخت کی تعمیر ختم ھو ئی ، اور بغداد آباد ھوا ، اور اس کے آٹھ برس کے بعد یعنی سنہ ۱۵۴ ھ سے عرب و ھند کے علمی تعلقات کا با قاعدہ آغاز ھوا -

سنسکرت سے ترجمہ کا آغاز

عربوں میں دوسری زبانوں سے علمی کتابوں کے ترجمہ کرانے کا خیال پہلی صدی ھجری کے وسط سے ھو چکا تھا ، مگر چونکہ اب تک حکومت کا مرکز شام تھا اسلئے یونانی و سریانی زبانوں کا غلبہ رھا - لیکن جب عراق میں عباسی خلافت کا تخت بچھا - تو

ہندوستان اور ایران کی زبانوں کو بھی اپنے جوہر دکھانے کا موقع ملا - چنانچہ جب منصور کی علم‌دوستی کا چرچا پھیلا ' تو سنہ ۱۵۴ ھ (۷۷۱ ع) میں سندھ کے ایک وفد (ڈیپوٹیشن) کے ساتھ ہیئت اور ریاضیات کا ایک فاضل پنڈت سنسکرت کی سدھانت لے کر بغداد پہنچا (۱) ' اور خلیفہ کے حکم سے دربار کے ایک ریاضی‌داں ابراہیم فزاری کی مدد سے اس نے اس کا ترجمہ عربی میں کیا (۲) - یہہ پہلا دن تھا ' کہ عربوں کا ہندوستان کی قابلیت اور دماغ‌داری کا اندازہ ہوا ' پھر ہارون نے اپنے علاج کے لئے یہاں سے وید بلوائے ' جنھوں نے عربوں میں ہندوستان کی علمی عظمت اور بڑائی کی دھاک بٹھا دی - اُس کے بعد برامکہ کی سرپرستی میں طب ' نجوم ' ہیئت ' اور ادب و اخلاق کی کتابوں کا ترجمہ سنسکرت سے عربی میں ہوا - اس نے ہندوستان کی شہرت اور نیک‌نامی کو اور چار چاند لگا دئے -

عربوں میں ہندوستان کی وقعت

یہہ دکھانے کے لئے کہ ان ترجموں کے ذریعہ سے عربوں کے دلوں میں ہندوستان کی قدر و منزلت کتنی پیدا

---

(۱) کتاب الہند بیرونی ص ۲۰۸ (لندن) -
(۲) اخبارالحکماء قفطی ص ۱۷۷ (مصر) -

ہو گئی تھی عربی کے دو تین پرانے مصنفوں کے خیالات آپ کو سنانا چاہتا ہوں - ان میں سے پہلا شخص جاحظ ہے - یہہ مشہور انشاپرداز ' فلاسفر ' اور متکلم تھا ' بصرہ کے باشندہ ہونے کے سبب سے ہندوستان سے اس کے تعلقات بھی تھے (ا) - سنہ ٢٥٥ ھ میں اس نے وفات پائی - اس کا ایک رسالہ اس بحث پر ہے کہ دنیا کی گوری اور کالی قوموں میں بڑھکر کون ہے ؟ وہ اپنا فیصلہ کالی قوموں کے حق میں دیتا ہے - اس سلسلہ میں وہ کہتا ہے :

"لیکن ہندوستان کے باشندے تو ہم نے ان کو پایا ہے کہ وہ جوتش (نجوم) اور حساب میں بڑھے ہوئے ہیں اور ان کا ایک خاص ہندی خط ہے ' اور طب میں بھی وہ آگے ہیں ' اور طب کے بعض عجیب بھید ان کو معلوم ہیں ' اور سخت بیماریوں کی دوائیں خاص طور سے ان کے پاس ہیں پھر مجسموں اور استیچو بنانا ' رنگوں سے تصویر پیدا کرنا ' اور تعمیر وغیرہ میں ان کو کمال ہے - پھر شطرنج کے وہ موجد ہیں '

(ا) ابن خلکان میں عمرو بن بحرالجاحظ کا حال -

جو ذہانت اور سوبنچ کا بہترین کھیل
ہے - تلواریں عمدہ بناتے ہیں اور ان
کے چلانے کے سب کرتب جانتے ہیں -
زہر اتارنے اور درد دور کرنے کے منتر
جانتے ہیں - ان کی موسیقی بھی
دلپسند ہے ، ان کے ایک ساز کا نام
کنکلہ (؟) ہے ، جو کدو پر ایک تار
کو تان کر بجاتے ہیں ، اور جو ستار
کے تاروں اور جھانجھہ کا کام دیتا ہے -
ان کے ہاں ہر قسم کا ناچ بھی ہے ،
.........ان کے ہاں مختلف قسم کے
خط ہیں ، شاعری کا ذخیرہ بھی
ہے ، اور تقریروں کا حصہ بھی ہے - طب ،
فلسفہ ، اور ادب و اخلاق کے علوم بھی
ان کے پاس ہیں - انہیں کے ہاں سے
کلیلہ دمنہ کتاب ہمارے پاس آئی -
اُن میں رائے اور بہادری ہے اور
جو بعض خوبیاں ان میں ہیں چینیوں
میں بھی نہیں - ان میں صفائی اور
پاکیزگی کے بھی اوصاف ہیں ، خوبصورتی ،
نمکینی ، اور خوش‌قامتی اور خوشبوئی
بھی ہے - اور انہیں کے ملک سے بادشاہوں
کے پاس وہ عود آتی ہے جس کی

نظیر نہیں ، اور فکر کا علم انہیں کے
پاس سے آیا ہے ، اور ان کو ایسے منتر
معلوم ہیں جن کو یہہ زہر پر پڑھہ
دیں تو زہر بیکار ہو جائے ، پھر نجوم کے
حساب کے وہی موجد ہیں - ان کی
عورتوں کو گانا ، اور مردوں کو پکانا
خوب آتا ہے - صراف اور روپے کے کاروبار
کرنےوالے اپنے کیسے اور خزانے ان کے سوا
اور کسی کے حوالہ نہیں کرتے - جتنے
(عراق میں) صراف ہیں ، سب کے ہاں
خزانچی خاص سندھی ہوگا ، یا کسی
سندھی کا لڑکا ہوگا ، کیونکہ ان کو حساب
و کتاب اور صرافی کے کاموں سے فطری
مناسبت ہے ، پھر یہہ ایماندار اور
وفادار ملازم بھی ہوتے ہیں (۱) " -

دوسرا شخص یعقوبی ہے جو سیاح ، مورخ ، اور فاضل بھی تھا - کہتے ہیں کہ ہندوستان بھی آیا تھا - تقریباً سنہ ۲۷۸ ھ میں وفات پائی وہ اپنی تاریخ میں ہندوستان کی افسانہ‌نما تاریخ لکھکر کہتا ہے :

---

(۱) رسالۂ فخرالسودان علی البیضان جاحظ ، مجموعۂ رسائل جاحظ ص ۸۱ مطبوعۂ سنہ ۱۳۲۴ ھ (مصر) -

"اور هندوستان کے لوگ عقل اور غور والے
هیں، اور وہ اس حیثیت سے سب
قوموں سے بڑھ کر هیں - جوتش اور
نجوم میں ان کی باتیں سب سے زیادہ
درست نکلتی هیں، سدهانت انهیں کی
ذهانت کا نتیجه هے، جس سے یونانیوں
اور ایرانیوں تک نے فائدہ اتھایا - طب
میں ان کا فیصله سب سے آگے هے -
اس فن میں ان کی کتاب چرک اور
ندان هے.....اور بهی طب میں ان کی
کئی کتابیں هیں - منطق اور فلسفه
میں ان کی تصنیفات هیں، اور بهت
سی ان کی تصنیفات هیں جن کی
بڑی تفصیل هے" (۱)

تیسرا بیان ابوزید سیرافي کا هے جو تیسری صدی کے آخر میں تها - وہ لکهتا هے :

"هندوستان کے اهل علم برهمن کهلاتے هیں
اور ان میں شاعر بهی هیں جو
بادشاهوں کے درباروں میں رهتے هیں اور
جوتشی اور فلاسفر اور فال کهولنے والے

---

(۱) تاریخ ابن واضع یعقوبی جلد ۲ ص ۱۰۵ (لیڈن) -

اور بازیگر ہوتے ہیں اور یہہ قلوج میں
زیادہ ہیں، جو جوز کی مملکت میں
بڑا شہر ہے -" (ص ۱۲۷)

الغرض خلیفہ منصور اور ہارون الرشید کی سرپرستیوں اور برامکہ کی قدردانیوں اور فیاضیوں کی بدولت ہندوستان کے بیسیوں پنڈت اور وید بغداد پہنچے، اور سلطنت کے طبی اور علمی محکموں میں مصروف ہوئے، اور حساب، نجوم، ہیئت، طب، اور ادب و اخلاق کی بہت سی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا - افسوس یہہ ہے کہ ان پنڈتوں کے ہندی نام عربی لب و لہجہ میں جاکر ایسے بدل گئے ہیں کہ آج گیارہ بارہ سو برس کے بعد ان کا صحیح تلفظ کرنا بالکل محال ہو گیا ہے، اور شاید اس کی ایک وجہ یہہ بھی ہے کہ میرے گمان میں یہہ لوگ زیادہ تر بودھہ مت کے پیرو تھے، اور اس زمانہ کے ناموں کے انداز موجودہ ویدک ناموں سے مختلف ہیں، پھر ان میں سے بعض نام ایسے بھی ہیں جو نام نہیں، بلکہ لقب ہیں - ان ہندی ناموں کی عربی میں ایسی ہی کایا پلٹ ہوئی ہے جیسی عربی ناموں کی یورپ کی زبانوں میں -

پنڈتوں اور ویدوں کے نام

بہر حال عربوں کی تحریروں میں ہندوستان کے جن پنڈتوں اور ویدوں کے نام آئے ہیں وہ یہہ ہیں: بہلہ،

منکا ، بازیگر (بجے کر ؟) فلبرفل (کلپ راے کل ؟) سندباد - یہہ نام جاحظ (سنہ ٢٥٥ ھ) نے لئے ہیں ، اور اتنے نام لکھہ کر اوروں کے نام فلاں فلاں کہکر چھوڑ دئے ہیں اور لکھا ہے کہ ان کو یحییٰ بن خالد برمکی نے ہندوستان سے بغداد بلوایا تھا - یہہ سب طبیب اور وید تھے - (١)

ابن ابی اصیبعہ نے ان ویدوں میں سے منکا اور بہلہ کے بیتے کا جو شاید مسلمان ہو گیا تھا ، اور جس کا صالح نام تھا ، ذکر کیا ہے - ابن ندیم نے ایک اور نام ابن دھن لکھا ہے ، اور یہی تینوں بغداد میں اُس زمانہ کے مشہور وید تھے - دوسري جگہ جن ہندوستاني عالموں کی طب اور نجوم کي کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں ان کے یہہ نام گنائے ہیں : باکھر ، راجہ ، مکہ ، داھر ، انکو ، زنکل ، اریکل ، جبھر ، اندی ، جباری - (٢)

منکہ یا منکا

ابن ابی اصیبعہ نے اپنی تاریخ الاطباء میں لکھا ہے کہ یہہ طب اور علاج میں بہت ماہر تھا - ایک دفعہ ہارون الرشید سخت بیمار پڑا ، بغداد کے تمام اطباء اس کے علاج سے عاجز آگئے ، تو ایک شخص نے ہندوستان کے اس

(١) کتاب البیان ص ٤٠ (مصر) -

(٢) فہرست ابن ندیم - ذکر کتب طب و نجوم -

طبیب کا ذکر کیا ، چنانچہ سفر خرچ بھیجکر وہ بلوایا گیا - اس کے علاج سے خلیفہ کو صحت ہوئی - خلیفہ نے اس کو انعام و اکرام سے مالامال کردیا - پھر یہہ دارالترجمہ میں سنسکرت کی کتابوں کے ترجمہ پر مقرر ہوا (۱) - کیا ہم منکہ نام کو مانک سمجھیں ؟

صالح بن بہلہ

یہہ بھی ہندوستانی طب کا ماہر تھا - ابن ابی اصیبعہ نے اس کو بھی ہندوستان کے اُن ماہر طبیبوں میں داخل کیا ہے جو بغداد میں تھے - ایک موقع پر جب خلیفہ ہاروں‌رشید کا چچازاد بھائی سکتہ میں بیمار ہو گیا تھا ، اور دربار کے مشہور یونانی عیسائی طبیب جبرئیل بختیشوع نے اس کی موت کا حکم لگا دیا ، تو جعفر برمکی نے اس ہندی وید کو پیش کیا ، اور اسی وید کے علاج کا مشورہ دیا - خلیفہ نے قبول کیا ، اور اس نے بڑے معرکہ کا علاج کیا - (۲)

ابن دھن

یہہ برمکیوں کے شفاخانہ کا افسر اعلیٰ تھا ، اور یہہ بھی ان لوگوں میں تھا جو سنسکرت سے عربی میں

(۱) تاریخ الاطباء ج ۲ ص ۳۳ (مصر) و فہرست ابن ندیم ص ۲۴۵ -
(۲) تاریخ الاطباء جلد ۲ ص ۳۴ (مصر) -

کتابوں کے ترجمہ پر مامور تھے (۱) - پروفیسر زخاؤ نے "انڈیا" کے مقدمہ میں دھن کے نام کی اصلیت جاننے کی کوشش کی ھے - ان کی تحقیق کا نتیجہ یہہ ھے کہ "یہہ نام دھنیا یا دھنن ھوگا - یہہ نام غالباً اس لئے اختیار کیا گیا ھو کہ اس کو لفظاً دھنونتری سے مشابہت ھے، جو منو شاستر میں دیوتاؤں کے طبیب کا نام بتایا گیا ھے" - (۲)

سنسکرت سے عربی میں حسب ذیل علوم کی کتابیں نقل کی گئیں : حساب، نجوم، طب، ھیئت، اخلاقی افسانے اور کہانیاں، سیاست اور راجنیت، کھیل اور تماشے -

حساب

اھل عرب کا صریحی بیان ھے کہ انھوں نے ۱ سے ۹ تک کے حسابی رقم (ھندسہ) لکھنے کا طریقہ ھندوؤں سے سیکھا (۳)، اور اسی لئے اھل عرب اس کو حساب ھندی،

---

(۱) فہرست ابن ندیم ص ۲۴۳ -

(۲) صفحہ ۳۳ - مقدمہ ترجمہ انگریزی -

(۳) - رسائل اخوان الصفا جو چوتھی صدی میں مرتب ھوئے - فصل في معرفة بداية الحروف، و خلاصة الحساب بهاء الدين عاملي مطبوعہ کلکتہ ۱۶، اور اس کی شرح از مولوی عصمت اللہ، و کشف الظنون چلپی، و مفتاح السعادة طاشکری زادہ (علم الحساب) و کتاب الهند بیرونی ص ۹۳، مطبوعہ لندن -

یا ارقام ہندیہ کہتے ہیں - عربوں سے یورپ کی قوموں نے سیکھا ، اسی لئے ان کی زبانوں میں اس کا نام "ارقام یا اعدادیہ عربیہ" (عربک فیگرز) ہے - ٹھیک وہ زمانہ نہیں معلوم جس میں عربوں نے یہہ طریقہ ہندوؤں سے سیکھا ، مگر خیال یہی ہے کہ سنہ ۱۵۶ میں سندھہ سے جو پنڈت سدھانت لے کر منصور کے دربار میں بغداد آیا تھا اسی نے عربوں کو یہہ طریقہ سکھایا ، اور میرے خیال میں صحیح یہہ ہے کہ سدھانت جس کا ترجمہ ہوا تھا ، اس کے تیرھویں اور چوبیسویں باب میں خود حساب اور رقم ہے اسی کے ذریعہ سے یہہ طریقہ عربوں میں رائج ہوا - عربی میں پہلے لفظوں میں عدد لکھتے تھے ، پھر یہودیوں اور یونانیوں کی طرح حروف ابجد میں رقم لکھتے تھے ، جیسا کہ اب بھی عربی ہیئت میں اختصار اور صحت کے خیال سے یہہ طریقہ رائج ہے ، اور جس پر مشرق میں ابجد ہوز کے قاعدہ سے مادۂ تاریخ نکالنے کا رواج ہے - بہر حال پہلے محمد بن موسیٰ خوارزمی نے اس ہندی حساب کو عربی قالب میں ڈھالا - انسایکلوپیڈیا برٹانیکا (گیارھواں اڈیشن) میں اعداد (Numeral) پر جو مضمون (جلد ۱۹ ص ۸۶۷) ہے ، اس میں قدیم ہندی ، مشرقی عربی مغربی عربی اور یوروپین اعداد کی شکلیں ، کتبوں اور پرانی

---

(۱) طبقات الامم صاعد اندلسی صفحہ ۱۴ ، (بیروت) -

قلمی کتابوں سے نقل کرکے دی ہیں ، جس سے ایک نظر میں معلوم ہو سکتا ہے کہ ہندوستان سے عرب کی راہ اس طریقۂ حساب نے کیونکر سفر کیا - عربی میں مامون الرشید کے درباری منجم الخوارزمی (سنہ ۷۸۰ ع - سنہ ۸۴۰ ع) نے ان کی شکلیں درست کیں ، اور وہی اندلس کی راہ یورپ پہنچیں - یورپ میں حساب کے ایک خاص شعبہ کو الگاریتھم ، اور الگاریتم ، اور الگورزم (Algorithm, Algoritems, Algorism) کہتے ہیں - وہ سب اسی الخوارزمی کی بگڑی ہوئی شکلیں ہیں (۱) - اندلس والے اسی ہندی ارقام کو حساب الغبار کہتے ہیں ، شاید اس لئے کہ یہہ ہندو اپنے طریقہ پر جیسا کہ اب تک دیہاتی پاٹ شالوں میں دستور ہے اس کو زمین پر لکھہ کر سکھاتے تھے - یوروپین اعداد اسی غباری اعداد سے ماخوذ ہیں -

ان اعداد کے غیر عربی ہونے کا ایک عملی ثبوت یہہ ہے کہ عربی طرز تحریر کے بالکل برخلاف یہہ بائیں سے داہنے کی طرف لکھے جاتے ہیں ، لیکن اہل عرب پڑھتے وقت ان کو داہنے سے بائیں کی طرف پڑھتے ہیں - ابن ندیم نے سندھی خط کے عنوان سے ان ہندی ارقام کو نقل کیا ہے اور ہزار تک لکھنے کا طریقہ

---

(۱) انسائکلو پیڈیا برٹا نیکا ج ۱۹ ص ۸۶۷ کالم ۲ -

بتایا ہے - اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عربوں میں یہہ طریقہ سندھی پنڈتوں کے ذریعہ رائج ہوا -

الخوارزمي کے بعد جس کا زمانہ تیسری صدی ہجری اور نویں صدی عیسوي کے آغاز کا ہے مسلمانوں میں ہندی حساب کو فروغ دینےوالا دوسرا شخص علي بن احمد نسوی (سنہ ۹۸۰ع - سنہ ۱۰۳۰ع) ہے، جس نے المقنع فی الحساب الہندی (ہندی حساب میں خواہش پورا کر دینےوالی) کتاب لکھي - اس کے بعد اور بھی اس پر کتابیں لکھی گئیں، حالانکہ اس سے بہت پہلے یعنی الخوارزمی ہی کے زمانہ میں یونانیوں کي ارثماطیقی (ارتھمیٹک) عربی میں منتقل ہو چکی تھي (۱) - مگر پھر بھی حساب ہندی کی قدر و منزلت میں کسی نہ آئی - تعجب سے سنا جاےگا کہ اس حساب ہندی نے عوام تک مین مقبولیت حاصل کر لی تھی، چنانچہ مشہور مسلمان حکیم اور فلاسفر بو علی سینا (سنہ ۴۲۸ ھ - سنہ ۱۰۱۵ع) نے بچپن میں اس ہندی حساب کو ایک

---

(۱) اس مسئلہ پر انگریزي میں سب سے بہتر معلومات ایچ سوتر صاحب (H. Suter) کے مضمون "حساب" میں ہیں، جو انسائکلوپیڈیا آف اسلام کے نمبر ۲۲ سنہ ۱۹۱۶ء صفحہ ۳۱۵ میں ہے - عربي میں محمد بن احمد خوارزمي (سنہ ۳۸۱ ھ) کي کتاب مفاتیح العلوم میں حساب الہند کے عنوان سے دو تین صفحوں میں اس کي تفصیل ہے، صفحہ ۱۹۳، مطبع بریل، لیڈن، سنہ ۱۸۹۵ع -

کلنجرے سے جو اس حساب میں بہت ماہر تھا ' سیکھا تھا - (۱)

نجوم اور ھیئت

اوپر گذر چکا ھے کہ تقریباً سنہ ۱۵۴ ھ (سنہ ۷۷۰ع) میں سندھہ سے جو ڈیپوٹیشن بغداد گیا تھا ' (۲) اس کے ساتھہ ایک پنڈت ھیئت کی ایک کتاب لے کر گیا تھا - سنسکرت میں اس کتاب کا پورا نام "برھمسپت سدھانت" ھے ' جو عربی میں "آلسندھند" کے نام سے مشہور ھوا - اس کے بعد سنسکرت کی دوسري کتاب عربی میں ترجمہ ھوئی جس کا عربی نام "ارجبند" ھے ' اور جس کا سنسکرت تلفظ "آریہ بھٹ" ھے - اس کے بعد تیسری سنسکرت کتاب عربی میں منتقل ھوئی ' جس کا عربی میں زیادہ مشہور نام "آرکند" اور کم مشہور "اھرقن" ھے - اس کا اصلی سنسکرت نام "کھنڈا کھڈ یک" ھے - جس ھندی پنڈت کے ذریعہ سے پہلی کتاب سدھانت سنہ ۱۵۴ ھ عربی میں ترجمہ ھوئی ' اس کے بغداد میں دو عرب شاگرد ھوئے - ایک کا نام ابراھیم فزاری ھے ' اور دوسرے کا یعقوب بن طارق - ان دونوں نے سدھانت کو اپنی اپني طور سے عربی میں منتقل کیا - ھندؤں کے فلکیات کی بنیاد زمانہ کی اس تقسیم پر ھے - جس

(۱) عیون‌الانباء ج ۲ ص ۲ (مصر) -

(۲) طبقات‌الامم صاعد اندلسي ص ۴۹ (بیروت) -

کو سنسکرت میں کلپ کہتے ہیں ، یعنی دوسری پرانی قوموں کی طرح ان کا اعتقاد یہہ تھا کہ چاند سورج ، زحل ، مشتری ، وغیرہ ساتوں ستارے جن کو عرب سبع سیارہ کہتے ہیں ، یہہ کل کے کل ایک وقت میں نقطہ اعتدال ربیعی میں ایک ساتھہ پیدا ہوئے ، اور ایک ساتھہ حرکت شروع کی ، اب یہہ اپنی اپنی چال چل رہے ہیں ، پھر کروڑوں برس کے بعد یہہ ساتوں جب پھر اسی نقطہ پر جمع ہو جاتے ہیں تب پرلے ہو کر دنیا مٹ کر پھر سے بنتی ہے ، اور پھر اس سے حرکت شروع ہوتی ہے - ان دونوں نقطوں کے درمیان کے شمسی نجومی سالوں کی تعداد کا نام کلپ ہے - برہمگپت کے حساب سے ایک کلپ میں ۴ ارب ۳۲ کروڑ سال ہوتے ہیں ، اور پھر انہیں سے دنوں کا حساب لگایا جا سکتا ہے - عربوں نے اسی کلپ کا نام "سنی السند ہند" یعنی سدھانت کے برس ، اور دنوں کا نام "ایام السند ہند" رکھا -

چونکہ یہہ اربوں اور کروڑوں سال کا حساب لگانا مشکل ہوتا تھا ، اس لئے پانچویں صدی عیسوی کے آخر میں آریہ بھٹ نے آسانی کے لئے یہہ کیا کہ کلپ کا ہزارواں حصہ لے کر اس پر حساب قائم کیا ، جس کا نام جگ اور مہاجگ ہے - آریہ بھٹ کے اسی اصول پر جو کتاب ہے اس کو عرب ارجبہر ، ارجبہذ اور جگ کو "سنی ارجبہذ" یعنی "آریہ بھٹ کے سال" کہنے لگے -

عربوں نے السند هند اور ارجبهر کے اصلی سنسکرت معنی کے سمجھنے میں یہہ غلطی کی کہ وہ سمجھے کہ اس کے معنی خود اسی اصول کے هیں ، چنانچہ اُنھوں نے غلطی سے السند هند کے معنی "الدهرالداهر" یعنی "لا انتہا زمانہ" اور "ارجبهند" کے معنی "هزارواں حصہ" کے سمجھے - اس آخری کتاب کو عربی میں ابوالحسن اهوازی نے عربی میں منتقل کیا تھا -

یعقوب بن طارق نے سنہ ۱۶۱ ھ میں اسي پنڈت یا کسی اور آنے والے پنڈت سے ارکند یعنی کھنڈ یا کھنڈیک کا طریقہ سیکھا - یہہ بھی برهمگپت هی کی تصنیف هے ، مگر اس کے کچھہ اصول سدهانت سے الگ هیں -

ان تینوں کتابوں میں سے ابتدائی عرب هیئت دانوں میں سدهانت کا رواج زیادہ هوا ، اور گو اس کے بعد هی عربی میں بطلیموس یونانی کی کتاب مجسطی کا عربی میں ترجمہ هو گیا ، اور مامون کے زمانہ میں رصد خانہ بھی قائم هو گیا ، تحقیقات میں بھی اضافہ هوا ، مگر اس کے باوجود ایک مدت تک عرب اهل هیئت بغداد سے لے کر اِسپین تک اسی هندی کتاب کے سدهانت کے پیچھے لگے رهے ، اس کے خلاصے کئے ، اس کی شرحیں لکھیں ، اس کی غلطیاں درست کیں ، اس میں اصلاحیں دیں ، یہاں تک کہ پانچویں

صدی هجری (گیارهویں صدی عیسوی) تک یعنی بیرونی کے زمانہ تک یہہ سلسلہ قائم رہا - مامون الرشید کے عہد میں خوارزمی نے جو زیچ تیار کی ، اس میں بھی ایرانی اور یونانی اصولوں کی افزایش کے ساتھہ اصل هندی اصول کو اس نے قائم رکھا ، اور اسی لئے اپنی کتاب کا نام "السند هند الصغیر" یعنی "چھوٹا سدھانت رکھا (۱) - اسی طرح حسن بن صباح ، حسن بن خصیب ، فضل بن حاتم تبریزی ، احمد بن عبداللہ مروزی ، ابن الادمی ، عبداللہ اور ابوریحان بیرونی نے تیسری ، چوتھی ، اور پانچویں صدی میں سدھانت کی تصحیح و تکمیل پر بہت کچھہ کام کیا ، اور یونانی اصول اور ذاتی تحقیقات کے ساتھہ وہ اس کا پیوند بھی لگاتے رہے -

اِسپین میں سدھانت کا اصول چوتھی صدی هجری میں پہنچا - مسلمہ بن احمد مجریطی (میڈرڈ کے باشندہ) المتوفی سنہ ۳۹۸ ھ (سنہ ۱۰۰۷ ع) نے خوارزمی کی زیچ سند هند صغیر کا خلاصہ کیا ، پھر اِسپین کے ابوالقاسم اصبغ معروف بہ ابن السمح المتوفی سنہ ۴۲۶ ھ (سنہ ۱۰۳۵ ع) نے سدھانت کے اصول پر بہت بڑی زیچ تیار کی ، بعد کو بطور وضعداری وسعت علم کے اظہار کے لئے لوگ نئی تحقیقات کے ساتھہ سدھانت کے اصول پر بھی نتائج نکالتے تھے ، جیسا کہ اسی اسپین کے ابراهیم

---

(۱) قفطی ص ۱۷۸ ، (مصر) -

زرقالی نے اسطرلاب پر جو کتاب صفحۂ زرقالیہ کے نام سے لکھی ھے اس میں کیا ھے، اور اسی اسپین کے عربوں کے ذریعہ سے یہہ سدھانت کی کتاب یہود تک اور پھر یورپ تک پہنچی، چنانچہ یہودی فاضل ابراھیم بن عزرا نے اپنی عبرانی تصنیفات میں سدھانت کے بعض اصول پر زیچ تیار کی - (۱)

عربی میں سنسکرت اصطلاحات

عربوں کے علم ھیئت نے ان کی ذاتی تحقیقات کی بدولت ترقی کے بہت سے مدارج طے کر لئے، تاھم سنسکرت کی ایک متروک اور دو باقی اصطلاحیں ایسی اس میں رہ گئی ھیں جو اب تک عربوں میں علم ھیئت کے آنے کا راستہ بتاتی ھیں، چنانچہ سدھانت وغیرہ ناموں کے علاوہ ایک سنسکرت اصطلاح پرانی عربی ھیئت میں "کردجہ" کی ھے، جس کی اصل سنسکرت کرمجیا ھے،

---

(۱) سدھا ھند، ارجبھند، اور ارکند کا ذکر - فہرست ابن ندیم، مسعودی، قفطی، اور کتاب‌الہند بیرونی سب میں ھے، اور یہہ سب کتابیں میرے پیش نظر ھیں، مگر عربی میں مصری یونیورسٹی میں سینیر کراونلنیو ایک مشہور اتالین فاضل نے سنہ ۱۹۰۹ ع اور سنہ ۱۹۱۰ ع میں عربوں کے علم ھیئت کی تاریخ پر نہایت محققانہ لکچر دئے تھے - یہہ معلومات ان میں سے ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ نمبر کے لکچروں سے لئے گئے ھیں، اور ان کے علاوہ طبقات‌الامم صاعد اندلسی صفحہ ۵۰، بیروت سے بعض باتیں بڑھائی گئی ھیں -

جس کے لئے عربی میں بعد کی اصطلاح "وتر مستوی" پیدا ہوئی - دوسری باقی اصطلاح جو آج تک عربی ریاضیات میں اور علم مثلثات میں مستعمل ہے، وہ "جیب" کا لفظ ہے، اور جس کو غلطی سے عربي لفظ "جیب" جس کے معنی گریبان کے هیں، سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہہ سنسکرت لفظ "جیوا" کا معرب ہے، اور پھر اسی سے جیب التمام جیوب منکوسہ، جیوب مبسوطہ، اور مجیب وغیرہ اصطلاحین پیدا ہوئیں، اور اس طرح کٹ چھٹ کر عربي ڈھانچے میں ڈھل گئیں، کہ آج ان پر غیر عربی ہونے کا شبہہ بھي نہیں ہو سکتا -

آخری لفظ "اوج" ہے جو ہیئت کی اصطلاح میں سب سے اونچے نقطۂ بلندی کا نام ہے - یہہ هندی لفظ "اوچ" ہے، جو عربی میں جا کر اوج ہو گیا ہے، (۱) - مدت سے جو عربی اور فارسی اور پھر اردو میں اس لفظ کا استعمال اس طرح "اوج کمال" پر ہے کہ کسی کو اس کے هندی ہونے کا شبہہ بھی نہیں، یہی وجہ ہے کہ خالص عربی لغتوں میں یہہ مادہ نہیں ملتا - اس

---

(۱) بعضوں کي راے ہے کہ اس کي اصل فارسي اوگ ہے، جیسا کہ خوارزمي نے مفاتیح العلوم صفحہ ۲۲۱ (لیڈن) میں لکھا ہے - اور اسدي طوسي کي قدیم فارسي لغت میں بھي یہہ لفظ موجود ہے، مگر خیال یہہ ہے کہ خود فارسي میں بھي یہہ لفظ سنسکرت هي سے گیا ہے -

کی مثال بالکل لفظ جنس کی ہے ، جو عربی میں منطق کی ایک اصطلاح ہے ، اور جو یونانی لفظ جینس کا معرب ہے ، مگر عرب میں آکر یہہ جنس ، مجانست ، تجنیس مختلف بابوں میں مستعمل ہو گیا ہے ، حالانکہ قدیم عربی میں اس کا مطلق پتہ نہیں -

دو اور لفظ بھی ذکر کے قابل ہیں - ہندو عالموں نے ستاروں کے حرکات میں اس دائرۂ نصف النہار کا حساب لگایا تھا ، جو آبادی کے نصف حصہ سے گذرتا ہے - آبادی کا یہہ نصف حصہ ان کے خیال میں جزیرۂ لنکا تھا ، جس کو عرب سرندیب کہتے ہیں ، اور اب سیلون کہلاتا ہے - ہندوؤں کا خیال تھا کہ وہ خط استوا پر واقع ہے - خط استوا اور نصف آبادی کا یہہ خط نصف النہار جس نقطہ پر ایک دوسرے کو کاٹتے ہیں اس کو عرب قبۃالارض (زمین کا گنبد) کہتے ہیں - اہل ہند جغرافی طول بلد کا حساب اسی لنکا کے خط نصف النہار سے لگاتے تھے ، اور اسی لئے ابتدائی عرب جغرافیہ نویسوں نے لنکا کو قبۃ الارض کہا ہے -

پھر چونکہ اہل ہند کا خیال تھا کہ وہی خط جو لنکا کے نصف النہار کا ہے ، وہی مالوا کے شہر اجین سے گذرتا ہے ، چنانچہ سدھانت میں اسی اجین سے طول بلد کا حساب ہے ، اس لئے وہ اجین سے طول بلد کا حساب نکالنے لگے - عربوں نے اسی اجین کو ایک اپنے

تلفظ میں اُزین کہا ، اور یہہ خیال کیا کہ اُزین ہی قبۃالارض ہے ، پھر اُزین کے " ز " کا نقطہ اڑ کر " اُرین" ہو گیا ، اور یہیں سے یہہ اصطلاح پیدا ہوئی کہ ارین ہر محل اعتدال کا نام ہے ، جیسا کہ شریف جرجانی (مشہور مسلمان فلاسفر) نے اپنی کتاب تعریفات میں لکھا ہے - (۱)

اور ایک اور لفظ پرانے عرب علماے ہیئت نے " بذماسہ " استعمال کیا ہے - یہہ سنسکرت کا ادھماسا ہے ، جس کے معنی چاند کے مہینے کے ہیں -

بعض لوگ غلط فہمی سے یہہ سمجھتے ہیں کہ عربی میں ریاضیات اور رقم کو جو ہندسہ کہتے ہیں ، اس کی وجہ یہہ ہے کہ یہہ ہند کی طرف منسوب ہے ، اور تعجب ہے کہ علم کے باوجود ایک انگریزی فاضل جس نے موسیٰ خوارزمی کی کتاب الجبر و المقابلہ سنہ ۱۸۳۱ ع میں لندن سے شائع کی ہے ، اور جس کا نام فریڈرک روسن (F. Rosen) ہے ، وہ بھی اسی غلطی میں مبتلا ہونا چاہتا ہے (۲) ، حالانکہ یہہ فارسی لفظ " اندازہ " کا

---

(۱) دیکھو لکچر مذکور ص ۱۵۵ و ۱۶۸ مع حاشیہ - نیز دیکھو سواءالسبیل ، مسٹر آرنلڈ لفظ جیب اور اوج ، اور تعریفات جرجانی صفحہ ۷ مطبوعۂ مصر سنہ ۱۳۰۶ ھ -

(۲) الجبروالمقابلہ خوارزمی ، مقدمہ انگریزی ص ۱۹۶ و ۱۹۷ سنہ ۱۸۳۱ ع (لندن) -

معرب ہے، جس کا عربی میں مصدری استعمال ہندزہ اور ہندسہ ہے (۱)، اور یہہ اصل میں انجینیرنگ کے معنی میں ہے، بعد کو متاخرین کی غلطی سے فارسی اور اردو میں ہندسہ بولنے لگے، اور اس سے رقم مراد لینے لگے، ورنہ صحیح لفظ ہندسہ (زبر کے ساتھہ) نہیں، بلکہ ہندسہ (زیر کے ساتھہ) ہے، اسی لئے عربی میں مہندس انجینیر کو کہتے ہیں، حساب اور رقم جاننے والے کو نہیں -

ہندو اور دو موجودہ تحقیقات

عربوں نے ہندی علم ہیئت کے جو مسئلے نقل کئے ہیں ان میں دو باتیں موجودہ تحقیقات کے عین مطابق ہیں - برہمگپت نے سال کے ۳۶۵ دن، ۶ گھنٹے، ۱۲ منٹ، اور ۹ سکنڈ قرار دئے ہیں، اور موجودہ تحقیق سے ۳۶۵ دن، ۶ گھنٹے، ۹ منٹ، ۹ $\frac{۲۳}{۱۰۰}$ سکنڈ ہیں - اسی طرح زمین کی حرکت کا مسئلہ ہے - آریہ بھٹ اور اس کے طرفدار زمین کي حرکت کے قائل تھے، اور برہمگپت نے ان اعتراضات کے صحیح ہونے سے انکار کیا ہے، جو اس مسئلہ میں آریہ بھٹ پر کئے جاتے ہیں، اور بعینہ یھي نظریہ آج کل لوگوں میں مقبول ہے -

---

(۱) مفاتیح العلوم محمد خوارزمي ص ۲۰۲ (لیڈن) -

طب

تیسرا فن جو ھندوستان سے عربوں کو ملا وہ طب ھے - طب کی بعض کتابیں سریانی اور یوناني کے ذریعہ سے اموی خاندان ھی کے زمانہ میں عربي میں منتقل ھو چکی تھیں (۱)، مگر عراق میں عباسیہ کے زمانۂ حکومت میں اس کو اور بھی ترقی ھوئی ' اور اس کے آغازا کا واقعہ جیسا کہ پہلے گذر چکا ھے یہہ ھوا کہ ھارون الرشید کے علاج کے لئے ھندوستان سے منکہ یا مانک نام وید طلب کیا گیا - اس کے علاج سے خلیفہ کو صحت ھوئی - اس طرح ھندوستاني طب کي طرف سلطنت کی توجہ ھوئی ' اور برامکہ نے اس میں خاطرخواہ حصہ لیا ' چنانچہ برامکہ نے اپنے شفاخانہ کا افسر اعلیٰ ایک وید ھی کو مقرر کیا تھا (۲) ' اسی پر انہوں نے بس نہ کي بلکہ یحییٰ بن خالد برمکی نے ایک کارندہ کو ھندوستان اس غرض سے بھیجا ' کہ وہ وھاں جاکر ھندوستان کی جڑی بوٹیاں لائے (۳) ' اور ایک وید کو سرکاری دارالترجمہ میں اس لئے مقرر کیا کہ وہ سنسکرت کی طبی کتابوں کا ترجمہ عربي میں کرائے - (۴)

---

(۱) عیون الانبیاء في طبقات الاطباء تذکرہ ماسر جویہ و مختصرالدول ابوالفرج ملطي ' صفحہ ۱۹۲ ' (بیروت) -

(۲) فہرست ابن ندیم ص ۲۴۵ -

(۳) ایضاً ص ۳۴۵ -

(۴) ایضاً ص ۲۴۵ -

اسی طرح خلیفه موفق بالله عباسی نے بھی تیسری صدي هجري میں هندوستان اس غرض سے آدمی بھیجے که وہ هندوستان کی دواؤں کی تحقیقات کریں ' (۱) یہه واقعه زخاؤ نے انڈیا کے مقدمه میں لکھا ھے ' عربي تاریخوں میں اس واقعه پر خود میری نظر نہیں پڑی ھے ' البته ایک ضمنی تذکرہ میں یہه ملا ھے که خلیفه معتقد بالله عباسی (سنه ۲۷۹ - سنه ۲۸۹ ھ) نے احمد بن خفي دیلمي کو جو علم حساب و اصطرلاب کا ماهر تھا ' چند باتوں کی تحقیقات کے لئے هندوستان بھیجا تھا (۲) ' پھر یہه بھی معلوم ھے که خلیفه معتقدبالله کے تعلقات اور ذرائع علم سندھه کے ساتھه قائم تھے ' چنانچه شوال سنه ۲۸۰ ھ میں جب دیبل (سندھه کی بندرگاہ) میں بہت بڑا چندر گرهن لگا ' اور ساتھه هی زلزله آیا جس میں ڈیڑھه لاکھه آدمي دب کر مر گئے تھے ' تو پرچه نویسوں نے فوراً دربار خلافت میں اس کی خبر دی - (۳)

طبی کتابوں کے ترجمے -

عربی زبان میں سنسکرت کی جن طبی کتابوں کے ترجمے هوئے ان میں دو کتابیں بہت مشهور هیں ' ایک

---

(۱) مقدمه ترجمه انگریزي انڈیا - زخاؤ ص ۳۰ -

(۲) سوانح حسین بن منصور علاج از طبقات ابن باکویه شیرازی مرتبه مولوئی مسینان Louis Massignon پیرس ' سنه ۱۹۱۴ ' صفحه ۴۴ -

(۳) تاریخ الخلفاء سیوطي صفحه ۳۸۰ ' (کلکته) -

ششرت کی کتاب جس کو عرب "سسرو" کہتے ہیں، یہہ کتاب دس بابوں میں تھی - اس میں بیماریوں کے علامات اور ان کے علاج و دوا کی تفصیل ہے - یحییٰ بن خالد برمکی کے حکم سے منکہ نے اس کا ترجمہ کیا تا کہ برامکہ کے شفاخانہ میں وہ ایک طبی دستورالعمل کا کام دے - دوسری کتاب چرک کی کتاب ہے جو هندوستان میں طب کا بہت بڑا ماهر اور رشی گذرا ہے - یہہ کتاب پہلے فارسی میں ترجمہ کی گئی، پھر عبداللہ بن علی نے اس کو فارسی سے عربی میں منتقل کیا - (۱)

تیسری کتاب کا نام ابن ندیم میں سندستاق، اور یعقوبی کی مطبوعہ متن میں سندهشان؛ اور اسی کتاب کے ایک اور نسخہ میں سندهستان ہے - اس کی اصل سنسکرت میں شاید سدهستان یا سندیسن ہو، ابن ندیم نے عربی میں اس کے معنی "خلاصۂ کامیابی"، اور یعقوبی نے "صورت کامیابی" کے بتائے ہیں - میرے خیال میں یعقوبی کا نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہے - بہر حال شفاخانۂ بغداد کے افسر اعلیٰ ابن دهن نے اس کا ترجمہ کیا تھا - (۲)

چوتھی کتاب کا نام یعقوبی نے ندان بتایا ہے - ابن ندیم نے اس کا ذکر نہیں کیا - اس میں چار سو

---

(۱) ابن ندیم صفحہ ۳۰۳ -

(۲) ابن ندیم ص ۳۰۳ و یعقوبی اول ص ۱۰۵ -

چار بیماریوں کی صرف پہچان کا بیان ہے، علاج کا نہیں - (۱)

ایک کتاب جڑی بوٹیوں کے مختلف ناموں کے بیان میں ترجمہ ہوئی، جن میں سے ایک ایک جڑی کے دس دس نام بیان کئے گئے تھے - اس کو منکہ پنڈت نے سلیمان بن اسحاق کے لئے عربی میں ترجمہ کیا - (۲)

ایک اور کتاب جس میں ہندی اور یونانی طبیبوں کی دواؤں کے سرد و گرم ہونے، دواؤں کی قوتوں، اور سال کے موسموں کی تقسیم میں جو اختلافات ہیں، ان کی تفصیل تھی ترجمہ ہوئی - (۳)

ابن ندیم نے طب ہندی کی ایک اور کتاب کا نام استانگر لکھا ہے، جس کا ترجمہ ابن دھن نے کیا تھا -

نوکشنل (نوفشنل ؟) نام ایک وید کی دو کتابوں کے ترجمے کئے گئے، ان میں سے ایک میں سو بیماریوں اور سو دواؤں کا ذکر تھا، اور دوسری میں بیماریوں کے وهم اور اسباب کا بیان تھا -

---

(۱) یعقوبي اول صفحہ ۱۰۵ -
(۲) ابن ندیم ص ۳۰۳ و یعقوبي اول صفحہ ۱۰۵ -
(۳) یعقوبي اول ص ۱۰۵ -

ایک ہندو پنڈتہ (عورت) رؤسا نامی کی ایک کتاب کا ترجمہ ہوا جس میں خاص عورتوں کی بیماریوں کے علاج درج تھے -

ایک اور کتاب حاملہ عورتوں کے علاج مین ،
ایک مختصر کتاب جڑی بوٹیوں کے حال میں ،
ایک کتاب نشہ کے بیان میں - (۱)

مسعودی نے طب کی ایک کتاب کا نام اور حال اس طرح لکھا ھے کہ "راجہ کورش کے لئے طب کی ایک بڑی کتاب لکھی گئی تھی ، جس میں بیماریوں کے اسباب اور دوا اور علاج ، اور دواؤں کی پہچان اور اس میں بوٹیوں کی شکل و صورت کی تصویر بنائی گئی تھی - (۲)

پی جانے والی چیزوں کے بیان میں ابن ندیم نے اطر کا ذکر کیا ھے جو بہت ممکن ھے کہ اتری نام ایک وید کی طرف منسوب ھو ، ایک اور پنڈت کا نام ساوبرم ابن ندیم میں ھے (۳) - اس کی اصل شاید ستیاورمن ھو ، جس کی کتاب ستیا کا نام بیرونی نے لیا ھے - (۴)

---

(۱) اوپر کی سات کتابوں کا ذکر ابن ندیم صفحہ ۳۰۳ میں ھے -
(۲) مسعودی جلد اول صفحہ ۱۶۲ (پیرس) -
(۳) ابن ندیم صفحہ ۳۰۵ -
(۴) زخاؤ کی کتاب انڈیا کا مقدمہ صفحہ ۳۳ -

کتابوں کے علاوہ سنسکرت اور ہندوستان کے اُن باقی ماندہ اثرات کا ذکر کرنا ہے، جو عربی طب میں اب تک موجود ہیں -

ان میں اُن اثرات کا ذکر نہیں، جو ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کے زمانہ میں طب عربی پر پڑے، کہ وہ ایک الگ مضمون ہے، بلکہ اُن اثرات سے بحث ہے جو چوتھی صدی ہجری تک کی عربی طب پر مؤثر ہوئے ہیں - اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو وہ دوائیں ہیں جو ہندوستان سے عرب گئیں، اور برامکہ اور خلفاء نے ان کی تحقیقات کے لئے ہندوستان آدمی بھیجے - ان میں بہت سی دواؤں کے نام نہ صرف پیدایش کی جگہ کے لحاظ سے بلکہ زبان کے لحاظ سے بھی ہندی ہیں، اور کم از کم ایک دوا ایسی ہے جس کا نام ہندوستان کی نسبت سے خود پیغمبر اسلام علیہ‌السلام کے زمانہ میں عرب میں سنائی دیتا ہے، یعنی قسط ہندی (۱) اور زنجبیل (زر نجابیرا) یعنی سونٹھ کا لفظ خود قرآن میں ہے - اس قسم کی کچھ اور دواؤں کے نام تجارتی تعلقات کے باب میں ہم نے دے دئے ہیں -

عربی میں دو لفظ جن میں ایک دوا کا اور ایک غذا کا نام ہے سب سے زیادہ عجیب ہیں - دوا میں

---

(۱) صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۹، کتاب المرضی -

اطریفل جو اس قدر مشہور ہے اور ہر طبیب اور ہر مریض کی زبان پر ہے ' محمد خوارزمی نے چوتھی صدی میں لکھا ہے کہ یہہ "ہندی لفظ تری پھل ہے ' کہ یہہ تین پھلوں ہلیلہ ' بلیلہ ' اور آملہ سے بنتا ہے - (۱) " ایک اور اسی قسم کی دوا کا نام انبجات ہے - خوارزمی کہتا ہے ' "کہ آنبہ (آم) ہندوستان میں ایک پھل ہوتا ہے ' اس کو شہد ' لیموں ' اور ہلیلہ میں دے کر انبجات تیار کیا جاتا ہے ' غالباً اس کو گڑانبہ ' یا آموں کا اچار یا مربی کہنا چاہئے - لیکن ان سب سے زیادہ عجیب لفظ "بہطہ" ہے جس کی تفسیر خوارزمی نے یہہ بتائی ہے کہ "یہہ بیماروں کی غذا کی قسم ہے - یہہ لفظ سندھی ہے ' یہ دودھ اور گھی میں چاول کو پکاکر تیار ہوتا ہے" (۲) آپ سمجھے ؟ یہہ ہمارا ہندوستانی بھات ہے ' جو عربوں کے نزدیک بیماروں کے لئے ایک نرم اور ہلکی غذا ہوگی - اس کو اب کھیر سمجھئے یا فیرینی -

بیطاری

جانوروں کے علاج میں شاناق یا چانک پنڈت کی کتاب ترجمہ ہوئی - (۳)

---

(۱) مفاتیح العلوم خوارزمی ص ۱۸۶ -

(۲) ایضاً ص ۱۷۷ -

(۳) ایضاً ص ۱۶۷ -

نجوم ، جوتش ، جفر ، اور رمل

سب کو معلوم ھے کہ یہہ چیزیں ھندوستان سے کس قدر تعلق رکھتی ھیں - دولت عباسیہ کے دوسرے خلیفہ منصور ھی کے وقت سے جو سنہ ۱۳۷ ھ میں تخت نشین ھوا عربی میں ان چیزوں کا رواج ھوا - منصور کو ان باتوں سے بڑی دلچسپی تھی ، چنانچہ بغداد کا شہر جب اس نے بنوایا تو اس کی ھر چیز زائچہ کھینچ کھینچ کر تیار کی گئی ، دربار پر پہلے ایرانی منجموں کا قبضہ تھا ، پھر ھندو جوتشیوں نے اپنا عمل دخل جمایا - معلوم ھوتا ھے کہ منصور ھی کے زمانہ میں اس فن پر ھندی کتابیں عربی میں ترجمہ ھوئیں - ان جوتشی پنڈتوں میں سے عربوں میں سب سے مشہور نام کنکہ پنڈت کا ھے - ابن ابی اصیبعہ نے لکھا ھے کہ یہہ ایک مشہور اور نامی طبیب تھا (۱) -

زخاؤ کی تحقیق کی بنا پر اس نام کی ھندی اصلیت کنکنایا ھوگی کیونکہ اس نام کا مشہور طبیب ھندوستان میں پہلے گذر چکا ھے جس کا نام ھندوستانی دواؤں میں سند ھے (۲) -

---

(۱) عیون الانباء فی طبقات الاطباء ج ۲ ص ۳۳ (مصر) -
(۲) مقدمہ انڈیا صفحہ ۳۲ -

ابن ندیم نے عربی میں اس پنڈت کی چار کتابوں کا ذکر کیا ہے (۱) -

۱ - کتاب المودار فی الاعمار ، (عمروں کے بیان میں کتاب) -

۲ - کتاب اسرارالموالید (پیدایشوں کے بھید) جاتک -

۳ - کتاب القرانات الکبیر (بڑے قران یا بڑے لگن کے بیان میں) -

۴ - کتاب القرانات الصغیر (چھوٹے لگن کے بیان میں) - ابن ابی اصیبعہ کا بیان ہے کہ یہہ کتاب طب میں ہے مگر ابن ندیم نے اس کو نجوم ہی میں ذکر کیا ہے - یہہ ممکن ہے کہ دونوں میں ہو کیونکہ پرانی طب میں نجوم کی بہت سی باتیں داخل تھیں - ابن ابی اصیبعہ (۲) نے اس کی دو کتابوں کا اور نام لیا ہے -

۵ - کتاب فی التوهم (مسمرزم کے بیان میں) -

۶ - کتاب في احداث العالم والدورفي القران (دنیا کے واقعات اور ستاروں کے لگن میں چکر) - یہی مصنف مسلمان منجم ابومعشر بلخی سنہ ۲۷۲ ھ (سنہ ۸۸۶ ع) کے حوالہ سے

---

(۱) ص ۲۷۰ -

(۲) عیون الانباء في طبقات الاطباء ج ۲ ص ۳۳ (مصر) -

نقل کرتا ھے کہ "یہہ کنکہ ھندوستان کے تمام پنڈتوں کے نزدیک جوتش میں سب سے بڑا ھے" -

عطارد بن محمد ایک مسلمان منجم نے "جو غالباً دوسری صدی ھجری میں ھوا ھندی جفر میں ایک کتاب لکھی تھی (۱) - اس کے علاوہ ابن ندیم نے تین اور ھندو جوتشیوں کے نام لئے ھیں (۲) -

۱ - جودر ھندی - اس کی کتاب کا نام کتاب الموالید (پیدایشوں کی کتاب) ھے -

۲ - نہک یا نایگ (نہق) ھندی - اس کی کتاب کا نام کتاب اسرارالمسائل (سوالوں کے بھید) ھے -

۳ - سنگھل ھندی (صنجھل!) - اس کی کتاب کا نام کتاب الموالید الکبیر (پیدایشوں کی بڑی کتاب) - سنگھل کا نام بیرونی نے بھی نجوم کے بیان میں لیا ھے (۳) -

ھندوستان کی کسی زبان سے ایک کتاب ھتھیلی کی لکیروں اور ھاتھوں کے دیکھہ کر حال بتانے کی عربی میں ترجمہ ھوئی (۴) -

---

(۱) ابن ندیم ص ۲۷۸ -

(۲) ایضاً ص ۲۷۱ -

(۳) کتاب الہند صفحہ ۷۶ -

(۴) ابن ندیم ص ۳۱۴ -

نیز ایک اور کتاب "زجرالھند" ھندی فال پر (۱) ھے -

سانپوں کا علم

ھندوستان کے لوگ سانپوں کے اقسام اور ان کے جھاڑ پھونک اور منتر میں مشہور ھیں، اور اس کا نام ان کے ھاں "سرپ ودیا" ھے - رائے نامی ایک پنڈت کی کتاب اس فن میں ترجمہ ھوئی جس میں سانپوں کے اقسام اور ان کے زھروں کا بیان تھا (۲) - عربی میں ایک اور ھندی پنڈت کی کتاب کا ذکر ھے جو اسی فن پر تھی (۳) -

زھروں کا علم

ھندوستان کو اس فن میں بھی کمال تھا - زکریا قزوینی نے آثارالبلاد میں "ھند" کے ذکر میں "بیش" نام ایک جڑی کا، اور راجاؤں میں باھم اس کے ذریعہ ایک دوسرے کو دوستی کے پردہ میں مارنے کا عجیب قصہ لکھا ھے - یہہ بیش لفظ ھندی کا "بش" ھے جس کے معنی زھر کے ھیں - بھر حال بادشاھوں کو اپنی حفاظت اور

---

(۱) ابن ندیم ص ۳۱۴ -

(۲) ایضاً صفحہ ۳۰۳ -

(۳) عیون الانباء فی طبقات الاطباء ص ۳۳ (مصر) -

اپنی جان بچانے کے لئے اس علم سے واقفیت کی بڑی ضرورت رھتی تھی - عربی میں چانک یا شاناق پنڈت کی کتاب کا جو لڑائی پر ھے نام پہلے آچکا ھے، جس کا آخری باب "کھانا اور زھر تھا" تھا - معلوم ھوتا ھے کہ اس کے علاوہ خاص زھروں کے بیان میں بھی اس کی کوئی کتاب تھی جو ساتویں صدی ھجری (تیرھویں صدی عیسوی) تک عربی میں موجود تھی، کیونکہ ابن ابی اصیبعہ نے سنہ ۶۶۸ ھ (سنہ ۱۲۷۰ ع) نے اس کتاب کا پورا حال اس طرح لکھا ھے کہ "یہہ کتاب پانچ بابوں میں ھے - منکہ یا مانک پنڈت نے یحیی بن خالد برمکی کے لئے فارسی میں ابوحاتم بلخی کی مدد سے ترجمہ کیا، پھر عباس بن سعید جوھری نے اس کا دوبارہ ترجمہ خلیفہ مامون الرشید (سنہ ۲۱۸ ھ) کے لئے کیا (۱)" - اسی زھروں کے فن پر مصنف کا نام لئے بغیر ایک کتاب کا ذکر جو ھندی سے عربی میں ترجمہ ھوئی ابن ندیم کی فہرست میں بھی موجود ھے (۲) -

موسیقی

جاحظ (سنہ ۲۵۵ ھ) کا بیان گذر چکا ھے، جس میں اس نے ھندوستان کی موسیقی کی تعریف کی ھے

---

(۱) عیون الانباء فی طبقات الاطباء صفحہ ۳۳ -

(۲) صفحہ ۳۱۷ -

اور خاص طور سے یکتارے کا ذکر کیا ہے - بغداد کی تصنیفات میں ہندی موسیقی پر کسی کتاب کا نام نہیں ملتا لیکن اسپین کے ایک علمی مؤرخ قاضی صاعد اندلسی سنہ ۴۶۲ ھ (سنہ ۱۰۷۰ ع) نے لکھا ہے کہ "موسیقی میں ہندوستان کی ایک کتاب نافر ہم تک پہنچی ہے جس کے لغوی معنی "دانائی کے پھل" کے ہیں اور جس میں راگوں اور سروں کا بیان ہے (۱) - عجب نہیں کہ یہہ فارسی کا "نوبر" (نیا پھل) نام ہو اور فارسی ترجمہ کے ذریعہ سے عربی میں یہہ کتاب منتقل ہوئی ہو لیکن میرے ایک ہندو دوست نافر کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ "ناد" ہوگا جو سنسکرت میں آواز کو کہتے ہیں -

مہابھارت

ہندوستان کی قدیم تاریخ میں ایک فارسی کتاب مجمل التواریخ پیرس لائبریری میں ہے جس میں بہت کچھہ مہابھارت کے قصے ہیں - اس کتاب کے مقدمہ میں ہے کہ اس کو سنسکرت (ہندوانی) زبان سے ابوصالح بن شعیب نے عربی میں ترجمہ کیا تھا پھر سنہ ۴۱۷ ھ میں ابوالحسن علی جبلی نے جو کسی دیلمی امیر کے کتب خانہ کا مہتمم تھا اس کا عربی میں

---

(۱) طبقات الامم قاضی صاعد اندلسی صفحہ ۱۴ (بیروت) -

ترجمہ کیا - ایلیٹ صاحب نے اس کا کسی قدر خلاصہ دیا ہے - (۱)

سیاست جنگ اور راجنیت

اس فن میں ہندی زبان (سنسکرت یا پالی ؟) سے عربی میں دو ہندو فاضلوں کي کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں - ان میں سے ایک کا نام عرب شاناق بتاتے ہیں، اور دوسرے کا یاکھر یا یاجھر - شاید پہلا نام چانک ہو اور دوسرا ویاگھر - چانک یا شاناک ہندی کی کتاب کا مضمون یہہ ہے : "لڑائی کا انتظام اور بادشاہ کو کیسے آدمی چننا چاھئے، اور سواروں کی ترتیب، اور کھانا اور زھر" (۲) - اور یاجھر یا ویاگھر کی کتاب "تلواروں کي پہچان اور اس کي خوبیوں اور اس کے نشانات" میں ہے (۳) - سنسکرت سے ایک اور کتاب کا عربی میں ترجمہ ہوا جس کا عربی نام "ادب الملک" یعنی "سلطنت کے طریقے" ہے - اس کتاب کے عربی مترجم کا نام ابوصالح بن شعیب ہے - زمانہ کا پتہ نہیں ہے - اس وقت اس کا صرف فارسی ترجمہ موجود ہے - یہہ ترجمہ سنہ ۴۱۷ ھ میں ابوالحسن بن علی جبلی نے کیا

---

(۱) تاریخ ہند الیٹ جلد اول صفحہ ۱۰۰ -

(۲) ابن ندیم ص ۳۱۵ -

(۳) ایضاً -

تھا جو ایک دیلمی امیر کے کتب خانہ کا مہتمم تھا ' (۱)

کیمیا

پرانی کیمیا کی اصلیت جو کچھہ ہو مگر اس فن میں ایک هندو فاضل کی کتاب کے ترجمہ کا پتہ ابن ندیم میں ملتا ھے ' (۲) اور مشہور عرب کیمیا ساز جابر بن حیان کی ایک کتاب خاطف بھی اسی هندی نسبت کے ساتھہ مذکور ھے ' (۳) لیکن اس هندی فاضل کا نام بہت مشکوک ھے -

حدود منطق

فہرست ابن ندیم (سنہ ۳۷۷ ھ) میں ایک عربی کتاب کا جو هندی سے ترجمہ ہوئی اس طرح ذکر ھے : " کتاب حدود منطق الهند " (۴) (هندوستان کی منطق کے حدود) لیکن یعقوبی (سنہ ۲۷۸ ھ) نے جو ابن ندیم سے سو برس پہلے گذرا ھے اس کتاب کا ذکر منطق و فلسفہ کی کتابوں کے ضمن میں اس نام سے کیا ھے " کتاب

---

(۱) الیٹ جلد اول صفحہ ۱۱۲ -

(۲) ابن ندیم صفحہ ۳۵۳ -

(۳) ایضاً صفحہ ۳۵۹ -

(۴) ایضاً ص ۳۰۵ -

"طوفانی علم حدودالمنطق" (١) (طوفا (توپیا) کی کتاب، منطق کے حدود کے علم میں) بحث یہہ ہے کہ اس منطق سے علم منطق کی اصطلاح مراد ہے، جس کو نیایہ (لاجک) کہتے ہیں، یا اس لفظ کے لغوی معنی مراد ہیں، یعنی بولنا اور کتاب محض قصہ کہانی ہو یا ادب و اخلاق میں ہو اور اس سے مقصود یہہ ہو کہ انسان کے بولنے کے حدود بتانے والی کتاب کہ کہاں بولنا اور کہاں نہ بولنا چاہئے اور کس طرح بولنا چاہئے - ابن ندیم نے اس کتاب کا ذکر اس عنوان کے نیچے کیا ہے: "اُن ہندی کتابوں کے نام جو قصہ کہانی اور افسانہ ہیں -" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ منطق میں نہ تھی -

معانی و بیان

جاحظ (سنہ ٢٥٥ ھ) نے اپنی کتاب البیان والتبیین میں لکھا ہے (٢) کہ "جس زمانہ میں یحییٰ بن خالد برمکی نے بہت سے ہندو پنڈتوں کو بلوایا تھا، معمر نے اُن میں سے ایک سے پوچھا کہ اہل ہند کے نزدیک بلاغت کس کو کہتے ہیں؟ اُس نے کہا میرے پاس اس مضمون پر ایک چھوٹا سا رسالہ ہے لیکن

---

(١) یعقوبی ص ١٠٥ -

(٢) کتاب البیان والتبیین جلد اول صفحہ ٣٠ (مصر) -

میں اس کا ترجمہ نہیں کرسکتا اور نہ یہہ فن میں جانتا ہوں - معمر کا بیان ہے کہ میں اس مختصر رسالہ کو لے کر مترجموں کے پاس گیا انہوں نے اس کا یہہ ترجمہ کیا - اس کے بعد جاحظ نے اس رسالہ کا خلاصہ ایک صفحہ میں دیا ہے جس میں یہہ بحث ہے کہ مقرر کو کیسا ہونا چاہئے اور کس وقت کے لئے کیسی تقریر مناسب ہے - "

منتر ، کرتب ، اور جادو

ہندوستان کا یہہ مشہور پرانا فن ہے اور اکثر عربی کتابوں میں جہاں ہندوستان کی خصوصیتوں کا ذکر ہے یہاں کي کرتبوں ، بازیگروں اور جادوگروں کا ذکر خاص طور سے کیا گیا ہے - ابن ندیم کہتا ہے " اہل ہند کو جادو اور منتر کا بہت اعتقاد ہے - " پھر کہتا ہے کہ " اہل ہند علم توہم میں خاص کمال رکھتے ہیں اوز اس فن میں اُن کی کتابیں ہیں جن میں سے کچھہ کا عربی میں ترجمہ ہوا ہے - " علم توہم سے مقصود شاید وہی چیز ہے جس کو آج مسمرزم کہتے ہیں (۱) - یعقوبی نے اس کے یہہ معنی لکھے ہیں کہ " جیسا کہ خیال کر کے یقین دلایا جائے

---

(۱) الفہرست ص ۳۰۹ -

ویسا ہی ہو" (۱) - اور لکھا ہے کہ کیہن نام ایک راجہ اس کا موجد ہے -

ابن ندیم ایک ہندو مصنف کا ذکر کرتا ہے جس کا نام اڈیٹر سے بھی پڑھا نہیں گیا اور اسی طرح لکیر بنا کر اس نے چھوڑ دیا ہے - بظاہر "سیسہ ہندی" معلوم ہوتا ہے - پھر لکھتا ہے "یہہ پرانے لوگوں میں ہے اس کا طریقہ نیرنگ و نظربندی میں ہندوستان کا طریقہ ہے ، اس کی ایک کتاب ہے جس میں توہم والوں (مسمرائزر ؟) کا طریقہ اختیار کیا ہے (۲) -

کہانی اور افسانے

اس ضمن میں ہندوستان کی کئی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں جن میں سے دو کے نام سندباد حکیم (پنڈت) کی کتاب ہے - اس کے دو نسخے ہیں ، ایک چھوٹا ، دوسرا بڑا - اس کتاب کے متعلق بعضوں کا خیال ہے کہ وہ ایرانیوں کی تصنیف ہے مگر ابن ندیم کہتا ہے کہ "صحیح یہہ ہے کہ یہہ ہندوستان کی تصنیف ہے" - یہہ ممکن ہے کہ بعض دوسری کتابوں کی طرح یہہ کتاب بھی پہلے فارسی میں ترجمہ ہوئی ہو اور پھر

---

(۱) یعقوبی ج ۱ ص ۹۷ -

(۲) ابن ندیم صفحہ ۳۱۲ -

فارسی سے عربی میں منتقل ہوئی ہو اور اس لئے لوگوں کو اس کے ایرانی ہونے کا دھوکا ہوا ہو -

الف لیلہ میں سند باد بری اور بحری کے نام دو قصے ہیں ' جن میں سے ایک میں سند باد نام ایک تاجر کے دریائی سفر کے اور دوسرے میں خشکی کے اسفر کے عجیب و غریب واقعات درج ہیں - اس سند باد کے لفظ سے بعض صاحبوں کو یہہ شبہہ ہوا (۱) کہ وہ ہندی قصہ یہی ہے مگر یہہ صحیح نہیں ہے ' کیونکہ اول تو یہہ حکیم سندباد (۲) کے قصے اور الف لیلہ میں تاجر سندباد کے قصے ہیں ' دوسرے الف لیلہ کے سندباد کے سفر کے جو قصے ہیں وہ ہندو ذہنیت اور حالات کے قطعاً موافق نہیں - پھر مسعودی (۳) نے اس واقعہ کے اجزا یہہ لکھے ہیں "سات وزیروں ' ایک گرو ' ایک لڑکا ' ایک رانی والی کہانی" - یہہ الف لیلہ کے سندباد پر چسپاں نہیں -

ان کے علاوہ ہندی کی چند اور کہانیاں بھی عربوں نے اپنی زبان میں نقل کرائیں جن میں سے ایک

---

(۱) رسائل شبلی ص ۲۶۳ ' طبع اول مضمون تراجم -
(۲) فہرست ص ۳۰۵ سطر ۲ و ۲۰ و یعقوبي ج ۱ ص ۱۰۵ -
(۳) تاریخ مروج الذهب مسعودي ج ۱ ص ۱۶۲ (لیڈن) -

دیپک ھندی کی کہانی ھے ، جس میں ایک عورت اور مرد کا قصہ ھے - ایک حضرت آدم کے زمین میں آنے کی کہانی ھے (۱) - معلوم نہیں اس کہانی سے کون سی دیوبانی کہانی کی طرف اشارہ ھے - اسی طرح ایک راجہ کی کہانی ھے ، جس میں لڑنے اور تیرنے کا بیان ھے - ایک اور کہانی میں دو ھندیوں کا حال ھے جن میں سے ایک سخی داتا اور دوسرا کنجوس تھا ، دونوں کا سخاوت اور کنجوس پن میں مناظرہ اور راجہ کا پھر فیصلہ ھے (۲) - ایک اور کتاب تریاچرتر (عورتوں کے فریب) میں ترجمہ ھوئی - اس کے مصنف کا نام راجہ کوش لکھا ھے (۳) -

ایک اور کتاب علم الھند (حکم الھند ؟) کا بھی پتہ چلتا ھے جس کا پہلے نثر میں ترجمہ ھوا تھا پھر ابان شاعر (۴) نے اس کو نظم میں منتقل کیا - ھندوستان کے متعدد قصوں اور کہانیوں کے حوالہ اخوان الصفا کے رسائل میں ملتے ھیں -

---

(۱) فہرست ابن ندیم ص ۳۰۵ -

(۲) ایضاً ص ۳۱۶ -

(۳) تاریخ یعقوبی جلد اول صفحہ ۱۰۵ -

(۴) ابن ندیم صفحہ ۱۱۹ غالباً یہ کتاب وھی کلیلہ دمنہ ھے جس کا ذکر آگے آتا ھے -

اخلاق و حکمت

پرانے حکیموں کا دستور تھا کہ وہ اخلاق، حکمت، اور دانائی کی باتیں قصوں کہانیوں اور تمثیلوں میں بیان کیا کرتے تھے اور کتوں، چوھوں، بلیوں، کووں کی زبانوں سے انسانوں کو سمجھاتے تھے - سنسکرت کی ایک خاص کتاب جس نے فارسی اور عربی میں اس حیثیت سے خاص شہرت حاصل کی کلیلہ دمنہ ھے، جس کا بیرونی کے بیان کے مطابق سنسکرت نام "پنچ تنتر" ھے - یہہ کتاب اسلام سے پہلے سنسکرت سے ایران کے ساسانی بادشاھوں کے زمانہ میں فارسی میں ترجمہ ھوئی، پھر عبداللہ بن مقفع نے دوسری صدی ھجری کے وسط میں عربی میں اس کو منتقل کیا - اس کتاب نے عربی میں اتنی شہرت حاصل کی اور سلاطین اور امرا نے اس کی اتنی قدر کی کہ عربی سے فارسي میں، فارسی سے عربی میں، نظم سے نثر میں، اور نثر سے نظم میں، اس کي متعدد نقلیں ھوتی رھیں، اور مترجم، شاعر، اور نثار اس کے ترجمۂ نظم اور انشا میں اپنا جوھر دکھا دکھا کر مسلمان بادشاھوں سے گراں‌قدر انعام پاتے رھے - دوسری صدی کے آخر میں ابان نام عربی کے ایک شاعر نے جب اس کا عربي نظم میں ترجمہ کر کے ھارون‌الرشید کے وزیر جعفر برمکی کی خدمت میں پیش کیا تو اُس نے اُس کو ایک لاکھہ درھم

انعام دیا (۱) - عربی زبان سے اس کتاب کے ترجمے دنیا بھر کی زبانوں میں ہوئے - یورپ، ایشیا، اور افریقہ کی کوئی مہذب زبان نہیں جس میں اس کا ترجمہ نہ ہوا - اس کتاب کے تراجم اور نسخوں کے الٹ پھیر کی خود ایک مستقل تاریخ ہے - اردو میں ڈاکٹر سید علی بلگرامی مرحوم نے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس علی‌گڈھہ منعقدۂ سنہ ۱۸۹۱ ع میں اس پر ایک مفصل محققانہ لکچر دیا ہے - اس کے متعلق دوسرا مضمون راقم کا ہے جو علی‌گڈھہ کے منتھلی میگزین میں شاید سنہ ۱۹۰۵ ع یا اس کے ایک آدھہ سال آگے پیچھے شائع ہوا ہے -

اس کتاب کا مصنف بیدپا پنڈت اور جس راجہ کے لئے لکھی گئی اُس کا نام وابشلیم بتایا گیا ہے - بادشاہوں کو جن باتوں کی ضرورت ہے جانوروں کے قصوں اور کہانیوں کے ذریعہ سے دس بابوں میں اُن کی تعلیم دی گئی ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وابشلیم جس راجہ کا نام بتایا گیا ہے وہ گجرات کا راجہ تھا، کیونکہ چوتھی صدی ہجری (دسویں صدی عیسوی) کے عرب سیاح ابن حوقل نے گجرات کے راجہ ولبھہ رائے کا نام لےکر لکھا ہے کہ "تمثیلوں والی کتاب (کتاب الامثال)

---

(۱) کتاب الوزراء والکتاب جہشیاری، مطبوعہ ویانا (آسٹریا) سنہ ۱۹۲٦ ع صفحہ ۲۵۹ -

والا راجہ" (۱) اور عربی میں تمثیلوں والی کتاب یہی کلیلہ دمنہ سمجھی جاتی ھے - یعقوبی نے لکھا ھے کہ راجہ وابشلیم کے عہد میں بیدپا پنڈت نے یہہ کتاب لکھی (۲) اور فرشتہ میں ھے کہ سلطان محمود کے حملۂ گجرات کے وقت گجرات کے معزول راجہ کے خاندان کا لقب وابشلیم تھا -

پروفیسر زخاؤ کی غلطی

انڈیا کے مقدمہ میں پروفیسر زخاؤ نے ابن ندیم کے حوالہ سے کتاب بیدپانی الحکمۃ (بیدپا کی کتاب دانائی میں) کا نام لیا ھے ' اور اس کی تحقیق یہہ کی ھے کہ بیدپا اصل میں ویدویاس ھے ' جو ویدانت کے بانی تھے - اس لئے دانائی کے فن میں بید پا کی کتاب سے مراد ویدانت ھے - پھر اس غلط قیاس پر ایک اور قیاس کھڑا کر لیا کہ مسلمانوں میں وحدت وجود کا فلسفہ اسی ویدویاس ویدانت کے ترجمہ سے آیا (۳) - ھم کو اس سے انکار نہیں کہ بعد کے مسلمان صوفیوں پر ویدانت کا اثر نہیں پڑا لیکن اس سے انکار ھے کہ اس قدیم عہد میں ویدانت سے عربوں اور مسلمانوں

---

(۱) سفرنامہ ابن حوقل ص ۲۲۷ -

(۲) جلد اول ص ۹۷ -

(۳) مقدمۂ انڈیا صفحہ ۳۳ -

کو کسی قسم کي واقفیت تھی - ابتدائي مسلمان صوفیوں کی وحدت وجود بر اسکندریا کے نیو افلاطونی فلسفه کا اثر البته پڑا ھے - بھر حال اس مسئله کي تاریخ سے یہاں بحث نہیں ، بلکه ابن ندیم کے اس فقرہ سے فاضل مستشرق کو جو دھوکا ھوا ھے اس کو دور کرنا مقصود ھے ، عربي میں حکمت ، دانائي ، عقلمندی ، اور تمثیلوں کے ذریعه سے جو عقل اور نصیحت کی باتیں سمجھائی جاتی ھیں ان کو حکمت کہتے ھیں - بیدپا کی کتاب سے مراد یہی کلیله دمنه والی کتاب ھے جس کا مصنف اس کے فارسی ترجمه کے شروع میں بیدپا پنڈت بتایا گیا ھے (١) ، اور جس کا موضوع قصوں اور تمثیلوں میں عقل اور حکمت کی باتیں سکھانا ھے - اسی لئے ابن ندیم نے بیدپا کی کتاب حکمت کا نام قصوں اور افسانوں کے ضمن میں لیا ھے فلسفه کے ضمن میں نہیں لیا ھے -

بھر حال یہه وہ اھم کتاب ھے جس کو ھندوستان کے دماغ نے پیدا کیا اور عربوں کی کوششوں نے اس کو دنیا کے گوشه گوشه میں پھیلا دیا - بیرونی لکھتا ھے کہ عبدالله بن مقفع جو مانی (مجوسی فرقه) مذھب کا پیرو تھا اس نے اپنے خیال و اعتقاد کے مطابق اصل

(١) یعقوبي جلد اول ص ٩٧ -

کتاب کے ترجمہ میں تحریفیں کی ہیں - میری دلی خواہش تھی کہ اس کی اصل کتاب پنچ تنتر سے صحیح اور ایماندارانہ ترجمہ کرنے کا مجھے موقع مل سکتا (۱)، مگر معلوم ہوتا ہے کہ بیرونی کو اس کا موقع نہ مل سکا - یہہ کتاب عربی میں عام ہے اور بچوں کے نصاب میں آج کل بھی کہیں کہیں داخل ہے -

ہندی حکمت و دانش کی، دوسری کتاب "بوذاسف و بلوہر" ہے، جس کی شہرت گو کلیہ دمنہ سے کم ہے مگر اس کی اہمیت اور بلندی اس سے کہیں بہت بڑھکر ہے - ابن ندیم نے اس کا ذکر ان ہندی افسانوں میں کیا ہے جو عربی میں ترجمہ ہوئے ہیں - اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ بوذاسف سے بدھہ مطلب ہے - پرانی فارسی میں دال کی جگہ ذال لکھتے تھے اس لئے بوداسف کی جگہ بوذاسف ہو گیا اخیر حرف سف بقول زخاؤ ستو ہے - بودھی‌ستو کا بوذاسف ہو گیا ہے، کہ خاص قسم کے واؤ جیسے رومن کی V عربی میں ف ہو جاتی ہے، اور بلوہر کی اصل زخاؤ صاحب "پروہیتر" سمجھتے ہیں جس کے معنی گرو کے ہیں - اس کتاب میں بدھہ کی پیدایش، تربیت، اور پھر ایک اتفاقی واقعہ سے اس کا دنیا سے بیزار ہونا اور اس کی خبر

---

(۱) کتاب‌الہند صفحہ ۷۶، (لندن) -

سن کر سراندیب کے ایک جوگی (فقیر) کا سوداگر کے لباس میں اس کے پاس آنا اور تلمیح و اشارہ میں اور حکایتوں اور تمثیلوں میں شاگرد و استاد کا دنیا کے سربستہ رازوں اور کائنات کے لاینحل عقدوں پر تشفی بخش بات چیت اور سوال و جواب ہے - یہہ کتاب عربی زبان سے مختلف زبانوں میں پھیلی اور مذہبی حلقوں میں اس قدر پسند کی گئی کہ عیسائیوں نے اس کو اپنے ایک مقدس ولی کی طرف منسوب کر لیا - مسلمانوں کے ایک فرقہ نے اس کے بڑے حصہ کو لے کر اپنے ایک امام کی تصنیف بنایا - اخوان‌الصفا جو چوتھی صدی کی ایک نیم مذہبی اور نیم فلسفیانہ کتاب ہے اور جس کی اس حیثیت سے ایک خاص اہمیت ہے کہ ایک خاص نظام تخیل (یا اسکول آف تھاٹ) کے طریق پر یہہ کتاب چوتھی صدی میں ایک پوشیدہ انجمن نے رازدارانہ طریقہ پر لکھی تھی اور اسلام کے ایک خاص فرقہ کے نزدیک وہ ایک مذہبی صحیفہ کی حیثیت رکھتی ہے - اس کتاب میں بھی اس بوذاسف و بلوہر کی کتاب کے مختلف ابواب داخل ہیں - تیس برس ہوے کہ مولوی عبدالغنی صاحب وارثی بہاری مرحوم نے اس کا عربی سے نہایت سلیس اُردو میں ترجمہ کیا تھا - مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب اس کتاب کا یہہ اردو ترجمہ چھپا اور میرے نگراں عزیز کے پاس یہہ آئی تو اس وقت میں عربی کی معمولی کتابیں پڑھتا تھا - میں نے ان سے اس کتاب کے دیکھنے

کی خواہش ظاہر کی مگر انہوں نے یہہ کہکر دینے سے انکار کیا کہ تم اس کو پڑھکر دنیا سے بیزار ہو جاؤ گے اور لکھنا پڑھنا چھوڑ دو گے - اس فقرہ نے میرے شوق کو "ارتکاب جرم" پر آمادہ کر دیا - رات کو جب وہ سو گئے تو ان کی میز پر سے میں یہہ کتاب چپکے سے اتھا لایا اور صبح ہوتے ہوتے اس کو ختم کر کے پھر میز پر جا کر رکھہ دیا - وہ دن ہے اور آج کا دن ہے کہ میری نظر میں وہ کتاب دنیا کی ان چند کتابوں میں سے ہے جن کی تاثیر گنہگاروں کے دلوں میں بھی گھر کر لیتی ہے اس میں بعض ایسی موثر مثالیں بھی ہیں جو آج مسیح کے کلام میں ہم کو ملتی ہیں اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہہ موتی کس سمندر کی تہہ سے پہلے نکلے ہیں -

خاتمہ پر ان دو مسلمان فاضلوں کا ذکر کرنا ہے جو سیر و سیاحت کی غرض سے نہیں بلکہ ہندوستان کے علم و فن کی گنگا سے سیراب ہونے کے لئے اس ملک میں آئے اور کامیاب واپس گئے -

تنوخی

ان میں پہلا شخص محمد بن اسماعیل تنوخی ہے - غالباً اس کا زمانہ تیسری صدی ہجری (نویں صدی عیسوی) کا ہوگا - یہہ نجوم اور ہیئت کا مشہور عالم

تھا - یہاں وہ اپنے فن کے متعلق بہت سے نادر معلومات لے کر واپس گیا (۱) -

افسوس ھے کہ اس فاضل کے حالات کا کچھہ زیادہ علم نہیں ، اور اگر اسپین کا ایک مسلمان مؤرخ قاضي صاعد اس کا ذکر نہ کرتا تو شاید اس کا نام بھی نہ معلوم ہوتا -

بیرونی

دوسرا فاضل مشہور حکیم و ریاضی داں خوارزم کا ابوریحان بیرونی ھے - اس فاضل کو دنیا کی مختلف قوموں کے خیالات ، معتقدات ، اور مسائل جاننے کا خاص شوق تھا ، چنانچہ اس کی تصانیف میں سے شاید ھی کوئی کتاب ایسی ہو جس سے اس کے اس ذوق کا پتہ نہ چلتا ہو - اس میں کوئی شک نہیں ھے کہ وہ هندوستان سے پہلے بھی هندوستان اور اس کے علوم کے متعلق پہلے مصنفین کے ذریعہ سے بہت کچھہ واقف تھا - اس کے زمانہ تک عربی علوم اور مسلمانوں کی علمی تحقیقات درجۂ کمال کو پہنچ گئی تھی ، اور جن علوم کو انھوں نے هندوؤں ، ایرانیوں ، اور یونانیوں سے سیکھا تھا ان کو ترقي دے کر بہت کچھہ بڑھا دیا تھا ، بہت سے

---

(۱) طبقات‌الامم قاضی صاعد اندلسي ص ٥٦ بیروت ، و اخبارالحکما قفطي ص ۸٥ (مصر) -

غلط مسئلوں کی تصحیح اور ناقص باتوں کی تکمیل کر چکے تھے - اس لئے بیرونی کو جدت پسندی کے سوا ہندوستان کے علوم کے سیکھنے کی کوئی اور وجہ نہ تھی -

بہر حال یہہ صاف نہیں معلوم ہوتا کہ وہ ہندوستان کب آیا، اور یہاں کتنے دن رہا، اور کہاں کہاں پھرا مگر اتنا معلوم ہے کہ سنہ ۴۰۸ ھ میں خوارزم سے غزنین آیا تھا اور سنہ ۴۲۳ ھ میں غزنین میں اس نے کتاب الہند ختم کی - سلطان محمود اس سے تین سال پہلے سنہ ۴۲۰ ھ میں وفات پاچکا تھا - اب اس کے ہندوستان کے قیام کا زمانہ سنہ ۴۰۸ ھ سے سنہ ۴۲۲ ھ تک معلوم ہوتا ہے جو بارہ تیرہ برس کا زمانہ ہے - فارسی میں حکما اور فلاسفہ کی تاریخ میں ایک کتاب درةالاخبار ہے جو علی بن زید بیہقی (المتوفی سنہ ۵۶۵ ھ) کی عربی کتاب تتمہ صنوان الحکمة کا ترجمہ ہے - اس میں لکھا ہے کہ "اس نے ۴۰ برس ہندوستان میں گذارے" - اگر یہہ مدت صحیح ہو (۱)، تو گویا ہندوستان میں اس نے پہلا قدم سنہ ۳۸۳ ھ میں رکھا جب غزنویوں کا وجود

---

(۱) یہہ کتاب اورینتل کالج میگزین لاہور بابت فروری سنہ ۱۹۲۹ ع کے ضمیمہ میں شائع ہونی شروع ہوئی ہے - اصل کتاب میں صرف "دربلاد" ہے، مگر اڈیٹر نے اصل کتاب تتمة سے لے کر اس کے بعد "ہند" کا لفظ بڑھا دیا ہے -

بھی نہ تھا - مگر بیرونی کی زندگی کی مختلف تاریخوں کے ملانے سے اتنا پہلے اس کا ھندوستان آنا صحیح نہیں معلوم ھوتا - گو اس کا سفر ھندوستان میں پنجاب اور سندھ سے آگے نہیں بڑھا (۱) مگر ھندوستان کا جو جغرافیہ اس نے کتاب‌الہند میں لکھا ھے اس میں اس نے پورے ھندوستان کو ناپ دیا ھے اور اپنی دوسری کتاب قانون مسعودی میں جو اس کے چند سال بعد اس نے لکھی ھے اس میں ھندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں کا طول بلد اور عرض بلد اس نے لکھا ھے -

بہر حال وہ ھندوستان میں اُس وقت داخل ھوا جب ھندوستان کی سرزمین سلطان محمود کے حملوں سے زیر و زبر ھو رھی تھی - مگر عین اُسی وقت علم و فن کا دوسرا سلطان تن تنہا نہایت اطمینان اور چین سے ھندوستان کی علمی فتوحات میں مصروف تھا، اور اسی سیاسی لڑائی بھڑائی اور خلفشار پر دل ھی دل میں جل رھا تھا - (۲) اس نے کتاب‌الہند لکھہ کر جیسا کہ ڈاکٹر زخاؤ نے کہا ھے ایک طرف مسلمانوں کو یہہ فخر بخشا کہ ان کے ایک فرد نے ایک ایسی کتاب لکھی جس نے یونانی سفیروں، اور چینی سیاحوں کے ھندوستان کے متعلق بیانات کو تقویم پارینہ بنا دیا، دوسری طرف

(۱) کتاب الہند ص ۱۱، (لندن) -

(۲) کتاب الہند بیرونی کا مقدمہ -

ہندوستان پر یہہ احسان کیا کہ اُس کے پرانے تمدن ، پرانے علوم ، اور پرانے خیالات کو دنیا میں قائم اور باقی رکھا - اُس وقت کے ہندوستان کے علمی غرور کے متعلق بیرونی کا یہہ فقرہ یاد رکھنے کے قابل ہے - لکھتا ہے کہ " ہندوؤں کو اپنے سوا اوروں کی واقفیت کچھہ نہیں ہے - اُن کو یہہ پختہ یقین ہے کہ دنیا میں اُن کے دیس کے سوا کوئی اور دیس نہیں اور نہ اور کوئی قوم اس دنیا میں بسنےوالی ہے اور نہ اُن کے سوا کسی کے پاس علم ہے یہاں تک کہ جب اُن کو خراسان اور فارس کے کسی عالم کا نام بتایا جاتا ہے تو اُس بتانے والے کو جاہل و نادان سمجھتے ہیں " - پھر کہتا ہے کہ " اگر یہہ لوگ دوسری قوموں سے ملیں جلیں تو اُن کا یہہ خیال درست ہو سکتا ہے " - پھر کہتا ہے کہ " اگلے ہندو پنڈت ایسے نہ تھے - وہ دوسری قوموں سے بھی فائدہ اُٹھانے میں کمی نہیں کرتے تھے ، چنانچہ وراہ مہر کہتا ہے کہ " یونانی اگر ناپاک اور ملیچھہ ہیں تب بھی اُن کی عزت اُن کے علم کے سبب سے کرنی چاہئے " - آگے چل کر بیرونی کہتا ہے کہ " جب تک مجھے اُن کی زبان نہیں آتی تھی تو اُن کے سامنے میں شاگردوں کی طرح بیٹھتا تھا لیکن جب اُن کی کچھہ زبان آگئی اور میں نے ہیئت اور حساب میں اُن کو مسائل اور دلائل اور تحقیقات بتانی شروع کی تو وہ حیرت میں آگئے اور خود مجھہ سے سیکھنے

لگے اور تعجب سے پوچھنے لگے کہ تم کس پنڈت کے شاگرد ہو؟ پھر جب میں نے اُن کی علمی حیثیت کي کمزوری دکھانی شروع کی تو وہ مجھے جادوگر یا غیب جاننے والا سمجھنے لگے اور ودیا ساگر کہنے لگے" (۱) -

بیرونی کا بڑا کارنامہ یہہ ھے کہ اس نے ھندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان علمي سفارت کا کام انجام دیا - اس نے عربوں اور ایرانیوں کو ھندوؤں کے علوم سے اور ھندوؤں کو عربوں اور ایرانیوں کي تحقیقات سے آگاہ کیا - اس نے عربی جاننےوالوں کے لئے سنسکرت سے اور سنسکرت جاننے والوں کے لئے عربی سے کتابیں ترجمہ کیں اور اس طرح وہ قرض ادا کیا جو ھندوستان کا مدت سے عربي زبان کے علوم و فنون پر چلا آرھا تھا - اس نے ھندوستان کے متعلق تین قسم کی کتابیں لکھیں - ایک عربی سے سنسکرت میں، دوسری سنسکرت سے عربي میں اور تیسری ھندی علوم اور مسئلوں کی چھان‌بین اور جانچ پرتال میں -

اس کي وہ کتابیں جو اس نے ھندوؤں کے لئے لکھیں یہہ ھیں :

(۱) ھندوستان کے جوتشیوں کے سوالات کے جواب -

(۱) کتاب الھند ص ۱۲ -

(۲) کشمیر کے پنڈتوں کے دس سوالوں کے جواب اور ان کے شبہوں کا حل ۔

(۳) اصطرلاب پر ایک رسالہ ۔

(۴) بطلیموس کی مجسطی کا ترجمہ ۔

(۵) اقلیدس کے مقالے ۔

(۶) ہیئت پر ایک کتاب ۔

اس کی دوسری قسم کی کتابیں جو عربی جاننے والوں کے لئے اس نے لکھیں یہہ ہیں :۔

(۱) کتاب الہند ، ہندوؤں کے عقائد ، علوم اور تحقیقات کا خلاصہ ۔

(۲) برہم‌گپت کی پانی‌ساسی ذہانت کا عربی میں ترجمہ ۔

(۳) برہم‌گپت کی برہم‌سدھانت کا ترجمہ ۔

(۴) چندرگرہن اور سورج‌گرہن پر ہندی تحقیقات کا ترجمہ ۔

(۵) ہندوستان کی رقم (آنک) کے حساب و شمار میں ۔

(۶) حساب سکھانے میں ہندوستان کے نقوش کی کیفیت ۔

(۷) هندی اربعه متناسبه (ترے راشک) کا ترجمه -

(۸) سانکهیه کا ترجمه (فلسفه) -

(۹) پتنجلی کا ترجمه -

(۱۰) وراه مهر کی کتاب لگهو جاتکم کا ترجمه (ولادت کے بیان میں) -

(۱۱) وسو دیو کے دوباره دنیا میں آنے پر ایک رساله ، وغیره -

تیسری قسم کی کتابیں یهه هیں :-

(۱) سدهانت ، آریه بهٹ ، اور کهنڈ یا کهنڈ - جو هندی هیئت کی کتابیں سنسکرت سے عربی میں ترجمه هوئی تهیں ان میں مصنفوں یا مترجموں سے جو غلطیاں هوئیں ان کی تصحیح -

(۲) خاص سدهانت پر پانچ سو صفحوں کی ایک کتاب جس کا نام جوامع الموجود بخواطر الهنود هے -

(۳) اس بیان میں ایک رساله که اعداد کے لکهنے کا طریقه باعتبار هندی کے عربی میں زیاده صحیح هے -

(۴) هندی اصول پر جوتش کے بعض اصول کی تصحیح (فی الارشاد الي تصحیح المبادي علی النمودارات) - قانون مسعودی کے پانچویں مقاله میں بیرونی نے هندوستان کے حسب

ذیل شہروں کا طول بلد اور عرض بلد بتایا ہے - لوهاور (لاهور) اوستان (اوستهان) جو کشمیر کا پایه تخت تھا، نیپال (کہتا ہے کہ یہه هندوستان اور تبت کے بیچ میں ایک کمین گاه هے)، ویہند (وادی سندهه میں هندوستان کا خاص شہر تھا)، سیالکوت، مولتان، تیز (بلوچستان کا بندر)، سومنات (سومناتهه)، نہلواله (نہرواله)، کهمبایت، وهار (مالوه) اوزین (اجین)، بهروچ وسط هندوستان میں کالنجر، ماهوره (متهرا)، قنوج (کہتا ہے کہ قنوج کی سلطنت ملک کے بیچ کا حصه ہے، اور بڑے بڑے راجاؤں کي راجدهانی رها هے، گنگا کے پچھم هے)، ماري (یہه سلطنت قنوج کی موجوده راجدهانی هے)، گوالیار کا قلعه، لوبراني، دیبل، (سندهه کا بندر)، کجوراهه، اجودهه (اجودهیا)، بانارس (بنارس، کہتا ہے کہ یہه مقدس شہر ہے اور وهیں آج هندوؤں کے علوم هیں)، جزیره لنکا، جمکوت، تنجاور، سنگلدیپ، منکری، (مہانگری ؟) -

هندوستان میں بیرونی نے ایک اور عظیم‌الشان کارنامه انجام دیا هے، یعنی زمین کا دور ناپنا - عربوں میں زمین کے دور کی پیمایش مامون‌الرشید نے تیسری صدی هجري کے شروع میں کرائی تھی، جس پر اب دو سو برس گذر چکے تھے - بیرونی کو اس کي تحقیق کا بڑا شوق تھا، ایسے موقع کا میدان اس کو خوارزم یا افغانستان میں نہیں ملا - هندوستان میں اس کو اتفاق سے ایسا میدان مل گیا، جس کے ایک طرف پہاڑ بھي تھا،

چنانچہ اس نے اسی میدان میں اپنے ھندسی قاعدہ کے مطابق زمین کے دور کی پیمایش کی (۱) -

علم ھیئت اور فلکیات کے متعلق ھندوستان اور سنسکرت کا پورا قرض مسلمانوں نے اکبر اور محمد شاہ کے زمانہ میں ادا کیا - اکبر نے زیج الغ بیگی کا جو اسلامی فلکی تحقیقات اور تیموری رصد خانہ واقع مراغہ کے تازہ مشاھدات کا مجموعہ تھا ' سنسکرت میں ترجمہ کرایا (۲) اور محمد شاہ کے زمانہ میں راجہ جےسنگھہ نے جب دھلی بنارس اور جےپور میں رصد خانے قائم کرائے ' تو عربی کی اونچی علم ھیئت کی کتابیں سنسکرت میں ترجمہ کرائیں (۳) -

سنجیدہ کھیل

علم اور فن کے ٹھوس اصطلاحات اور مضامین پر بحث سنتے سنتے شاید حاضرین کی طبیعتیں گھبرا گئی ھوں اس لئے خاتمہ میں کھیل کی بساط بچھاتا ھوں کہ آخر میں تھوڑی دیر کہنے والے اور سننے والے دونوں کے لئے تفریح رھے - دنیا کے دو کھیل مشہور ھیں یعنی شطرنج اور چوسر (نرد) دونوں ھی ھندوستان کے دماغ

---

(۱) قانون مسعودی - اسکا قلمی نسخہ علیگڈھہ مسلم یونیورسٹی کے کتبخانہ میں نظر سے گذرا -

(۲) آئین اکبری -

(۳) سبحۃ المرجان فی تاریخ ھندوستان آزاد بلگرامی -

کی ایجاد ہیں - عرب مصنفوں میں سب سے بہتر اس مضمون پر یعقوبی نے لکھا ہے - اس نے بتایا ہے کہ یہہ محض کھیل نہیں ہیں بلکہ حساب اور ہیئت کے نازک مسئلوں پر اس کی بنیاد ہے پھر اس نے ان مسئلوں کی تشریح کی ہے کہ یہہ بساط در حقیقت انقلاب روزگار کا نقشہ ہے - اس کے خانے آسمانی بروج ۳۶۰ دن ، ہر دن کے ۲۴ گھنٹے ، ۱۲ گھنٹوں کا دن ، اور ۱۲ گھنٹوں کی رات کا پورا نقشہ ، چوسر کی بساط ، چوسر کے نشانات اور چوسر کے کھیل میں ہے - اور شطرنج کی بنیاد کل ۶۴ خانوں ، پھر ۳۲ ، پھر ۱۶ ، پھر ۸ ، پھر ۴ پر ہے - لیکن ان حسابی داؤں پیچوں کے علاوہ اس نکتہ پر بہت کم غور کیا گیا ہے کہ یہہ دونوں کھیل ہندوستان کے دو مذہبی یا فلسفیانہ مسلکوں یا اسکولوں کی تشریح ہیں - چوسر اس ثبوت میں ہے کہ انسان محض مجبور ہے اور آسمان اور ستاروں کی گردشیں جو کچھہ چاہتی ہیں وہ اُس سے کراتی ہیں - دنیا کے میدان میں کوئی قدم خود اس کے ارادہ اور نیت سے نہیں اٹھتا بلکہ کوئی اور ہے جو اس سے جبراً یہہ قدم اُٹھواتا ہے - ع در دست دیگرے است سپید و سیاہ ما - اس کے برخلاف شطرنج اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا میں جو کچھہ ہے وہ انسان کی ذاتی کوششوں کا نتیجہ ہے - اس کی ہارجیت اور کامیابی یا ناکامی اسی کے دل و دماغ سمجھہ‌بوجھہ اور دوڑدھوپ پر ہے -

الغرض یہہ دونوں کھیل دنیا کے ناقابل فیصل مسائل کے عملی فیصلے ہیں - یعقوبی نے لکھا ہے کہ پہلے ایک پنڈت نے چوسر بناکر ایک راجہ کے نذر کیا تھا اور اس میں جبر کے مسئلہ کی اس کو تلقین کی تھی، اس کے بعد دوسرے پنڈت نے شطرنج بناکر پیش کی، جس میں اختیار کے مسئلہ کا ثبوت ہے - الغرض ان دونوں کھیلوں نے ثابت کر دیا کہ جس طرح انسان اپنی سنجیدہ منطقی اور فلسفیانہ دلیلوں سے جبر و اختیار کے مسئلہ کو حل نہیں کر سکا ہے اسی طرح عملی کھیلوں کی دلیلوں سے بھی وہ قدرت کے اس کھیل کا پتہ نہیں پا سکتا -

شطرنج کے موجد نے راجہ بارانی (دو روایتیں ہیں) سے جو انعام مانگا تھا وہ بھی حیرت‌انگیز حسابی کھیل ہے - موجد نے انعام یہہ مانگا کہ شطرنج کے پہلے خانہ میں، ایک گیہوں کا دانہ رکھا جائے، پھر ہر خانہ میں پہلے خانہ سے دو چند کیا جائے یہاں تک کہ سب خانے پورے ہو جائیں - بظاہر راجہ نے اس کو بہت معمولی انعام سمجھا مگر جب اس کا حساب لگایا گیا تو اتنی بڑی رقم ہو گئی کہ اس کا عطا کرنا راجہ کے بس میں نہ تھا - یعقوبی اور مسعودی نے اس کا پورا حساب لگا کر بتایا ہے (۱) - مگر اس کو یہاں نقل کرنا پھر

---

(۱) یہہ پورا حال یعقوبی ج ۱ ص ۹۹-۱۰۵ میں ہے - نیز دیکھو مسعودی ج ۱ ص ۱۶۰ (لیڈن) -

کھیل کی بساط کو حساب و ریاضی کی درسگاہ بنا دیتا ہے -

یہہ دونوں کھیل پہلی ہی صدی ہجری میں ایران سے عرب پہنچ چکے تھے اور ان سب میں نرد یعنی چوسر بہت پہلے پہنچ چکا تھا ' کیونکہ اس کا ذکر احادیث میں موجود ہے اور شطرنج اس کے بعد دوسری صدی میں غالباً عباسی دور میں عرب تک پہنچی ہے ' کیونکہ اس کے متعلق دوسری صدی کے مجتہدین اسلام کی رائیں موجود ہیں - لفظ شطرنج کي نسبت اهل ایران کا دعویٰ ہے کہ یہہ ان کی ملکیت ہے اور اس کی اصل "هشت رنج" ہے (۱) کہ اس میں ۸ خانے ہوتے ہیں - مگر یہہ ایرانیوں کی کھلی زبردستی ہے - شطرنج نام بھی هندوستان کا مقبوضہ ہے ' اس کی اصل "چترنگ" (۲) (چار عضووالا) ہے ' پھر گو اس کے سب مہروں پر شاہ (بادشاہ) فرزین (وزیر) پیادہ کہہ کر ایرانیوں نے قبضہ کر لیا ہے مگر دو چیزیں ایسی باقي ہیں جو هندوستان کی ملکیت کی ناقابل نسخ دستاویز ہیں اور وہ هاتھی اور رخ ہیں هاتھی تو خیر هندوستان کی نشانی ہی ہے مگر رخ نام سواری بھی جس کی هندی رتھہ ہے هندوستان سے باهر نہیں مل سکتی - اهل تحقیق کا بیان

(۱) یعقوبی جلد اول صفحہ ۱۰۱ (لیڈن) -

(۲) سواءالسبیل فی معرفۃالمولد والدخیل پروفیسر (اب ڈاکٹر) آرنلڈ -

ھے کہ چترنگ کھیل کا ذکر راماین وغیرہ میں موجود ھے (۱) - ایرانیوں کے علاوہ یونانیوں ، رومیوں ، مصریوں ، یا یلیوں غرض دوسری پرانی قوموں نے بھی اس کی ملکیت کا دعویٰ کیا مگر تحقیق کی عدالت میں ھندوستان کے سوا اور کسی کا دعویٰ مسلم نہ ھو سکا (۲) - اسی کے ساتھہ یہہ نکتہ بھی فراموش نہ کرو کہ خواہ ایران میں اس کا نام پہلے "ھشت رنج" ھو یا ھندوستان میں "چترنگ" ھو مگر عربوں نے اپنی زبان میں انھیں حرفوں کو الٹ پھیر کر جو نام رکھا وھی آج اس کا نام ایران میں بھی ھے اور ھندوستان میں بھی یعنی شطرنج -

(۱) دیکھو برٹش انسائکلوپیڈیا جلد ۶ صفحہ ۱۰۰ ، لفظ چس (Chess) -
(۲) ایضاً -

مذہبی تعلقات

ماخذ

اس مضمون کے معلومات کا ماخذ ان کتابوں کے علاوہ جن کا ذکر اوپر گذر چکا چار اور نئے ہیں -

(۱) ہندوستانی مذاہب کی وہ روداد جو دوسری صدی ہجری میں یحییٰ بن خالد برمکی نے تیار کرائی تھی ، جس کا خلاصہ ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں شامل کر لیا ہے - یہی خلاصہ اس وقت دنیا میں موجود ہے -

(۲) بیت المقدس کے ایک فاضل عرب فلسفی و متکلم و مؤرخ مطہر بن طاہر مقدسی (سنہ ۳۳۵ ھ) کی یادگار تصنیف کتاب البدء والتاریخ جو سنہ ۱۸۹۹ ع میں پیرس سے ۶ جلدوں میں شائع ہوئی ہے - اس میں ایک باب ہندوستان کے مذاہب کا بھی ہے -

(۳) تیسری چیز ابوالعباس ایران شہری کی کتاب الدیانات ہے جس کی اصل گو موجود نہیں مگر اس کے اقتباسات بیرونی کی کتاب الہند میں ہیں - اس میں زیادہ‌تر بودھوں کے حالات تھے -

(۴) اس کے بعد سب سے اھم عبدالکریم شھرستانی کی (سنہ ۴۶۹ و ۵۴۹ ھ) ملل و نحل ھے، جو کئی دفعہ یورپ مصر اور بمبئی میں چھپ چکی ھے -

متفرق مضامین عبدالقاھر بغدادي سنہ ۴۲۹ ھ (سنہ ۱۰۳۷ ع) الفرق بین الفرق (اسلامی فرقوں کی تاریخ) مطبوعۂ مصر، اور مرتضیٰ زیدی کی اس کتاب المعتزلہ سے لئے گئے ھیں جس کو پروفیسر آرنلڈ نے حیدرآباد کے دائرةالمعارف میں چھپوایا تھا -

عرب اور ترک و افغان اور مغل فاتحوں میں فرق

اس سے پہلے کہ ھم آگے بڑھیں ایک نکتہ کي طرف اشارہ کرنا ضروری ھے چونکہ ھندوستان میں جو ترک و افغان و مغل فاتح آئے وہ مسلمان تھے اس لئے ان کي تمام کارروائیوں کا ذمہ‌دار اسلام سمجھا جاتا ھے حالانکہ اس حقیقت سے ھم سب کو واقف ھونا چاھئے تھا کہ ترک فاتح جو ھندوستان آئے خاص خاص افسروں یا عھدہ داروں کو چھوڑ کر قوم کی مجموعی حیثیت سے وہ اسلام کے نمایندے نہ تھے اور نہ ان کے اصول سلطنت کو اسلام کی طرز حکومت اور اصول فرمانروائی سے کوئی مناسبت تھی ان کے ترک افسر زیادہ تر نومسلم غلام تھے جن کو اسلام کی صلح و جنگ کے قوانین سے شاید واقفیت بھی نہ تھی -

غزنویہ سلطنت جس ملک میں آکر قائم ہوئی وہ اسلامی حدود سلطنت کا سب سے آخری گوشہ تھا - وہاں اسلام نے ابھی پورا قدم بھی نہیں جمایا تھا - سلطان محمود کی فوج میں جو سپاہی بھرتی ہوکر آئے وہ غزنی خلجی ترکوں اور افغانوں کے مختلف قبائل تھے - ہندو بھی اس کی فوج میں داخل تھے (۱) - ترک قبائل کا یہہ حال تھا کہ وہ بیشتر مسلمان نہ تھے - وہ غلاموں کی حیثیت سے ہزارہا کی تعداد میں فروخت ہوتے تھے اور سلاطین اور امراء ان کو خرید کر اور مسلمان بناکر فوج میں بھرتی کرتے تھے یا وہ خود لوٹ مار کے شوق میں وسط ایشیا سے نکل کر اسلامی ممالک میں آتے تھے اور مسلمان ہوکر مختلف بادشاہوں اور امیروں کی فوج میں بھرتی ہوتے تھے اور آگے چل کر بڑے بڑے افسر ہو جاتے تھے، یہاں تک کہ بادشاہ بن جاتے تھے - الپ تگین اور سبکتگین جو اس غزنوی سلطنت کے بانی تھے اسی قسم کے ترک غلام تھے - سلطان غوری کے جانشین ایلتمش وغیرہ بھی ایسے ہی تھے - سلجوقی ترک جو چند برسوں کے بعد عظیم‌الشان سلجوقی سلطنت کے بانی ہوئے اسی زمانہ میں اسلامی ملک میں آکر مسلمان ہوئے - یہی حال سلطان محمود کی فوج کا بھی تھا - ترکستان اور ماوراءالنہر کے ترک رضاکار (۲) اس کی فوج میں داخل

---

(۱) کامل ابن اثیر ج ۹ ص ۱۳۵ بریل (لیڈن) سنہ ۱۸۶۲ ع -

(۲) تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۲۹ و ۳۲ نولکشور -

ہو گئے تھے جو زیادہ‌تر (۱) اسی زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے -

مغل ابھی تک مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے - وہ ساتویں صدی ہجری تک کافر سمجھے جاتے تھے - علاؤالدین خلجی (المتوفی سنہ ۷۱۶ ھ) تک فوج میں مغل مسلمان کرکے نوکر رکھے جاتے تھے ، چنانچہ علاؤالدین خلجی کے حکم سے دھلی میں بیک وقت چودہ پندرہ ہزار نومسلم مغل سپاہی قتل کئے گئے - (۲)

افغانوں کے بڑے بڑے شہروں میں گو اسلام تھا مگر خود افغان اب تک مسلمان نہ تھے ، کافر ہی سمجھے جاتے تھے ، (۳) گو خاص کابل کے بادشاہ نے تیسری صدی کے شروع میں یعنی غزنویوں سے سو برس پہلے اسلام کا اظہار کیا تھا ، (۴) لیکن افغانوں کے اکثر قبائل محمود غزنوی ہی کے زمانہ میں مسلمان ہونے شروع ہوئے تھے - (۵)

ان کے علاوہ غوری قبائل چوتھی صدی کے وسط تک یعنی غزنویوں کی پیدایش کے بعد تک مسلمان نہیں

---

(۱) تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۲۴ نولکشور -
(۲) فرشتہ ج اول ص ۱۲۰ نولکشور -
(۳) کامل ابن اثیر جلد ۹ ص ۲۱۸ -
(۴) فتوح‌البلدان بلاذری ص ۴۰۲ (لیڈن) -
(۵) کامل ابن اثیر ج ۹ ص ۲۱۸ (لیڈن) -

ہوئے تھے، (۱) - پھر سلطان محمود سے پہلے اس وقت تک ان اطراف میں نہ اسلامی درسگاہیں تھیں نہ اسلامی تعلیمات کا رواج ہوا تھا، اور نہ مسلمان علماء پھیلے تھے - ان اسباب سے ان قوموں کے اُس وقت کے طور طریق، اصول جنگ، اور طرز عمل کو اسلام نہیں کہا جا سکتا -

برخلاف اس کے وہ عرب فاتح جو ایک صدی کے اندر اندر ایک طرف شام کی سرحد عبور کر کے مصر اور شمالی افریقہ کے راستہ سے اسپین تک پہنچ چکے تھے، اور دوسری طرف عراق کے راستہ سے خراسان تک و ایران و ترکستان کو طے کر کے ایک سمت میں کاشغر اور دوسری سمت میں سندھ تک فتح کرچکے تھے، وہ لوگ تھے جن میں اسلام کی تعلیمات زندہ تھیں - اسلام کا قانون جنگ عمل میں تھا - کہیں کہیں افسروں میں بعض ایسے بزرگوار بھی تھے جنھوں نے پیغمبر اسلام کی صحبت اٹھائی تھی، اور ایسے تو بکثرت تھے جنھوں نے صحابہ کا فیض پایا تھا - اس لئے ان کے طور طریق، اصول حکومت اور طرز سلطنت خیبر سے آنے والی قوموں سے بالکل مختلف تھے -

سنہ ۹۳ ع میں قتیبہ نے سمرقند فتح کیا - اس زمانہ میں ان اطراف کے رہنےوالے بودھ مت کے پیرو

---

(۱) سفر نامۂ ابن حوقل ص ۳۶۳ و کامل ابن‌اثیر جلد ۹ ص ۱۵۶ (لیڈن)، و تاریخ بیہقي مطبوعۂ کلکتہ ص ۱۲۷ -

تھے - قتیبہ نے کسی وجہ سے (شاید مالی دقت سے) مجبور ہو کر ان کے بتوں کو جلا کر ان سے سونا چاندی کا تھوک نکالنا ضروری سمجھا تو یہہ نہیں کیا کہ ان کو زبردستی توڑ کر جلادیا ہو بلکہ صفائی کے ساتھہ خود صلح کے شرائط میں اس نے یہہ ایک دفعہ طے کرا لی تھی کہ یہہ بت مسلمانوں کے قبضۂ تصرف میں آئیں گے - چنانچہ فریق ثانی نے اس کو منظور کیا لیکن جب جلانے کا وقت آیا تو ترک بادشاہ نے کہا کہ آپ کا میں احسان‌مند ہوں، اس لئے میں آپ‌کو متنبہ کرتا ہوں کہ آپ ان کو نہ جلائیں کیونکہ ان میں بعض ایسے بت ہیں کہ یہہ جلائے گئے تو آپ کی تباہی یقینی ہے - قتیبہ نے کہا اگر ایسا ہے تو میں خود اپنے ہاتھہ سے ان کو جلاؤنگا - چنانچہ خود اپنے ہاتھہ سے ان میں آگ لگائی لیکن جب اس کا کوئی برا نتیجہ ظاہر نہ ہوا تو بہت سے ترک بت‌پرستی سے بدعقیدہ ہوکر مسلمان ہو گئے - (۱)

عربوں نے خلفاے راشدین اور صحابۂ کرام کے زمانہ میں دوران جنگ کے اتفاقی واقعات کو چھوڑکر جن قوموں سے معاہدہ کیا یا صلح کی ان کی عبادت‌گاہوں کو تہیس

(۱) یہہ مفصل واقعہ تاریخ طبری ج ۸ ص ۱۲۳۶ (لیڈن)، اور کامل ابن‌اثیر ج ۴ ص ۳۰۴ (لیڈن) میں ہے، اور اخیر ٹکڑا فتوح‌البلدان بلاذری (لیڈن) ص ۴۲۱ میں ہے -

بھی لگنے نہ دی - ایران کے آتش‌کدے ویسے ہی روشن رہے - فلسطین و شام اور مصر و عراق کے گرجے جو بتوں اور مجسموں سے پٹے پڑے تھے ویسے ہی ناقوسوں کی آوازوں سے گونجتے رہے حالانکہ یہہ نومسلم ترک فاتح ان سے زیادہ دین و مذہب کے پرجوش غازی اور شریعت کے سچے پیروکار نہ تھے اور نہ ہو سکتے تھے -

عرب اگر غیر مسلموں سے جزیہ لیتے تھے تو اس کے علاوہ کوئی اور محصول پیداوار کے خراج کے سوا ان سے نہیں وصول کرتے تھے، لیکن ترک، افغان، اور مغل جو دینداری کے جذبہ میں آکر غیرمسلم رعایا سے جزیہ وصول کرتے تھے وہ اس کے ساتھہ اس سے دہ چند دوسرے محصول اور تیکس اپنی مسلمان اور غیر مسلمان رعایا سے لیتے تھے - لیکن اسلام کے اصول سلطنت میں جس کو عربوں نے قائم رکھا، اور جس پر وہ مدت تک عمل پیرا رہے صرف دو ہی قسم کے محصول تھے، مسلمانوں سے زکواۃ اور عشر (پیدوار کا دسواں) اور غیر عسلمانوں سے جزیہ اور خراج -

اصل یہہ ہے کہ اسلام نے دنیا کی تمام قوموں کو چار حصوں میں تقسیم کیا تھا : (۱) مسلمان، (۲) اہل کتاب، (یعنی وہ قومیں جو کسی ایسی آسمانی تعلیم کی پیرو ہیں جس‌کا ذکر قرآن مین ہے)، (۳) مشابہ اہل کتاب (یعني وہ قومیں جو کسی آسمانی تعلیم کی پیروی کی مدعی تو ہیں مگر قرآن میں ان‌کا نام نہیں آیا ہے، اس لئے ان‌کے اہل‌کتاب ہونے کا

یقین نہیں، مگر گمان ضرور ھے) اور (۴) کفار - یہہ وہ قومیں ھیں جو کسی آسمانی تعلیم کی پیرو نہیں - اسلام نے اپنی اسلامی حکومت میں مسلمانوں کا درجہ قومیت اور وطنیت کے امتیاز کے بغیر تمام حقوق مین یکساں قرار دیا ھے - اھل کتاب کے لئے یہہ ھے کہ جزیہ ادا کرنے کے بعد وہ تمام حقوق میں مسلمانوں کے برابر ھین، ان کا ذبح کیا ھوا جانور کھایا جا سکتا ھے، ان کی لڑکیوں سے مسلمان نکاح کر سکتے ھیں، ان کے جان و مال و مذھب اور عبادت‌گاھوں کی حفاظت کی سلطنت ذمہ دار ھے - مشابہ اھل کتاب بھی سوا اس کے کہ مسلمان ان کا ذبیحہ نہ کھائیں گے، اور نہ ان کی لڑکیوں سے نکاح کر سکتے ھیں، اور تمام ملکی حقوق میں وہ اھل کتاب بلکہ خود مسلمانوں کے برابر ھیں - اس بنا پر جب کسی غیر قوم میں اسلام کی سلطنت قائم ھو تو سب سے پہلا فرض یہہ ھے کہ یہہ دیکھا جائے کہ وہ قوم ان چار قسموں میں سے کس قسم کے اندر ھے - مگر افسوس ھے کہ اس کا فیصلہ خیبروالی قومیں اخیر تک نہ کرسکیں - ایک طرف تو ان کو ھندوؤں سے جزیہ لینے پر اصرار تھا، جو صرف اھل کتاب اور مشابہ اھل کتاب سے قبول کیا جا سکتا ھے اور دوسری طرف ان کے معبدوں اور ان کے مراسم کی حفاظت کا وعدہ نہیں کیا جاتا جو جزیہ لینے کے بعد ضروری ھے - انتہا یہ ھے کہ سلطان علاؤالدین خلجی (سنہ ۶۹۶ ھ) تک یہہ فیصلہ نہ ھو سکا تھا

کہ ھندوؤں کا شمار کس طبقہ میں ھے (۱) ، اور یہہ ساری ابتری اسی ذو عملی کا نتیجہ تھی لیکن عربوں نے سندھہ میں قدم رکھنے کے ساتھہ ایک مدت بھی اس کے فیصلہ میں توقف نہیں کیا کہ ان اقسام میں سے ھندوؤں کا مرتبہ اسلامی حکومت میں کیا ھے ؟

عرب فاتحوں کے نزدیک ھندو مشابہ اھل کتاب تھے

سندھہ کو فتح کرتے ھوئے جب عرب سپہ سالار محمد بن قاسم سندھہ کے مشہور شہر الرور (الور) پہنچا تو شہر والوں نے کئی مہینہ تک حملہ‌آوروں کا پرزور مقابلہ کیا ، پھر صلح کی ، اور اس میں دو شرطیں پیش کیں ، اول یہہ کہ ” شہر کا کوئی آدمی قتل نہ کیا جائے ، دوسرے یہہ کہ ان کے بت خانوں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے “ ۔ محمد بن قاسم نے جس وقت ان شرطوں کر قبول کیا تو یہہ الفاظ کہے :-

ماالبد الا ککنائس النصاری والیہود و بیوت
نیران المجوس (بلاذري ص ۴۳۹)

(ترجمہ) ھندوستان کا بتخانہ بھی عیسائیوں اور یہودیوں کی عبادت گاھوں اور مجوس کے آتشکدوں ھی کی طرح ھے ۔

---

(۱) تاریخ فیروز شاھي ضیاے برني ص ۲۹۰ و ۲۹۱ (کلکتہ) و تاریخ فرشتہ ص ۱۱۰ (نولکشور) ۔

سندھ کی سب سے قدیم عربی تاریخ کے فارسی ترجمہ چچ نامہ میں یہہ واقعہ اس طرح مذکور ھے :-

"محمد بن قاسم نے برھمن آباد (سندھ) کے لوگوں کی درخواست قبول کی اور ان کو اجازت دی کہ سندھ کی اس اسلامی سلطنت میں اسی حیثیت میں رھیں جس حیثیت میں عراق اور شام کے یہودی عیسائی اور پارسی رھتے ھیں" - (۱)

ایک عرب فاتح کی زبان کی یہہ وہ اھم تصریح ھے کہ اس نے ھندوؤں کو وھی حیثیت دی جو بظن غالب کسی آسمانی تعلیم کے پیرووں کی اسلامی قانون میں ھے، اور ان کے بت خانوں کو بھی وھی درجہ دیا جو اھل کتاب یا مشابہ اھل کتاب کے معبدوں اور عبادت گاھوں کا اسلام میں ھے - سندھ کے فتوحات کی تاریخوں سے پتہ چلتا ھے کہ عرب فاتحوں نے اپنے شرائط کا پوری طرح لحاظ رکھا - ایک بودھہ مت کے پیرو نے ایک موقع پر ایک ھندو راجہ کو مشورہ دیا :-

"ھم کو اچھی طرح معلوم ھے کہ محمد قاسم کے پاس حجاج کا فرمان ھے

(۱) چچ نامہ تاریخ الیٹ، جلد اول ص ۱۸۶ -

کہ جو اماں چاھے اس کو اماں دو ،
اس لئے ھم کو یقین ھے کہ آپ اس کو
مناسب سمجھیں گے کہ ھم اس سے صلح
کرلیں کیونکہ عرب ایماندار اور اپنے
معاھدوں کے پابند ھیں - " (۱)

دیبل سندھ کا پہلا مقام جہاں عربوں نے حملہ کیا وھاں سب سے بلند عمارت بودھوں کا بت خانہ تھا - محمد قاسم نے قلعہ‌والوں کو شہر کا دروازہ کھولنے پر مجبور کرنے کے لئے بت‌خانہ کے بلند منارہ پر جو سب سے اونچا اور باھر سے نظر آتا تھا توپ کا گولہ پھینکا ، لیکن جب شہر کا پھاٹک کھل گیا تو اس بت‌خانہ کو برباد نہیں کیا - چنانچہ بودھوں کے فنا ھوجانے کے بعد بھی تیسری صدی ھجري تک یہہ عمارت موجود تھی - خلیفہ معتصم (سنہ ۲۱۸ - ۲۲۷ ھ) کے زمانہ میں اس کا ایک حصہ جیل‌خانے کے کام میں لایا گیا - (۲) محمد قاسم نے خود اس شہر میں اپنی مسجد الگ بنائي (۳) - اسی طرح جب نیروں فتح کیا تو مندر کے سامنے اپنی مسجد الگ قائم کي - (۴)

---

(۱) چچ نامہ الیٹ جلد اول ص ۱۵۹ -

(۲) بلاذري ص ۴۳۷ -

(۳) ایضاً -

(۴) چچ نامہ الیٹ ص ۱۵۸ -

ملتان کا بت‌خانہ

اسی طرح ملتان کا عظیم‌الشان بت‌خانہ شہر کے فتح ہونے کے بعد بھی صحیح و سالم رہا بلکہ عربوں کی تین سو برس کی حکومت میں بھی وہ بعینہ قائم رہا ، اور تین صدیوں تک برابر وہ عرب سیاحوں کی دلچسپیوں کا مرکز رہا - اخیر شخص جس‌نے اس کا حال بیان کیا ہے (بشاری) وہ سنہ ۳۷۵ ھ کے قریب میں اس کو دیکھہ گیا ہے - اہل عرب نے اس بت‌خانہ کے وجود سے سیاسی اور مالی دونوں فائدے اتھائے - سیاسی یہہ کہ جب کوئی راجہ ملتان پر حملہ کی تیاری کرتا تو عرب امیر اس کو یہہ کہہ کر ڈرا دیتا کہ اگر تم نے ادھر کا قصد کیا تو ہم اس مندر کو خاک میں ملا دیں گے - یہہ سن‌کر حملہ آور رک جاتے اور مالی فائدہ یہہ اتھایا کہ تمام ہندوستاں سے لوگ اس مندر کے جاترے کو آتے تھے اور وہاں جاکر نذر پیش کیا کرتے تھے - عرب امیر اس رقم کو خزانہ میں داخل کرتے تھے ، اور اسی سے اس مندر کے مصارف اور یہاں کے پجاریوں کی تنخواہیں ادا کرتے تھے - (۱)

عرب سیاحوں نے ملتان کے اس بت خانہ کی پوری کیفیت بیان کی ہے - اس مندر میں افرات سے سونا

---

(۱) معجم‌البلدان یاقوت بحوالۂ اصطخری جلد ۸ ص ۲۰۱ (مصر) -

چاندی تھی - دو دو سو اشرفیوں کا عود یہاں جلانے کو بھیجتے تھے ' جن کو پجاری عرب تاجروں کے ھاتھہ بیچ ڈالتے تھے (۱) - یہہ مجسمہ خود بھی اتنا ھی قیمتی تھا - اس کی دونوں آنکھوں کی جگہ پر بیش‌قیمت پتھر جڑے تھے ' سر پر سونے کا تاج تھا (۲) - الغرض سنہ ۳۷۵ ھ کے قریب تک بت‌خانہ عرب امیروں کے زیر حکومت قائم و باقی بلکہ پوری رونق پر تھا ' مگر جب ابو ریحان بیرونی سنہ ۴۰۰ ھ کے بعد یہاں آیا ھے تو اس نے اس کو بت‌خانہ کے بجائے جامع مسجد پایا - اس تغیر کی وجہ اس نے یہہ لکھی ھے : -

> "محمد بن قاسم نے جب ملتان فتح کیا تو اس کی آبادی اور دولت‌مندی کا سبب اسی بت‌خانہ کو پایا - تو اس نے اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا اور اس کے گلے میں گاے کی هڈی (۳) باندھہ کر یہہ ثابت کیا کہ وہ اس کو کسی عقیدت کی وجہ سے

---

(۱) سفر نامہ ابوزید سیرافی ص ۱۳۰ -

(۲) سفر نامہ بشاری مقدسی معروف بہ احسن‌التقاسیم ص ۴۸۳ ' (لیدن) -

(۳) یہہ واقعہ فتوحات سندھہ کی کتابوں میں کہیں مذکور نہیں - معلوم نہیں بیرونی نے کہاں سے لیا -

نہیں چھوڑ رہا ہے - اور اس نے مسلمانوں کے لئے جامع مسجد الگ بنائی، پھر جب ملتان پر قرمطی لوگ (شیعہ مسلمانوں کا ایک گمراہ فرقہ) حکمران ہو گئے تو جلم بن شیبان نے اس بت خانہ کو توڑ دیا اور پجاریوں کو قتل کر دیا، اس کی عمارت کو جو اینٹ کی تھی اور اونچی جگہ پر تھی جامع مسجد بنا دیا اور پہلی (محمد بن قاسم والی) جامع مسجد میں قفل لگا دیا کہ وہ بنی اُمیہ کی یادگار تھی اور ان سے اِن کو دشمنی تھی - پھر جب سلطان محمود نے ملتان فتح کر کے قرمطیوں کو مٹا دیا تو جامع مسجد کو بند کر کے پھر (محمد بن قاسم والی) اصلی جامع مسجد کھلوا دی اور اب وہ بت خانہ کی جگہ صرف میدان ہے" - (۱)

اسی سلسلے میں بلاذری نے جو تیسری صدی کے اخیر میں تھا یہہ عجیب بات لکھی ہے کہ لوگ اس بت کو حضرت ایوب کا مجسمہ گمان کرتے تھے (صفحہ ۴۴) -:

---

(۱) کتاب الہند بیرونی ص ۵۶ -

حقوق اور اعزاز

سندھ کے فتح ہونے کے بعد برہمنوں کا ایک وفد محمد قاسم کے پاس آیا - محمد قاسم نے اس کی عزت کی برہمنوں نے اس کے سامنے اپنا یہہ مطالبہ پیش کیا کہ ہندو دستور کے مطابق ہمارا قومی درجہ دوسری ذاتوں سے اونچا رکھا جائے - محمد قاسم نے تحقیق کے بعد ان کے اس مطالبہ کو منظور کیا اور ان کو تمام عہدوں پر سرفراز کیا - برہمنوں نے اس کا خاص شکریہ ادا کیا اور گاؤں گاؤں پھر کر اپنے حاکموں کے گن گائے اور جو ان کو حقوق ملے تھے اس کی ہر جگہ جاکر تعریفیں کیں - (۱)

جزیہ

عرب امیر نے تمام اعلان کرا دیا کہ جو چاھے مسلمان ھو کر ھمارا بھائی بن جائے اور جو چاھے جزیہ دےکر اپنے مذھب پر قائم رھے - چنانچہ بعضوں نے اسلام قبول کر لیا اور بعض اپنے پرانے مذھب پر قائم رھے -

چچ نامہ میں ھے :-

"ان میں جو مسلمان ھو گئے تھے وہ غلامی اور جزیہ وغیرہ سے آزاد رھے ' اور جو

---

(۱) چچ نامہ الیٹ ص ۱۸۲ - ۱۸۳ -

اپنے مذہب پر قائم رھے ان کے تین درجے
قائم کئے گئے - اعلی طبقه یعنی دولت
مندوں سے ۴۸ درم ، متوسط لوگوں سے
۲۴ درم ، اور نیچے طبقه سے ۱۲ درم لئے
گئے - جن لوگوں نے اسلام قبول کر لیا
وہ اس سے معاف کئے گئے اور جو لوگ
اپنے آبائی مذہب پر قائم رھے انھوں نے
جزیه دیا ، لیکن ان کی زمینیں اور
جائدادیں ان سے نہیں لی گئیں بلکه
علی حالها انھیں کے قبضه میں رھنے
دی گئیں - (۱)

موجودہ حساب سے ایک درم زیادہ سے زیادہ ساڑھے تین آنه کے برابر ھے - اس لحاظ سے یہه محصول دولت مندوں سے دس روپئے ، متوسطوں سے پانچ روپئے ، اور غریبوں سے ڈھائی روپئے سالانه کے حساب سے وصول ھوا ھوگا ، اور حسب قاعدہ عورتیں ، بچے ، بوڑھے ، مذہبی عہدہ دار اور پجاری اور معذور لوگ جو کماتے نہیں ، اس سے مستثنی رھے ھونگے - اور مسلمانوں سے جزیه کے بجاے ڈھائی روپیه سیکڑہ زکواۃ ، اور زمین کی پیداوار میں مسلمانوں سے دسواں حصه اور غیر مسلمان سے مقررہ خراج وصول کیا

---

(۱) چچ نامه الیٹ ص ۱۸۲ -

گیا ہوگا - اِس کے علاوہ اہل عرب کی سلطنت میں کوئی اور ٹکس نہ تھا -

ہندو اور مسجد

عربوں کی اس رواداری کا اثر ہندوؤں پر بہت اچھا پڑا - چنانچہ دوسری صدی ہجری میں ایک مقام پر سے جب عربوں کی حکومت اُٹھہ گئی اور ہندو قابض ہو گئے تو انہوں نے مسلمانوں کی مسجد کو ہاتھہ نہیں لگایا - مسلمان اس میں برابر نماز پڑھتے، جمعہ ادا کرتے، اور جمعہ میں بدستور اپنے خلیفہ کا نام لیتے رہے - (۱)

اس کے علاوہ چوتھی صدی ہجری کے عرب سیاح اصطخری اور ابن حوقل بیان کرتے ہیں کہ کھمبایت سے صیمور تک کے علاقے گو مختلف راجاؤں کی عملداری میں ہیں مگر ہر شہر میں ہر جگہ مسلمان آباد ہیں اور ان کی مسجدیں ہیں جہاں مسلمان باجماعت نماز پڑھتے ہیں - ہندو راجاؤں کے عہد میں شہر کھمبایت کی جامع مسجد کے ٹوٹنے اور بننے کا دلچسپ قصہ آگے آتا ہے -

---

(۱) فتوح البلدان بلاذري ص ۴۴۶ (لیڈن) -

ہندو مذہب کی تحقیقات

اس باہمی میل جول کا اثر یہہ ہوا کہ عربوں کو ہندوؤں کے مذاہب کی تحقیقات کا شوق پیدا ہوا، چنانچہ یحییٰ برمکی نے جس کی وزارت کا زمانہ سنہ ۱۷۰ھ سے سنہ ۱۹۰ھ تک ہے ایک شخص کو ہندوستان خاص طور سے اس لئے بھیجا کہ وہ یہاں کی دوائیں اور یہاں کے مذہبوں کا حال لکھہ کر لائے - اس وقت بغداد کا یہہ عالم تھا کہ دنیا کے تمام مذہبوں اور عقیدوں کا وہ اکھاڑہ بنا ہوا تھا - عباسی خلفاء اور ان کے بعض فلسفہ پسند امراء کے دربار مذہبی مجلسوں اور مناظروں سے گرم رہتے تھے، اور دن اور وقت مقرر تھے جن میں ایسی مجلسیں منعقد ہوتی تھیں اور ہر مذہب والے کو اجازت تھی کہ وہ اپنے مذہب کی دلیلیں پیش کرے اور اسلام پر اعتراضات کرے اور جوابات سنے - ان مجلسوں اور مناظروں میں مسلمان متکلمین سب سے پیش پیش رہتے تھے اور برامکہ کا خاندان خاص طور سے ان لوگون کی سرپرستی کرتا تھا - عجب نہیں کہ اسی وجہ سے یہہ ضرورت پیش آئی ہو کہ ہندوستان کے مذہبوں سے بھی واقفیت حاصل کی جائے -

جو شخص اس غرض سے ہندوستان بھیجا گیا تھا اس کی بعینہ روداد غالباً محفوظ نہیں ہے، مگر ابن ندیم جس نے اپنی کتاب اس واقعہ کے ۷۰، ۸۰ برس بعد

لکھی ہے - وہ ایک تحریر کا حوالہ دیتا ہے جو مشہور عرب فلاسفر یعقوب بن اسحاق کندی کے ہاتھہ کی لکھی تھی اور اس پر سنہ ۳۴۹ ھ کی تاریخ پڑی ہوئی تھی - اس میں یحیی برمکی کے ایک شخص کو ہندوستان کے مذاہب کی تحقیق کی غرض سے ہندوستان بھیجے جانے کی خبر درج تھی اور اس پر "ہندوستان کے مذاہب اور اعتقادات" کا سرنامہ اور اس کے نیچے مختصر حالات لکھے ہوئے تھے - اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید یہہ اسی شخص کی روداد کا خلاصہ ہے -

اس تحریر میں پہلے گجرات کے راجہ ولبھہ رائے کے دارالسلطنۃ مہانگر کے بت خانہ کا حال لکھا ہے کہ اس میں سونے، چاندی، لوہے، پیتل، ہاتھی دانت، اور ہر قسم کے بیش قیمت پتھروں اور جواہرات کے بیس ہزار بت ہیں، اور اس میں سونے کا ایک بت ۱۲ ہاتھہ اونچا ہے اور وہ سونے کے تخت پر بیٹھا ہے - یہہ تخت ایک سونے کے گنبد نما کمرے میں ہے، یہہ کمرہ سپید موتیوں، اور سرخ، سبز، زرد اور آسمانی رنگ کے جواہرات سے مرصع ہے - سال میں ایک دفعہ اس کا میلہ ہوتا ہے - راجہ خود پیادہ وہاں جاتا اور آتا ہے - اس کے آگے سال میں ایک دن قربانی کی جاتی ہے اور لوگ اپنی جان بھی اس پر قربان کرتے ہیں، پھر مولستان (ملتان) کے بت کا حال لکھا ہے، پھر دوسرے بتوں کا احوال ہے -

اس کے بعد ہندوستان کے چند فرقوں اور ان کے بتوں کا حال بیان کیا ہے -

۱ - سب سے پہلے فرقہ کا نام مہاکالیہ بتایا ہے ' جو مہا کالی کو پوجتے ہیں ' جس کے چار ہاتھ ہوتے ہیں ' آسمانی رنگ ہوتا ہے ' سر پر بہت بال ہوتے ہیں ' دانت نکلے ہوتے ہیں ' پیٹ کھلا ہوتا ہے ' پیٹھ پر ہاتھی کی کھال پڑی ہوتی ہے جس سے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں - ایک ہاتھ میں اژدہا ' دوسرے میں ڈنڈا ' تیسرے میں ایک انسان کا سر ' چوتھا ہاتھ اوپر اٹھا ہوا - اس کے دونوں کانوں میں دو سانپ ' اور اس کے بدن میں دو اژدہے لپٹے ہوے ' سر پر کھوپڑیوں کی ہڈیوں کا تاج ' اور انہیں ہڈیوں کا گلے میں مالا -

۲ - دوسرا فرقہ الدنیکتیہ ' الادتبکتیہ (ادت بھکتی) یعنی سورج (آدت) پوجنے والے - اس کی صورت یہہ ہے کہ ایک گاڑی ہے جس میں چار گھوڑے جتے ہیں ' اس کے اوپر ایک بت ہے - وہ اس کو سجدہ کرتے ہیں ' اس کے گرد گھومتے ہیں ' بخور جلاتے ہیں ' باجہ بجاتے ہیں ' اس پر بہت سی جائدادیں وقف ہیں ' بہت سے پجاري ہیں جو اس بت خانہ اور جائداد کا انتظام کرتے ہیں ' بیمار ہر طرف سے یہاں آتے ہیں ' اور اپنے خیال میں وہ یہاں سے اچھے ہوکر جاتے ہیں -

۳ - تیسرا چندر بھکتیہ (چندر بھکتی) - یہہ چاند کے پجاری ہیں - اس کے بت کی گاڑی چار بطوں پر چلتی ہے ، بت کے ہاتھہ ایک بہت بڑا لال ہوتا ہے جس کو چندر کیت کہتے ہیں - چودھویں رات کو جو چاند کے پورے کمال پر پہنچنے کا وقت ہے برت رکھتے ہیں اور اس رات کو اس کی پوجا کرتے ہیں اور کھانا ، شراب ، اور دودھہ اس دیوتا کے پاس لاتے ہیں - چاند کی پہلی اور چودھویں کو چھتوں پر چڑھکر اس کو دیکھتے ہیں اور منتر اور دعا پڑھتے ہیں -

۴ - چوتھا فرقہ بکرنتنیہ (۱) نام ہے ، جو اپنے کو زنجیروں میں جکڑے رہتے ہیں ، سر اور ڈاڑھی کے بال منڈاتے ہیں ، ایک لنگوٹی کے سوا تمام بدن ننگا رکھتے ہیں ، جو ان کے فرقہ میں آتا ہے اس کو کہتے ہیں پہلے سب کچھہ دان کردو -

۵ - پانچواں فرقہ گنگایاترہ (گنگا جاتری) - اس عقیدہ کے لوگ تمام ہندوستان میں پھیلے ہیں - ان کے ہاں یہہ ہے کہ جو گناہ بھی انسان کرے گنگا آکر اسنان کرنے سے وہ سب دھل جاتا ہے -

---

(۱) اس لفظ کی اصلیت اور اس فرقہ کا کچھہ حال آگے آئے گا - زیر لفظ "بھکشو" دوسری کتابوں میں بکر نتیہ کی جگہ بیکر جین کا لفظ ہے - بزرگ بن شہریار نے ان کا نام بیکور بتایا ہے (ص ۱۵۵) - بیرونی نے ان کو مہادیو کے پجاری کہا ہے - دیکھو کتاب الہند ص ۵۸ -

۶ - چھٹے راجپوتیه (راجپوت) ھیں ' جن کا دھرم راجاؤں کی مدد ھے - وہ سمجھتے ھیں که راجه کے لئے کام آجانا بھکتی ھے -

۷ - ایک اور فرقه ھے جو اپنے بال بڑھاتا ھے اور ان کو بٹ کر چہروں پر جٹا بنا کر ڈالتا ھے - ھر طرف بال بکھرے ھوتے ھیں ' وہ شراب نہیں پیتے ' ایک پہاڑ پر جاترے کو جاتے ھیں ' عورتوں کو دیکھکر بھاگتے ھیں ' آبادی میں نہیں آتے - (۱)

ابن ندیم کے ھمعصر یا قریب زمانه (سنه ۳۷۵ ھ) کے بیت‌المقدس کے ایک عرب متکلم مطہر (۲) کی کتاب البدء والتاریخ کا بیان زیادہ مفصل ھے -

" ھندوستان میں نو سو فرقے ھیں ' لیکن ان میں صرف ننانوے کا حال معلوم ھے ' اور یہه سب بیالیس مذھب کے اندر ھیں ' اور یہه بھی چار اصول کے اندر محدود ھیں ' اور ان کی اصل موتی تقسیم دو ھے ' سمنی (بودھ) اوربر ھمنی -

---

(۱) کتاب‌الفہرست ابن ندیم ص ۳۴۵ - ۳۴۹ -

(۲) حاجي خلیفه نے اس کتاب کا مصنف ابو زید احمد بن سہل بلخي کو قرار دیا ھے - پیرس اڈیشن کے اڈیٹر نے چند جلدوں پر تو بلخی کا نام لکھا ھے ' پھر گذشته بیان کي تصحیح کر کے مطہر بن طاھر نام لکھا ھے -

سمنی یا تو خدا کے قائل نہیں یا ایسے خدا کے جو بے اختیار ہے - برہمنی مذہب والوں میں تین فرقہ ہیں - ایک توحید اور سزا اور جزا کا قائل ہے، مگر رسالت کا نہیں - دوسرا تناسخ کے اصول پر جزا و سزا کو مانتا ہے، لیکن نہ توحید کا قائل ہے اور نہ رسالت کا" - (۳)

اس کے بعد مصنف نے اہل ہند کی علمی حیثیت کا مختصر بیان کیا ہے، پھر مقدمات میں دعووں کی شہادت کے ان پرانے طریقوں کا ذکر کیا ہے جو پرانے ہندوستان میں جاری تھے، مثلاً گرم لوہے کو چھو لینا وغیرہ - اس کے بعد کہتا ہے :-

"مسلمان ان کے نزدیک ناپاک ہیں، وہ ان کو اور جس چیز کو وہ چھو دیں اس کو نہیں چھوتے، اور گائے ان کے نزدیک ماں کی طرح معزز و محترم ہے، اس کی جان لینے کی سزا ان کے یہاں قتل ہے، اور غیر عورت سے ہم‌بستری

---

(۳) جلد ۴ ص ۹ - ۱۹ (پیرس)، تیسرے فرقہ کا ذکر چھوٹ گیا ہے -

کرنا ، بے بیوی والوں کے لئے ان کے هاں
جائز ہے تاکہ نسل کم نہ ہو (۱) اور
بیوی والا اگر برا کام کرے تو اس کی
سزا قتل ہے، اور جب ان میں سے کوئی
مسلمانوں کے هاتھہ پڑ کر پھر ان کے
یہاں واپس جاتا ہے تو اس کو مارتے
نہیں بلکہ اس کے بدن کے تمام بال
مونڈ کر اس کو پراشچت کرتے ہیں ،
(اور اس کا وہی طریقہ لکھا ہے جو اب
بھی هندوستان میں جاری ہے یعنی
گائے کی چند چیزوں کو ملاکر پلانا) ،
قرابت میں وہ نکاح نہیں کرتے - برھمنوں
کے نزدیک شراب حرام ہے اور ذبیحہ
بھی " -

اس کے بعد هندو دیوتاؤں اور ان کی مختلف پوجا کرنے والوں کی تفصیل دی ہے اور هر دیوتا کی صورت بتائی ہے ، پھر مہادیو ، کالی ، اور مہاکالی ، اور لنگ پوجا وغیرہ کا حال لکھا ہے ؛ اور اُس کے بعد دو نئے فرقوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک کا نام جل بھکتیہ (جل بھگت) ہے جو پانی کی پوجا کرتے ہیں، اور دوسرے کا نام اگنی ہوطریہ (اگنی ہوتری)

(۱) شاید نیوگ کے مسئلہ کا بیان ہو -

بتایا ہے جو آگ کی پوجا کرتے ہیں - رشیوں کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہہ وہ لوگ ہیں جو مراقبہ اور دھیان کر کے اپنے ظاهری حواس کو بےکار کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جس قدر وہ مادیت سے الگ ہوںگے اتنی ہی روحانیت ان میں پیدا ہوگی - یہہ ہمیشہ اپنی آنکھیں بند رکھتے ہیں - اخیر میں جوگیوں کا اور اپنی جان بلدان دینے والوں کا حال لکھا ہے -

برھمنوں کے متعلق لکھا ہے کہ "یہہ گاے پوجتے ہیں، اور گنگا سے پار جانا حرام سمجھتے ہیں، اور کسی دوسرے کو اپنے دھرم میں لینا ان کے یہاں جائز نہیں" - اخیر میں یہہ مصنف کہتا ہے :-

> "قیامت اور رسالت پر ان میں سے جس کا یقین نہیں وہ بھی جزا و سزا کو آواگون اور تناسخ کی صورت میں مانتا ہے، اور بت پرستی کا عذر یہہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالے تو ادراک، علم، اور حس، ہر ایک سے اوپر ہے، اور حواس کي گرفت سے باھر ہے، اسی لئے ایک درمیانی واسطہ کی ضرورت ہے -"

اس کے بعد مذاہب عالم کے مشہور محقق عبدالکریم شہرستانی کا نام آتا ہے، جس کا زمانہ سنہ ۴۶۹ ھ سے سنہ ۵۴۹ ھ تک ہے - اس نے مطہر مقدسي کے

بیان کو زیادہ تفصیل سے نقل کیا ھے، اور ایک نئے فرقہ برگسبگیہ (برکش بھکت) کا ذکر کیا ھے جو درختوں کی پوجا کرتا ھے - (۱)

ابو ریحان بیرونی نے کتاب الھند کے گیارھویں باب میں ھندوون کے تمام مذاھب بیان کئے ھیں، اور اس میں سب دیوتاؤں کی صورتیں اور کیفیتیں لکھی ھیں اور خود بت پرستی یا مورتی پوجا کے فلسفہ پر بحث کی ھے اور لکھا ھے کہ "یہہ مورتی پوجا صرف ھندوستان کے عوام اور جاھلوں کا دھرم ھے، ورنہ پڑھے لکھے ھندو ایسا نہیں سمجھتے" - پھر گیتا کے چند فقرے نقل کئے ھیں جن میں سے ایک یہہ ھے کہ "بہت سے لوگ مجھکو چھوڑ کر دوسروں کو پوجتے ھیں، تو میں ان سے بے پروا ھوں" - پھر کرشن جی کی ایک تقریر نقل کی ھے جس میں ارجن کو خطاب کر کے چاند اور سورج وغیرہ کی پوجا کرنے والوں سے اپنی بیزاری ظاھر کی ھے -

اس کے بعد سات سمندر پار اسپین کے ملک کے رھنے والے ایک عرب مصنف قاضی صاعد (المتوفی سنہ ۴۶۲ ھ (سنہ ۱۰۷۰ع) کا "ایمان بالغیب" ملاحظہ ھو - وہ اپنی کتاب طبقات الامم میں جس میں تمام دنیا کی متمدن قوموں کے علوم کی تاریخ بیان کی ھے، لکھتے ھیں :-

---

(۱) ملل و نحل جلد دوم، اخیر باب -

"ہندو قوم تمام قوموں کے نزدیک ہر زمانہ میں حکمت کی کان اور دانائی اور عقلمندی کا سر چشمہ رہی ہے...... ان کا علم الہی اللہ تعالی کی توحید اور شرک سے پاکی ہے، ان کے مختلف فرقے ہیں، بعض برہمن ہیں، بعض ستارہ پرست ہیں، بعض عالم کے حدوث اور بعض اس کی ازلیت کے قائل ہیں، نبوت و رسالت نہیں مانتے، اور حیوانات کو ذبح کرنا اور ان کو تکلیف دینا برا سمجھتے ہیں، (اس کے بعد مصنف نے اسپین سے ہندوستان کی دوری کا عذر کرکے اس کے زیادہ حالات نہ جاننے پر افسوس کیا ہے، اور ہندوستان سے عربی کے ذریعہ اسپین تک جو علوم و فنون اور مسائل پہنچے ہیں ان کی تفصیل کی ہے۔" (۱)

عرب سیاحوں نے ہندوستان کے جو مذہبی حالات بیان کئے ہیں ان میں زیادہ‌تر ملتان اور سندھ کے بعض بت‌خانوں کی کیفیت ہے، مثلاً یہ کہ ملتان کا مشہور بت لکڑی کا تھا، اس کے جسم پر سرخ کھال لپٹی تھی،

---

(۱) طبقات‌الامم ص ۱۱ - ۱۵ (بیروت) -

س کی دو آنکھوں کی جگہ پر دو لال تھے ، اور سر پر سونے کا تاج تھا (۱) - بیرونی نے بتایا ہے کہ یہہ سورج دیوتا کی مورتی تھی ، اور اسی لئے اس کا نام آدت (سورج) تھا - (۲)

دوسری چیز جس کا ان عرب سیاحوں نے بڑی کراہت کے ساتھہ ذکر کیا ہے وہ ان مندروں کا حال ہے جن میں دیو داسیوں کے رکھنے کا دستور تھا - اس قسم کے مندروں کا ذکر جنوبی ہند کے سیاحوں نے زیادہ کیا ہے ، (۳) مگر مقدسی جو سنہ ۳۷۵ ھ میں ہندوستان آیا تھا اس قسم کے مندر کا سندھہ میں بھی ذکر کرتا ہے (۴) -

تیسری چیز جس کا ان سیاحوں نے بکثرت ذکر کیا ہے وہ اپنی جان بلدان کرنے والوں کا ذکر ہے ، اور ایسا ایسا حال لکھا ہے جس کو سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں - گنگا میں ڈوب کر جان دینا تو معمولی ہے ، ستی ہونے والی عورتوں کا ذکر بھی اس کے مقابلہ میں کم درجہ ہے -

---

(۱) دیکھو احسن التقاسیم مقدسی ص ۴۸۳ و آثارالبلاد قزوینی ص ۸۱ وغیرہ کتب جغرافیہ -

(۲) کتاب الہند ص ۵۶ ، (لندن) -

(۳) سفر نامۂ سلیمان تاجر و ابوزید سیرافی ص ۱۳۰ (پیرس) -

(۴) احسن التقاسیم ص ۴۸۳ -

ابو زید سیرافی کہتا ہے کہ " ان لوگوں کو تناسخ اور آواگون پر اتنا یقین ہے کہ اپنے کو آگ میں زندہ جلا دینا معمولی بات ہے - کوئی جب اپنے کو جلانا چاہتا ہے، تو راجہ سے اجازت لیتا ہے، پھر بازاروں میں پھرتا ہے، دوسری طرف آگ خوب بھڑکائی جاتی ہے، اور جھانجھہ بجائی جاتی ہے، اس کے رشتہ دار، اس کے چاروں طرف جمع رہتے ہیں، پھر پھولوں کا ایک تاج بنا کر جس میں شعلے رہتے ہیں اس کے سرپر رکھتے ہیں، سر کی کھال جلنی شروع ہوتی ہے، اور وہ اسی طرح کھڑا رہتا ہے اور آہستہ آہستہ جل کر چتا میں کود پڑتا ہے " - ایک اور منظر یہہ ہے کہ ایک شخص خنجر سے خود اپنا سینہ آپ چاک کرکے ہاتھہ ڈال کر اپنا دل اندر سے نکال لیتا ہے اور یہہ تمام کام پورے اطمینان کے ساتھہ ادا کرتا ہے - (۱)

سب سے دردناک منظر کا نقشہ ابن الفقیہ نے کھینچا ہے کہ " ملتان کے ایک مندر میں ایک شخص آیا جو اپنے سر اور انگلیوں پر تیل میں بھیگی ہوئی روئی الپیٹے ہوئے تھا، وہاں آکر اس نے ان میں آگ لگا دی، وہ یہہ بتیاں بھی جلتی ہوئی اس کے بدن تک پہنچ گئیں، اور وہ اسی اطمینان اور سنجیدگی کے ساتھہ جل کر خاک ہو گیا " - (۲)

---

(۱) سفرنامہ ابو زید صفحہ ۱۱۵ - ۱۱۸ -

(۲) البلاد قزوینی ص ۸۱ -

برهمن اور سملی ، ابراهیم اور خضر

مطہر مقدسی (سنہ ۳۳۵ ھ) نے تمام ہندو فرقوں کو دو حصوں میں منقسم کیا ھے - ایک کا نام برھمنیہ اور دوسرے کا نام سمنیہ بتایا ھے - لیکن عجیب بات یہہ ھے کہ بعض عرب مصنفوں کو لفظ برھمن کي مشابہت سے اتنا حسن ظن پیدا ہوا کہ انہوں نے یہہ فرض کر لیا کہ برھمن درحقیقت حضرت ابراھیم کے پیرو ھیں - اسی لئے ان کو برھمن کہتے ھیں - لیکن شہرستانی نے اس غلطی کو دور کیا اور بتایا کہ یہہ برھم کی طرف نسبت ھے ، ابراھیم کی طرف نہیں - برھمنوں کا حریف فریق سمنیہ در اصل عربی میں بودھوں کا نام ھے - (اس تحقیق پر آیندہ مفصل بحث آتی ھے -) بدھہ کے متعلق اس کے پیرووں کا جو یہہ عقیدہ ھے کہ وہ وقتاً فوقتاً انسانوں میں اکثر ظاھر ہوا کئے ھیں ، اس سبب سے بعض نیک نیت لوگوں نے یہہ تطبیق دی کہ یہی بدھہ ھیں جن کو مسلمان خضر کہتے ھیں - (۱)

دو قوموں کے درمیان اس وقت تطبیق کی ضرورت پیش آتي ھے جب ان کے درمیان کسي قسم کا سمجھوتہ ور اتحاد پیدا ہوتا ھے - یہہ دونوں مثالیں ان دونوں قوموں کے اسی دور کی یادگار ھیں -

---

(۱) دیکھو ملل و نحل شہرستاني -

پیغمبر اسلام کا ایک ادب شناس ہندو راجہ

سنہ ۱۴۷ ھ میں جب منصور عباسی کے زمانہ میں حوصلہ مند سادات علوی نے حکومت کے قیام کا ارادہ کیا تو سندھ میں بھی اس کا سامان ہوا، مگر پانسہ الٹ گیا اور علویوں کو کامیابی نہ ہوئی اس وقت ان کو ایک جائے پناہ کی تلاش ہوئی، ہند کا مسلمان والی جو سادات کا ہمدرد تھا اس نے ان سے کہا آپ لوگ گھبرائیں نہیں، یہاں ایک راجہ ہے جو رسول اللہ صلعم کی بڑی عزت کرتا ہے، آپ لوگ اس کے ہاں چلے جائیں، چنانچہ وہ چلے گئے - راجہ نے بڑے تزک و احتشام سے ان کا استقبال کیا اور وہ بڑے آرام سے وہاں رہنے لگے - (۱)

سمنیہ

ابھی اوپر کی سطروں میں سمنیہ فرقہ کا ذکر ہوا ہے اور کہا گیا ہے کہ عربوں میں یہہ بودھہ مت والوں کا نام تھا - میں اس تحقیق کے نتیجہ اور اس کے دلائل تک ایک مدت کے جمع معلومات کے بعد پہنچا ہوں -

سب سے پہلے اس فرقہ کا نام عبدالقادر بغدادی جس نے سنہ ۴۲۹ ھ (سنہ ۱۰۳۷ ع) میں وفات پائی ہے اس کی کتاب الفرق بین الفرق میں اس تقریب سے نظر آیا

---

(۱) کامل ابن اثیر واقعات سنہ ۱۴۷ ھ -

کہ اسلام کے عقل پرست فرقہ معتزلہ کے ایک بڑے امام نظام پر اس نے یہہ غلط الزام لگایا ھے کہ اس نے نبوت کے انکار کا مسئلہ برھمنوں سے اور یہہ مسئلہ کہ حق و باطل میں تمیز محال ھے، کیونکہ ھر طرف دلیلیں قوی اور پرزور ھوتی ھیں، اس نے "سمنیہ" سے سیکھا، پھر مرتضیٰ زیدي کی کتاب المعتزلہ میں پڑھا کہ "ھارون الرشید کو ھندوستان کے سمنیہ نے اسلام پر یہہ اعتراض کہلا بھیجا" - اس فقرہ نے یہہ توجہ دلائی کہ اس فرقہ کا تعلق ھندوستان سے ھے - اس کے بعد سندھہ کے حالات کی تحقیق میں سمنیہ کا نام باربار ملا، اور الیٹ صاحب کو دیکھا کہ پروفیسر مولر وغیرہ کے حوالہ سے کہتے ھیں کہ ان سے مراد "بودھہ مت والے" اور اس لفظ کی سنسکرت اصل "سرمن" ھے جس کے معنی ایک مذھبی فقیر کے ھیں - الیٹ صاحب یہہ بھی کہتے ھیں کہ یونانی سیاحوں اور مؤرخوں نے بھی ان کو سرامینس، سرمینیا، اور سیمونی کے الفاظ سے یاد کیا ھے (۱) - الیٹ صاحب کے اس بیان سے تھوڑا پتہ آگے چلا، مگر اس کے بعد ابن ندیم کی کتاب الفہرست نے اس معمے کو بالکل حل کر دیا اور اس سے مجکو پوری تشفی ھو گئی اور یہہ بھی معلوم ھو گیا کہ یونانیوں میں یہہ نام کیوں کر آیا -

---

(۱) انڈیا، الیٹ ج ۱ ص ۵۰۶ -

سمنیہ کی تحقیق

حمزہ اصفہانی جس نے اپنی کتاب تاریخ ملوک الارض (زمین کے بادشاہوں کی تاریخ) سنہ ۳۵۰ ھ میں تقریباً لکھی ہے اور جو ایران اور خراسان کی تاریخ کی سند ہے، وہ اپنی کتاب کے مقدمہ میں (۱) لکھتا ہے :-

"دنیا میں پہلے صرف دو ہی فرقے تھے، ایک "سمنیین" اور دوسرے کلدانیین (کالدیا والے) - سمنیین پورب کے ملکوں میں تھے، اور ان کے کچھہ باقی افراد اب بھی ہندوستان کے گوشوں میں اور چین میں ہیں اور خراسان والے ان کو "شمنان" جمع کی حالت میں اور شمن واحد کی حالت میں کہتے ہیں" -

اس سے یہہ معلوم ہو گیا کہ عربوں نے بودھوں کا یہہ نام خراسانیوں سے سنا اور وہی ان میں رائج ہوا - اصفہانی کے بیان کے ساتھہ ابن ندیم (سنہ ۳۷۵ ھ) کا یہہ پرمعلومات بیان ملاؤ -

"میں نے ایک خراسانی کے ہاتھہ کی تحریر پڑھی جس نے خراسان کی پرانی اور پھر نئے زمانہ میں جو اس کی

---

(۱) تاریخ ملوک الارض ص ۷، مطبوعہ کاویانی (برلن) -

> کیفیت ہے ، اس کے حالات لکھے تھے -
> یہہ رسالہ دستور کی طرح تھا ، اس میں
> لکھا تھا کہ سمنیہ کے پیغمبر کا نام
> بوذاسف تھا ، اور پرانے زمانہ میں اور
> اسلام سے پہلے ماوراءالنہر (تریکز او کیشینا)
> کے لوگ اسي مذہب کے پیرو تھے ، اور
> سمنیہ کا لفظ سمنہ کی طرف نسبت ہے -
> یہہ لوگ تمام زمین والوں اور تمام دوسرے
> مذہب والوں سے زیادہ سخی ہوتے ہیں -
> اور یہہ اس وجہ سے کہ ان کے پیغمبر
> بوذاسف نے ان کو یہہ بتایا ہے کہ سب
> سے بڑا گناہ جو ناجائز ہے ، اور جس کا
> انسان کو کبھی نہ اعتقاد رکھنا چاہئے ،
> اور نہ عمل کرنا چاہئے ، یہہ ہے کہ کوئی
> اپني زبان سے " نہیں " نکالے - تو ان کا
> اسی نصیحت پر عمل ہے ، اور نہیں کہنا
> ان کے نزدیک شیطان کا کام ہے ، اور ان کا
> مذہب شیطان کو دور کرنا ہے - (۱)

یہہ حرف بودھہ مت کی تصویر ہے ، اور گذر چکا ہے کہ بوذاسف کی اصل " بودھی ستو " ہے ، اور یہہ بھی معلوم ہے کہ اسلام سے پہلے ایشیاے وسطی کا

---

(۱) الفہرست ابن ندیم ص ۳۴۵ -

مذہب بودھ ہی تھا اس بیان کے بعد اس میں کوئی شبہہ نہیں رہ جاتا کہ سمنیہ اور بودھ ایک چیز ہیں -

سمنیہ کے اصول

عبدالقادر بغدادی سنہ ۴۲۹ھ (سنہ ۱۰۳۷ ع) نے سمنیہ کے ایک اصول کا ضمناً تذکرہ کیا ہے، جس کو عربی اصطلاح میں " تکا فئو ادلہ " کہتے ہیں جو ایک طرح سے لا ادری یہ (اگناسٹک) فرقہ کے اصول کے قریب قریب ہے اور اس کے معنی یہہ ہیں کہ دنیا میں حق اور باطل اس طرح ملے ہوئے ہیں کہ ہر شے کے نفیاً یا اثباتاً ہاں اور نہیں دو رخ ہو سکتے ہیں، اور دونوں میں سے کسی کو نہ غلط کہہ سکتے ہیں اور نہ صحیح کہہ سکتے ہیں - اس میں شک نہیں کہ یہہ اصول بدھہ کی بعض تعلیمات میں ہیں، لیکن یہہ اصول سب سے زیادہ جینیوں کے ہاں نمایاں ہیں -

بودھہ کا دوسرا اصول جس پر اس کے مت کی بنا ہے وہ دنیا یا زندگی کے دکھہ، برائي یا مصیبت سے چھٹکارا ہے - اسی برائی دکھہ اور مصیبت کو ابن ندیم نے شیطان کے لفظ سے تعبیر کیا ہے جو بدیوں کا مرکز ہے، اور یہہ کہا ہے کہ " سمنیہ کا مذہب شیطان کو دور کرنا ہے " یعنی بدیوں اور دکھوں سے نجات پانا ہے -

شہرستانی نے جو پانچویں صدی ہجری کے اخیر (گیارھویں صدی عیسوی) میں تھا، سمنیہ کے بجاے بد کا لفظ استعمال کیا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اس مذہب سے پوری واقفیت تھی - وہ کہتا ہے کہ "بد (بدھہ) سے مراد وہ وجود ہے، جس کا ظہور نہ تو پیدایش سے ہوتا ہے اور نہ وہ بیاہ شادی رچاتا ہے، نہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے، نہ بوڑھا ہوتا ہے، اور نہ مرتا ہے - یہہ گویا نروان کے بعد درجہ کا ذکر ہے - اس کے بعد اس نے گوتم بدھہ کی تعلیمات کا ذکر کیا ہے کہ وہ دس گناہوں سے بچے، اور دس اخلاقی فرائض کو ادا کرے - ان میں سے ہر ایک کو بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ مجھے جہاں تک ان کے اصول کا علم ہے ان میں عالم کی ازلیت اور تناسخ کے قاعدے سے جزا و سزا بھگتنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے - (۱)

مطہر بن طاہر نے کسی عربی جغرافیہ کی کتاب المسالک سے (ابن خردازبہ والی نہیں، مگر جس کی تصنیف کی تاریخ یقیناً تیسری صدی کا آخر یا چوتھی صدی کا شروع ہوگا) اور ابن ندیم نے کندی کے علاوہ کسی اور کی تحریر سے یہ بالکل صحیح نقل کیا ہے کہ "سمنیہ میں دو فرقے ہیں، ایک وہ جو یہہ یقین کرتا ہے کہ بدھہ

---

(۱) ملل و نحل شہرستانی، مذاہب ہند -

خدا کا پیغمبر تھا ، اور دوسرے کا اعتقاد ھے کہ بدھہ خود خدا تھا جو اس اوتار میں دنیا میں ظاھر ھوا ،، (۱) - یہہ تعبیر حقیقت میں اس اختلاف کی ھے کہ بودھہ مت میں خدا کا وجود ھے یا نہیں ؟ اس مت کا ایک فرقہ خدا کے نام سے کسی وجود کا قائل نہیں اور دوسرا قائل ھے ، اور حقیقت یہہ ھے کہ خود بدھہ نے اس مسئلہ کو بالکل گنجلک رکھا ھے - محمد خوارزمی چوتھی صدی ھجری کے اخیر میں کہتا ھے کہ ،، سمنیہ بت پرست ھیں ، اور قدم عالم ، تناسخ کے ، اور اس کے قائل ھیں کہ زمین ھمیشہ نیچے کو جا رھی ھے - ان کے پیغمبر کا نام بوذاسف ھے جو ھندوستان میں پیدا ھوا ، اور یہہ لوگ ھندوستان اور چین میں ھیں - کلدانی بھی اپنے کو اس کی طرف منسوب کرتے ھیں ،، - (۲)

مشہور متبحر عرب مؤرخ اور سیاح مسعودی (سنہ ۳۳۳ ھ) چین کے حال میں لکھتا ھے :-

،، ان کا مذھب پہلے لوگوں کا مذھب ھے ، اور یہہ ایک فرقہ ھے جس کا نام سمنیہ ھے ، جن کی پوجا کا طریقہ وھی ھے جو اسلام سے پہلے قریش کا تھا - بتوں کو پوجتے ھیں ، اور دعاؤں میں

(۱) ابن ندیم ص ۳۴۷ و کتاب البدء والتاریخ جلد ۴ ص ۱۹ -

(۲) مفاتیح العلوم خوارزمی ، ص ۳٦ ، (لیڈن) -

ان کی طرف منهه کرتے هیں - ان میں
جو سمجهدار هیں وہ یهہ سمجهتے
هیں کہ اس مورت کی حیثیت محض
قبلہ کي هے ، اور اصل نماز خدا کی
هے ، اور جو نادان هیں وہ ان بتوں کو
خدا کا درجہ دیتے هیں اور اُن کو
پوجتے هیں " - (۱)

بدهہ کی صورت

دنیا کے تمام رهنماؤں میں غالباً بدهہ هي کي ایسی ذات هے جس کی شکل و صورت اس کے مجسمہ اور مورتی کی بدولت هزاروں سال گذر جانے کے باوجود دنیا کے سامنے هے ، اور عجائب‌خانوں کے ذریعہ سے تو اب دنیا کے گوشہ گوشہ میں موجود هے - اهل عرب بهی بدهہ کی اس شکل و صورت سے واقف تهے - ابن ندیم نے ان لفظوں میں اس کي تصویر کهینچی هے (۲) : -

" ایک شخص ایک تخت پر بیٹها ،
چهرہ پر بال نہیں ، تهڈي نیچے جهکی
کسی قدر مسکراهٹ ، انگلیاں بند اور
کچهہ کهلی " -

---

(۱) تاریخ مسعودي (مروج‌الذهب) جلد اول ص ۲۹۸ (لیڈن) -
(۲) ابن ندیم ص ۳۴۷ -

بدھہ کی ایک مورتي بغداد بھی گئي تھی - ابن ندیم نے اس کو دیکھا تھا اور اس پر ایک کتبہ بھی تھا - (۱)

بودھہ مت کی وسعت

اہل عرب کو یہہ اچھی طرح معلوم تھا کہ بودھہ مت کن کن ملکوں میں پھیلا تھا - ابھی ابن ندیم کا بیان گذر چکا ہے کہ خراسان اور ماوراءالنہر یعنی ایشیاے وسطی کا مذہب اسلام سے پہلے بودھہ تھا ، اسی طرح انھیں یہہ بھی معلوم تھا کہ چین میں بھی یہي مذہب ہے ، اور وہ ہندوستان سے گیا ہے - اکثر عرب سیاحوں نے اس کا ذکر کیا ہے - سب سے پہلا عرب سیاح جس کا سفرنامہ ہمارے پاس ہے ، یعنی سلیمان تاجر سنہ ۲۳۷ ھ (سنہ ۸۳۷ ع) وہ اپنے سفرنامہ میں کہتا ہے :-

> "چین کے مذہب کي اصل ہندوستان سے ہے ، اور وہ کہتے ہیں کہ یہہ بدھہ کی مورتیاں ہندوستان ہی نے ہمارے لئے بنائی ہیں - ان دونوں ملکوں کے لوگ آواگون (تناسخ) کے مسئلہ میں ایک ہیں ، اور دوسري معمولی باتوں میں ان میں اختلاف ہے" - (۲)

---

(۱) ابن ندیم ص ۱۹ -

(۲) سفرنامہ سلیمان تاجر مطبوعۂ پیرس سنہ ۱۸۱۱ع صفحہ ۵۷ -

اسی طرح جنوبی هندوستان اور جزائر میں وہ اس مذهب کے اثرات پاتے تھے -

بھکشو

چنانچہ ابو زید سیرافي، جس نے تیسری صدی کے آخر میں جنوبي هندوستان، جزائر، اور چین کا حال لکھا ھے، وہ بودھہ فقیروں کا ذکر کرتا ھے، اور ان کا نام بیکرجي لکھتا ھے، جو شاید بھکشو کي خرابی ھے، کیونکہ لفظ کی صورت کے علاوہ معنی کی صورت بھی انھیں پر پوري اترتی ھے - سیرافی کہتا ھے :-

> "هندوستان میں ایک گروہ ھے جس کا نام "بیکر جیین" ھے - یہہ ننگے ہوتے ھیں، ان کے بالوں کی لٹیں اتنی بڑی ہوتی ھیں کہ وہ پھیل کر ستر چھپا لیتي ھیں، ان کے ناخن بہت بڑے ہوتے ھیں، وہ ان کو کتاتے نہیں چاھے ٹوٹ جائیں، یہہ ھمیشہ شہر بہ شہر پھرا کرتے ھیں، ان میں سے ھر ایک کی گردن میں آدمي کی ایک کھوپڑی تاگے میں بندھی ہوئی پڑی رھتی ھے، جب ان کو زیادہ بھوک لگتی ھے تو وہ کسی کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ھیں، مکان والا جلدی سے پکے ہوئے چاول لے کر خوش آتا

ھے اور ان کو پیش کرتا ھے - وہ اسی
کھوپڑی میں لے کر ان کو کھا لیتے ھیں -
جب ان کا پیٹ بھر جاتا ھے تو شہر
سے واپس چلے جاتے ھیں ، پھر صرف
بھوک کے وقت وہ نکلتے ھیں - (۱)

بزرگ بن شہر یار نا خدا نے سنہ ۳۰۰ ھ میں سراندیپ سے گذرتے ہوئے اس قسم کے فقیروں کو دیکھا تھا - اس نے بھی ان کی یہی تصویر کھینچی ھے اور ان کا نام بیکور بتایا ھے اور لکھا ھے کہ یہہ گرمی میں بالکل ننگے رھتے ھیں اور صرف چار انگل کی لنگوٹی باندھتے ھیں اور جاڑوں میں چٹائی اوڑھتے ھیں ، اور مختلف رنگ کے ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک کپڑا سی لیتے ھیں ، اسی کو پہنتے ھیں ، بدن پر مردوں کی جلی ہوئی ھڈی کی راکھہ ملتے ھیں ، اور گلے میں انسان کی کھوپڑی لٹکاتے ھیں ، اور عبرت اور خاکساری کے لئے اسی میں کھاتے ھیں (۲) -

لیکن بیرونی نے اس قسم کے فقیروں کو مہادیو کے پجاری کہا ھے ، ان کی صورت بھی ان سے ملتی جلتی

---

(۱) سفرنامہ ابوزید سیرافی ص ۱۲۷ و ۱۲۸ -
(۲) عجائب الھند بزرگ بن شہریار صفحہ ۱۵۵ (لیڈن) -

تھی ' وہ بھی گلے میں رنگ مالا ڈال کر جنگل جنگل پھرتے تھے - (۱)

جوگی

جوگیوں اور تارک الدنیا فقیروں کے حالات بھی ان کتابوں میں لکھے ھیں ' مگر ان میں سب سے زیادہ عجیب وہ واقعہ ھے جس کو سلیمان تاجر نے نویں صدی عیسوی کے بیچ میں اپنے مشاھدہ سے لکھا ھے - کہتا ھے :-

" ھندوستان میں ایسے لوگ ھیں جو ھمیشہ پہاڑوں اور جنگلوں میں پھرا کرتے ھیں ' اور لوگوں سے بہت کم ملتے ھیں ' بھوک لگتی ھے تو گھانس پات یا جنگل کے پھل کھا لیتے ھیں ...... ان میں بعض ننگ دھڑنگ ھوتے ھیں ' چیتے کی کھال کا کوئی ٹکڑا البتہ ان پر پڑا رھتا ھے - میں نے اسی طرح ایک شخص کو دھوپ میں بیٹھا دیکھا - ۱۶ برس کے بعد جب پھر میرا ادھر سے گذر ھوا تو میں نے اس کو اسی طرح اور اسی حال میں پایا ' مجھے تعجب ھوتا تھا کہ دھوپ

---

(۱) کتاب الہند ص ۵۸ -

کی تمازت سے اس کی آنکھہ کیوں نہ
بہہ گئی "- (۱)

سمنیہ اور اسلام

سمنیہ کے ساتھہ مسلمانوں کے تعلقات خراسان، ترکستان اور افغانستان سے شروع ہوتے ھیں، اور رفتہ رفتہ وہ ھندوستان تک بڑھتے چلے آتے ھیں - چنانچہ بلخ کے نووھار (نوبہار) کے متولي برمکیوں سے لے کر ان ملکوں کے معمولي بودھوں نے بھي اسلام قبول کرنے میں کچھہ زیادہ پس و پیش نہیں کیا - یہی صورت ھم کو سندھہ میں نظر آتی ھے - پہلي صدی ھجری (ساتویں صدی عیسوی) کے خاتمہ پر یعنی سندھہ کی فتح کی چند ھی سال کے بعد جب بنو امیہ کے دیندار اور برگزیدہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے سندھہ کے لوگوں کو اسلام کا دعوت نامہ بھیجا تو بہت سے راجاؤں نے اسلام قبول کر لیا - (۲)

اسي طرح ملیبار، مالدیپ، اور بعض دوسرے جزیروں میں بھی ھم کو اسی قسم کے حالات ملتے ھیں - ھم نے اس قسم کے واقعات اپنے ایک سلسلہ مضمون میں جس کا عنوان "ھندوستان میں اسلام" ھے مفصل بیان کئے ھیں، اس لئے یہاں ان کے دھرانے کی حاجت نہیں -

---

(۱) سفرنامہ سلیمان تاجر ص ۵۰، ۵۱ -

(۲) فتوح البلدان بلاذري، فتح سندھہ -

سمنیہ اور " حصریہ "

کہیں اوپر ایک واقعہ یہہ گذرا ہے کہ مشہور فلاسفر اور متکلم نظام معتزلی ، جو دوسری صدی ہجری کے آخر (آٹھویں صدی عیسوی) میں تھا اور خلیفہ مامون الرشید کا استاد تھا ، اس پر اس کے دشمنوں نے جو غلط الزام لگائے تھے ، ان میں ایک یہہ تھا کہ اس نے جوانی میں مجوسیوں اور سمنیوں کی صحبت اُتھائی تھی ، اور " تکافؤ ادلہ " کا مسئلہ اس نے سمنیوں سے سیکھا تھا ، اور فلاں مسئلہ فلاں سے فلاں مسئلہ فلاں سے اس کی فہرست دی گئی ہے - بہر حال یہ عبارت کتابوں میں یکساں درج ہے - لیکن صرف ایک لفظ میں ہر جگہہ نئی تحریف ہے ، سب سے قدیم کتاب جس میں یہ عبارت مجکو ملی ہے ، اور وہ عبدالقادر بغدادی (المتوفی سنہ ۴۲۹ ھ سنہ ۱۰۳۷ ع) کی کتاب الفرق بین الفرق ہے - اس کتاب میں یہ لفظ " سمتیہ " (سمنیہ) لکھا ہے لیکن ایک اور مستند محدث و مؤرخ سمعانی المتوفی سنہ ۵۶۲ ھ نے اس پوری عبارت کو نقل کیا ہے مگر " سمنیہ " کی جگہہ پر " حصریہ " لکھا ہے ، جیسا کہ ان کی کتاب الانساب کے اس قدیم نسخہ میں ہے ، جس کو گب میموریل لندن نے سنہ ۱۹۱۲ ع میں زنکوگراف کے ذریعہ سے بعینہ چھاپا ہے - " حصریہ " نام کسی فرقہ کا وجود نہیں معلوم ، غالباً اسی لئے کسی نے اس کو " دھریہ " کردیا ہے جیسا کہ مولنا شبلی کی علم الکلام کی منقولہ عبارت میں

ھے - مگر یہ صریحی تحریف ھے - اس لفظ سمنیہ اور حصریہ کے اختلاف پر میں دیر تک غور کرتا رھا ، اور آخر بحمداللہ ایک نتیجہ پر پہنچ کر مجھے بالکل اطمینان ھو گیا - حقیقت میں سمعانی کے نسخہ میں "حصریہ" نہیں بلکہ ح اور ص سے دو نقطے کاتبوں نے اُڑا دئے ھیں - یہ لفظ "خضریہ" ھے - اس نتیجہ تک پہنچنے میں جس درمیانی واسطہ نے مدد دی وہ امام سمعانی کے ھمعصر فلسفی و محدث شہرستانی کا یہ خیال تھا کہ "بدھ کی جو کیفیت بیان کی جاتی ھے ، اگر وہ سچ ھے تو وہ اس خضر سے ملتا جلتا ھے جس کے وجود کا دعویٰ مسلمان منجم اور مسمرائزر کیا کرتے ھیں" (۱) - اس سے معلوم ھوا کہ بدھ کو "خضر" فرض کرکے بودھ مت کے پیرووں کا نام لوگوں نے "خضریہ" رکھ لیا تھا ، اور سمعانی نے نظام کے حال میں اسی فرقہ کا نام "خضریہ" لکھ دیا - اس بنا پر بغدادی کا "سمنیہ" اور سمعانی کا خضریہ کہنا ایک ھے -

محمرہ

بودھوں کا ایک تیسرا نام عربی کتابوں میں محمرہ بھی ھے ، یعنی "سرخ کپڑے پہننے والے" (۲) جس سے مقصود

---

(۱) مللونحل شہرستانی جلد ۳ ص ۲۴۲ بر حاشیہ ملل و نحل ابن حزم -

(۲) کتاب الھند بیرونی ص ۱۹۱ -

شاید گروا رنگ ہو یا زعفرانی - یہ رنگ ان کے مذہبی پیشواؤں کی پہچان تھی -

بدھ اور بت

اس موقع پر ایک اور لفظ کی طرف اشارہ کرنا ہے، اور وہ لفظ بت ہے، جس سے بت پرست اور بت خانہ بنے ہیں - اس کو عام طور سے ایک فارسی لفظ سمجھا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں یہ لفظ "بدھ" سے "بد" اور "بد" سے "بت" بنا ہے - چونکہ بدھ کی مورتی کی پوجا ہوتی تھی اس لئے "بد" کے معنی ہی فارسی میں بت ہو گئے - اسی لئے عربی میں اس بت کو "بد" کہتے ہیں اور اس کی جمع "بدوہ" آتی ہے - (۱)

سسلی کا بت ہندوستان میں

عربوں کو یہہ اچھی طرح معلوم تھا کہ بتوں اور مجسموں کے گاھک زیادہ تر ہندوستان کے لوگ ہیں، اسی لئے یہہ بات تعجب سے سنی جائےگی کہ امیر معاویہ نے (سنہ ۴۶ ھ میں) جب سسلی (اٹلی) پر حملہ کیا تو وہاں سے ان کو سونے کے اسٹیچو اور مجسمے ہاتھہ آئے، انہوں نے چاہا کہ نفس سونے کی مالیت کے

(۱) دیکھو فہرست ابن ندیم ص ۳۴۷ و سفرنامۂ سلیمان ص ۵۵ و ۵۷ و کتاب البدءوالتاریخ ص ۱۹ و ملل و نحل شہرستانی ص ۲۴۰ -

علاوہ ان مجسموں اور استیچوؤں کی ساخت اور صنعت کی قیمت بھی وصول ہو - چنانچہ انھوں نے ہندوستان بھیج کر ان کو فروخت کرنا چاہا - بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ مسلمانوں نے اس تجویز سے اختلاف کیا اور اس پر عمل نہ ہوا ' (۱) لیکن بیرونی کا بیان ہے کہ وہ یہاں لائے گئے اور بیچے گئے (۲) - غالباً بیرونی کے اس بیان کا ماخذ واقدی کی روایت ہو جس کو بلاذری نے (۳) بھی فتوح البلدان میں نقل کیا ہے -

عرب و ہند کے یہ مذہبی تعلقات بہر حال رنگ لائے ' اور ایک دوسرے سے متاثر ہونے کا موقع بہم پہنچا ' اور اتنا تو ضرور ہوا کہ دونوں کو ایک دوسرے کے مذہب سے کچھہ نہ کچھہ واقفیت ہوئی - میرا نظریہ یہہ ہے کہ اس زمانہ کے ہندوستان کا غالب مذہب بودھہ تھا ' اور وہی عربوں کے مذہب سے زیادہ متاثر ہوئے - یہ اثر سب سے پہلے ان راستوں میں نظر آتا ہے جو عربوں کے تجارتی گذرگاہ تھے ' یعنی کارومنڈل (معبر) ملیبار اور کولم سے لے کر کچھہ اور گجرات تک اور ادھر سندھہ سے لے کر کشمیر تک -

---

(۱) اماري سسلي ' بحوالۂ نہایۃالارب ص ۴۲۶ -

(۲) کتاب الہند بیروني ص ۶۰ -

(۳) فتوح البلدان بلاذري ص ۲۳۵ ' (لیڈن) -

اور جنوبی ہندوستان اور ہندوستان کے جنوبی جزیروں سے عربوں کے تعلقات سب سے زیادہ رہے اور اس کا سبب تجارت کے علاوہ سرانديپ کے ایک روایتی نقش قدم کی زیارت کی کشش بھی تھی -

عرب و ہند کا ایک متحدہ مقدس مقام

مشہور ہے کہ سرانديپ ، سیلون یا لنکا جو کہو ، اس کے ایک پہاڑ کی چٹان پر پاؤں کا ایک نشان ہے ، خدا جانے کب سے اس پاؤں کا نشان لوگوں کی عقیدتوں کا مرکز ہے ، مگر سب سے عجیب بات یہہ ہے کہ ایہہ نقش قدم مسلمان عربوں ، بودھوں ، اور عام ہندؤوں ، تینوں کی دلی عقیدتوں کا متحدہ مرکز تھا اور یہہ وہ چیز ہے جس کی دوسری مثال مذہب کی دنیا میں پیش نہیں کی جا سکتی - مسلمان اس کو حضرت آدم کا نقش قدم سمجھتے ہیں اور اس کی عزت کرتے ہیں ، بودھہ اُس کو شاکیہ مونی کے قدم کا نشان اور ہندو شیو کے پاؤں کا نشان سمجھتے ہیں اور اس کی تعظیم بجا لاتے ہیں - دور دور سے لوگ اُس کے جاترے کو جاتے ہیں - مسلمان عرب سیاحوں اور عراق کے درویشوں میں اس کی زیارت کا بڑا شوق تھا - تقریباً بحری سفر کے ہر عرب سیاح نے اس کا ذکر کیا ہے اور اس کی زیارت کا شوق اس کو وہاں کھینچ لایا ہے ، اور آخر یہی چیز اس جزیرہ میں مسلمان درویشوں کی بکثرت آمد و رفت کا ذریعہ بن گئی

اور ان کی اس آمد و رفت کی، کثرت کے سبب سے اسلام کے قدم وہاں جم گئے - ابن بطوطہ کے زمانہ میں یہاں کا راجہ ہندو تھا مگر نقش آدم کے پہاڑ کے پاس خواجہ خضر کا غار بھی دکھائی دیتا تھا - کہیں بابا طاہر کا غار ملتا تھا - چیلاؤ (سالایم) میں ہاتھی بکثرت تھے، مگر ایک شیرازی بزرگ شیخ عبداللہ خفیف (المتوفی سنہ ۳۳۱ ھ) کی دعا کی برکت سے یہہ کسی کو نہیں ستاتے - اسی لئے اس وقت سے جب سے ان بزرگ کی یہہ کرامت ظاہر ہوئی وہاں کے بت پرست بھی مسلمانوں کا ادب کرتے ہیں - ان کو اپنے گھروں میں ٹھہراتے ہیں اور اپنے بال بچوں میں ان کو رہنے دیتے ہیں اور وہ اب تک (ابن بطوطہ کے زمانہ تک) شیخ عبداللہ خفیف کے نام کا ادب کرتے ہیں -

ہندوستان میں اسلام

بہر حال ان مختلف تجارتی، معاشرتی اور سیاسی تعلقات کا یہہ نتیجہ ہوا کہ سندھہ، گجرات، کارو منڈل، ملیبار، مالدیپ، سراندیپ اور جاوہ میں اسلام نے اپنے قدم آہستہ آہستہ بڑھانے شروع کئے - ان جزیروں میں ایک طرف ہندؤں اور دوسری طرف چینیوں کے اثر سے بودھہ مت پھیلا ہوا تھا مگر صدی بصدی کے جغرافیوں اور سفرناموں کی کتابوں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی بھڑائی کے بغیر پورے امن اور چین کے ساتھہ

اسلام کے اثرات یہاں بڑھتے جاتے ہیں اور دونوں قوموں کے لئے ایک دوسرے سے واقفیت کا موقع بہم پہنچتا جاتا ہے - اس دور کے چند متفرق واقعات پر اس بیان کا خاتمہ ہے -

پنجاب یا سرحد کے ایک راجہ کا اسلام

بلاذری جو تیسری صدی ہجری (نویں صدی عیسوی) کے اخیر کا مؤرخ ہے بیان کرتا ہے کہ کشمیر، کابل اور ملتان کے بیچ میں ایک شہر عسیفان (اسیوان) (۱) نام تھا، راجہ کا ایک لاڈلا بیٹا بہت سخت بیمار ہوا، راجہ نے مندر کے پجاریوں کو بلا کر کہا کہ اس کی سلامتی کی دعا مانگی جائے، پجاریوں نے دوسرے دن آکر کہا کہ دعا مانگی گئی اور دیوتاؤں نے اُس کے جیتے رہنے دئے جانے کا وعدہ کر لیا ہے - اتفاق یہہ کہ وہ لڑکا اس کے تھوڑی ہی دیر کے بعد مر گیا - راجہ کو بڑا سخت صدمہ ہوا، اسی وقت جاکر مندر ڈھا دیا، پجاریوں کی گردنیں مار دیں، پھر شہر میں جو مسلمان سوداگر تھے ان کو بلواکر ان کے مذہب کا حال دریافت کیا - انھوں نے اسلام کے عقائد بیان کئے، راجہ مسلمان

---

(۱) امیر خسرو نے خزائن الفتوح میں سیوان نام ایک قلعہ کا جو دھلی سے سو فرسنگ کی مسافت پر تھا اور سنہ ۷۰۸ میں سیتل چند اس کا راجہ تھا ذکر کیا ھے -

ہو گیا (۱) - بلاذری کہتا ہے کہ "یہہ واقعہ خلیفہ معتصم باللہ کے زمانہ میں پیش آیا" - معتصم باللہ کا زمانہ سنہ ۲۱۸ ھ سے سنہ ۲۲۷ ھ تک ہے -

عربوں اور ہندوؤں میں مذہبی مناظرہ

یہہ تعلقات اس حد تک بڑھہ چکے تھے کہ عرب مسلمانوں اور ہندوؤں میں بلکہ بودھوں میں دوستانہ مذہبی مناظرے ہوتے تھے - معتصم کے باپ ہارون الرشید (دوسری صدی ہجری کا اخیر) کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ہندوستان کے کسی راجہ نے ہاروں رشید کو کہلا بھیجا کہ "آپ اپنے مذہب کے کسی عالم کو میرے پاس بھیج دیجئے، جو مجھکو اسلام سے آگاہ کرے اور میرے سامنے میرے ایک پنڈت سے بحث کرے" - دوسری روایت یہہ ہے کہ سندھہ کے کسی راجہ کے یہاں ایک بودھہ مذہب کا فاضل پنڈت تھا، اس نے راجہ کو آمادہ کیا تھا اور اس نے کہلا بھیجا تھا کہ مجھہ سے یہہ کہا گیا ہے کہ "تلوار کے سوا آپ کے پاس آپ کے مذہب کی سچائی کی کوئی دلیل نہیں ہے - اگر آپ کو اپنے دھرم کی سچائی کا یقین ہو تو اپنے ہاں کے کسی عالم کو بھیجئے جو میرے ایک پنڈت سے آکر بحث کرے - خلیفہ نے ایک مقدس محدث عالم کو اس کام کے لئے

---

(۱) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۶ -

بھیج دیا ، پنڈت نے جب عقلی اعتراضات شروع کئے تو ملا نے جواب میں حدیثیں پیش کرنی شروع کیں پنڈت نے کہا یہہ تو ان کے لئے سند ہیں جو تمہارے مذہب کو مانتے ہوں ایک روایت میں ہے کہ پنڈت نے پوچھا کہ تمہارا خدا اگر ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے تو کیا اپنی جیسی کسی ہستی کے بنانے پر بھی اس کو قدرت ہے ؟ ان بھولے بھالے عالم صاحب نے کہا اس قسم کی باتوں کا جواب دینا ہمارا کام نہیں ہے - یہہ علم کلام والوں کا کام ہے - راجہ نے ان عالم صاحب کو واپس کیا اور ہاروں رشید کو کہلا بھیجا کہ پہلے تو بزرگوں کے کہنے سے مجھے معلوم ہوا اور اب اپنی آنکھوں سے دیکھہ کر یقین ہو گیا کہ آپ کے پاس آپ کے مذہب کی سچائی کی کوئی دلیل نہیں - خلیفہ نے کلام والوں کو بلواکر یہہ مسئلہ ان کے سامنے پیش کیا اس جماعت کے ایک کمسن بچہ نے اٹھہ کر کہا " امیرالمؤمنین ! یہہ اعتراض لغو ہے ، اللہ تو وہ ہے جس کو نہ کسی نے بنایا ، نہ پیدا کیا ، وہ مخلوق نہو - اب اگر وہ اپنے ہی جیسے کسی دوسرے کو پیدا کرے گا تو وہ اس جیسا تو ہو نہیں سکتا ، کہ وہ بہر حال اس کا مخلوق ہی ہوگا - پھر یہہ کہ بعینہ خدا کی طرح کسی دوسری ہستی کا ہو سکنا خدا کی توہین ہے اور خدا اپنی توہین و تحقیر پر جو محال ہے قدرت نہیں رکھتا - یہہ سوال کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئي کہے کہ خدا جاهل ہو سکتا

ہے؟ خدا مر سکتا ہے؟ خدا کھا سکتا ہے؟ یا پی سکتا ہے؟ یا سو سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے خدا کچھہ نہیں کر سکتا ہے، کہ یہہ سب اس کی ذات کی شان کے خلاف ہے - یہہ جواب سب نے پسند کیا، اور خلیفہ نے چاہا کہ اس پنڈت کے مقابلہ کے لئے اسی لڑکے کو ہندوستان بھیجا جاے، مگر تجربہ‌کاروں نے عرض کی کہ حضور یہہ بہرحال بچہ ہے، ایک جواب بن آیا تو ضرور نہیں کہ سب جواب بن آئیں - چنانچہ ایک دوسرے مشہور متکلم کو خلیفہ نے چن کر ہندوستان بھیجا - ایک روایت میں ہے کہ وہ بودھہ اس متکلم سے کبھی مناظرہ کر چکا تھا اور شکست کھا چکا تھا، اور دوسری روایت میں ہے کہ اس نے راستہ ہی میں ایک آدمی کو بھیج کر پتہ چلایا کہ یہ صرف مذہبی ملا ہے یا عقلیات سے بھی واقف ہے - جب اس کو معلوم ہوا کہ وہ عقلیات کا بڑا فاضل ہے تو پھر دونوں روایتوں میں ہے کہ اس پنڈت نے اس کے مقابلہ میں اپنے کو کمزور پاکر اس سے پہلے کہ وہ مسلمان مناظر راجہ کے دربار میں پہنچے راستہ ہی میں اس کو زہر دلوا دیا - (۱)

---

(۱) کتاب المنیۃ والامل فی شرح کتاب الملل والنحل لاحمد بن یحیی المرتضی، باب ذکر المعتزلۃ مطبوعہ حیدر آباد دکن سنہ ۱۳۱۶ ھ ص ۳۱ و ۳۲ -

اس قصہ کے تمام اجزا صحیح ہوں یا نہ ہوں مگر بہرحال اس سے اتنا ثابت ہے کہ ان دونوں قوموں کے مذہبی تعلقات اور روابط نے اس حد تک ترقی کی تھی -

ایک مناظر راجہ

مؤرخ مسعودی جو سنہ ۳۰۳ھ میں ہندوستان آیا تھا کھمبایت کے حال میں لکھتا ہے کہ :-

> "میں جب سنہ ۳۰۲ھ میں یہاں آیا تو یہاں کا حاکم ایک بانیا (بنیا) تھا جو برہمنی مذہب رکھتا تھا اور وہ مہانگر کے راجہ ولبھہ رائے کا ماتحت تھا - اس کو مناظرہ کا بہت شوق تھا - اس کے شہر میں باہر سے جو نئے مسلمان یا اور مذہب کے لوگ آتے تھے، وہ ان سے بحث و مناظرہ کرتا تھا" (۱) -

بودھوں سے ایک اور مناظرہ

بودھہ مت کے پیرو حواس ظاہری کے علاوہ کسی اور ذریعہ علم کے قائل نہ تھے، چنانچہ بصرہ جو اس زمانہ میں (دوسری صدی کا وسط) مختلف مذہب و

---

(۱) مروج الذہب مسعودی جلد اول ص ۲۵۴ (لیڈن)

ملت کے لوگوں کا مرکز تھا، وہاں واصل بن عطاء، جہم بن صفوان، اور بودھوں سے اس مسئلہ میں مناظرہ ہوا - آخر واصل نے اپنی دلیلوں سے ان کو قائل کر دیا (۱) -

ایک مسلمان کا بت پرست ہو جانا

سنہ ۳۷۰ ھ کا ایک عرب سیاح جو بیت المقدس کا رہنے والا تھا وہ سندھ کے بت خانوں کے تذکرہ میں کہتا ہے کہ "ہبروا میں پتھر کی دو عجیب و غریب مورتیں ہیں - وہ دیکھنے میں سونے اور چاندی کی معلوم ہوتی ہیں - کہتے ہیں یہاں آکر جو دعا لوگ مانگتے ہیں وہ قبول ہوتی ہے - اس کے پاس ایک سبز رنگ کے پانی کا چشمہ ہے جو بالکل زنگار معلوم ہوتا ہے، زخموں کے لئے بہت مفید ہے - یہاں کے پجاریوں کا خرچ دیوداسیوں کے ذریعہ پورا ہوتا ہے، بڑے بڑے لوگ یہاں اپنی لڑکیاں لا کر چڑھاتے ہیں - میں نے ایک مسلمان کو دیکھا جو ان دونوں مورتیوں کی پوجا کرنے لگا تھا، پھر بعد کو نیشاپور جاکر وہ مسلمان ہو گیا - یہ دونوں مورتیں طلسمانی ہیں، کوئی اُن کو ہاتھ سے چھو نہیں سکتا - (۲)

---

(۱) شرح کتاب الملل والنحل مرتضی زیدی مطبوعۂ حیدرآباد، واصل بن عطاء کا حال -

(۲) احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم بشاری ص ۴۸۳ -

قرآن پاک کا پہلا ہندی ترجمہ آج سے ایک ہزار برس پہلے

قرآن پاک کا ترجمہ لوگ آج ہندی میں کرنے لگے ہیں ، مگر یہہ سن کر کتنا اچنبھا ہوگا کہ آج تقریباً ایک ہزار برس پہلے قرآن پاک کا ہندي میں یا سندھی میں ایک ہندو راجہ کے حکم سے کیا گیا تھا - سنہ ۲۷۰ ھ میں الرا (الور واقع سندھہ؟) کے راجہ مہروگ نے جس کا راج کشمیر بالا (کشمیر) اور کشمیر زیریں (پنجاب) کے بیچ میں ھے ، اور جو ہندوستان کے بڑے راجاؤں میں ھے ، اس نے منصورہ (واقع سندھہ) کے امیر عبداللہ بن عمر کو لکھہ بھیجا کہ کسي ایسے شخص کو میرے پاس بھیجئے جو ہندی میں ہم کو اسلام کا مذہب سمجھا سکے - منصورہ میں عراق کا ایک مسلمان تھا جو بہت تیز طبیعت ، سمجھدار ، اور شاعر تھا ، اور چونکہ ہندوستان میں پلا تھا اس لئے یہاں کی مختلف زبانیں وہ جانتا تھا - امیر نے اس سے راجہ کی خواہش کا ذکر کیا ، وہ تیار ہوا ، اس نے ان کی زبان میں ایک قصیدہ لکھہ کر راجہ کو بھیجا ، راجہ نے اس قصیدہ کو سنا تو بہت پسند کیا ، اور اس کو سفر خرچ بھیج کر اپنے پاس بلوایا - وہ راجہ کے دربار میں تین برس رہا اور اس کی خواہش سے اس نے قرآن کا ہندی زبان میں

ترجمہ کیا - راجہ روزانہ ترجمہ سنتا تھا اور اس سے بے حد متاثر ہوتا تھا - (۱)

ایک گجراتی راجہ کا بے مثال مذہبی انصاف

چھٹی صدی ہجری کے آخیر میں جب سلطان غوری کے بعد دھلی میں شمس الدین ایلتمش اور سندھہ میں ناصرالدین قباچہ حکومت کرتے تھے، محمد عوفی نام ایک فاضل بخارا سے چل کر ھندوستان آیا تھا اور اس نے غالباً سندھہ کے کسی ساحل منصورہ یا دیبل سے نکل کر خلیج فارس، سواحل عرب، اور ھندوستان کی مختلف بندرگاھوں کی سیاحت کی تھی، چنانچہ اس سلسلہ میں وہ کھمبایت بھی پہنچا تھا، اس کی دو کتابیں اس وقت باقی ھیں، ایک فارسی شاعروں کا تذکرہ جس کا نام لباب الالباب ھے، جو ناصرالدین قباچہ کے وزیر کے نام لکھی ھے، اور وہ دو جلدوں میں گب سیریز لندن سے شائع ھو چکی ھے، دوسری کتاب اس سے زیادہ بڑی ھے، اس کا نام جامع الحکایات ولامع الروایات ھے - اس میں مصنف نے کچھہ اپنے کانوں سنے، اور اپنی آنکھوں دیکھے، اور کچھہ دوسری کتابوں میں پڑھے ھوئے واقعوں اور قصوں کو مختلف عنوانوں میں ذکر کیا ھے -

---

(۱) عجائب الھند ص ۴ (لیڈن) -

یہہ کتاب سلیمان شمس‌الدین ایلتمش کے وزیر قوام‌الدین جنیدی کے نام سے لکھی ہے اور اب تک حلیۂ طبع سے محروم ہے - اس کا ایک قلمی نسخہ دارالمصنفین کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے -

محمد عوفی نے اس کتاب کے دوسرے باب "در ذکر ملوک طوائف و احوال ایشاں" میں ایک عجیب و غریب قصہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کے تعلقات اس ملک میں عربوں کے عہد میں کیسے تھے، اور ہندو راجہ اپنی مسلمان رعایا کے ساتھہ کس طرح انصاف سے پیش آتے تھے - محمد عوفی کا یہہ سفر سنہ ۶۲۵ ھ سے پہلے ہوا تھا، اور جو واقعہ اس نے بیان کیا ہے وہ یقیناً اس سے پہلے کا ہے، اور یہہ وہ زمانہ ہے جب گجرات کی طرف صرف ایک سلطان محمود اور دو سو برس کے بعد قطب الدین ایبک کے سرسری دھاووں کے سوا وہاں کسی اسلامی حکومت کا نام و نشان بھی نہ تھا -

محمد عوفی کہتا ہے کہ "مجھے ایک دفعہ کھمبایت جانے کا اتفاق ہوا، جو سمندر کے کنارے ایک شہر ہے، اور وہاں دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت آباد ہے جو مسافروں کی خوب خاطر تواضع کرتی ہے، اور یہہ شہر نہروالہ (احمدآباد گجرات کے قریب) کی سلطنت میں ہے، اور یہاں کچھہ مسلمانوں اور کچھہ ان کے

مخالفوں کی آبادی ہے - میں جس زمانہ میں یہاں آیا ایک قصہ سنا جو نوشیرواں کے اوپر والے قصہ سے ملتا جلتا ہے اور وہ یہہ ہے کہ راجہ جنک کے راج کے زمانہ میں یہاں ایک مسجد تھی جس میں منارہ تھا، اس پر چڑھکر مسلمان اذان دیتے تھے، پارسیوں نے ہندؤوں کو بھڑکا کر مسلمانوں سے لڑا دیا، ہندؤوں نے منارہ توڑ دیا اور مسجد کو مع اسی (۸۰) مسلمانوں کے شہید کرڈالا - مسجد کا امام و خطیب جس کا نام علی تھا یہاں سے بھاگ کر نہروالہ چلا گیا، وہاں جاکر راجہ کے درباریوں اور افسروں سے مل کر فریاد کی، مگر کسی نے توجہ نہ کی، امام نے یہہ حال دیکھکر تدبیر یہہ کی کہ ہندی (غالباً گجراتی) میں پورا واقعہ ایک قصیدہ میں نظم کیا، اور خبر رکھی کہ راجہ شکار کو کب جاتا ہے - جب شکار کا دن آیا امام وہ قصیدہ لے کر راستہ میں ایک جھاڑی میں چھپ کر بیٹھہ گیا، جب راجہ ادھر سے گذرا امام فریادی بن کر سامنے آ گیا اور دھائی دی اور عرض کی کہ اس کا یہہ قصیدہ سن لیا جاے - راجہ نے ھاتھی روک کر اس کی منظوم عرض داشت سنی اور بہت متاثر ہوا، اور قصیدہ کو اس کے ھاتھہ سے لے کر ایک افسر کے سپرد کردیا، کہ فرصت کے وقت مجھے یہہ پھر دکھایا جاے - راجہ اسی وقت شکار سے واپس آ گیا، اور وزیر کو بلواکر کہا کہ میں تین دن تک محل میں رھوں گا اور آرام کروں گا، اِن تین دنوں کے اندر کسی کام کے لئے مجھے تکلیف

نہ دینا ، سب کام تم بطور خود انجام دینا - یہہ کہہ کر راجہ محل میں چلا گیا اور رات کو ایک تیز سانڈنی پر بیٹھہ کر تن تنہا کھمبایت کی طرف روانہ ہو گیا - نہروالہ سے کھمبایت ۴۰ فرسنگ ہے ، مگر راجہ نے ایک دن رات میں اس راستہ کو طے کیا اور وہاں بھیس بدل کر ایک سوداگر کی صورت میں اترا ، اور گلی کوچہ بازار میں ہر جگہ پھر کر تحقیق کی ، اور راستہ چلتوں کی باتیں سنیں - ہر ایک کی زبان سے یہی سنا کہ بیچارے مسلمانوں کو بے گناہ مارا گیا ، اور ان پر بڑا ظلم ہوا - راجہ ہر طرح واقعہ کی تحقیق کر کے ایک لوٹے میں سمندر کا پانی بھر کر اور اس کا منہہ بند کر کے اپنے ساتھہ لیا ، اور پھر اسی طرح چوبیس گھنٹے میں سانڈنی پر اپنی راجدھانی کو واپس آ گیا ، صبح کو راجہ نے دربار منعقد کیا ، مقدمات سنے ، اور اسی کے ساتھہ مسجد کے اس امام کو یاد کیا - جب وہ دربار میں حاضر ہوا تو راجہ نے اس کو حکم دیا کہ تم اپنی عرضداشت پڑھکر سناؤ - امام نے جب اس کو پڑھا تو ہندو درباریوں نے کہا یہہ مقدمہ جھوٹا ہے اور یہہ دعوی سرے سے غلط ہے - راجہ نے آبدار کے ہاتھہ سے وہ لوٹا منگوایا اور سب کو تھوڑا تھوڑا اس کا پانی پلایا ، جس نے پیا وہ اس کو گھونٹ نہ سکا اور کہا یہہ تو سمندر کا کھاری پانی ہے - راجہ نے کہا مجکو چونکہ اس معاملہ میں کسی دوسرے پر بھروسہ نہ تھا کہ دد اختلاف دین

درمیان بود" کہ یہہ مذہبی اختلاف کا معاملہ تھا اس لئے میں نے خود جاکر اس کی تفتیش کی ، اور مجھہ پر ثابت ہو گیا کہ یہہ مسلمان بے شک مظلوم ہیں اور ان پر ظلم ہوا ہے - میرے راج میں کسی جماعت پر جو میرے سایہ میں ہو ایسا ظلم نہیں کیا جا سکتا - اس کے بعد حکم دیا کہ برہمنوں اور پارسیوں میں سے جو اس جرم کے مرتکب ہوئے ہیں دو دو کو سزا دی جاے اور مسلمانوں کو ایک لاکھہ بالوترا (گجراتی سکہ) تاوان دلوایا ، تاکہ اس سے وہ مسجد اور منارہ دوبارہ بنوا لیں اور امام کو خلعت اور انعام دیا ، چنانچہ وہ مسجد دوبارہ بنی ، اور یہہ انعامات اس میں یادگار کے طور پر رکھے گئے ، چنانچہ ہر سال عید کے دن ان کو نکال کر سب کو دکھایا جاتا ہے -

محمد عوفی کہتا ہے کہ " آج تک (سنہ ۶۲۵ ھ) یہہ چیزیں وہاں رکھی ہیں ، اور وہ پرانی مسجد اور منارہ بھی باقی تھا ، مگر کچھہ دن ہوئے بالو (بابالا) کی فوج نے گجرات پر حملہ کیا تو اس مسجد کو ویران کردیا - آخر سعید بن شرف (کسی عرب تاجر) نے اپنے سرمایہ سے اس کو دوبارہ بنوایا ہے - اور اس کے چاروں طرف چار سنہرے گنبد بنوائے ہیں - اور اسلام کی یہہ یادگار اس ہندو ملک میں آج تک قائم ہے" -

مسلمانوں میں وحدة الوجود

وحدة الوجود کا مسئلہ کسی نہ کسی شکل میں ہر قوم میں موجود تھا ' بعض یونانی فلاسفر ایک معنی میں اس کے قائل تھے - اسکندریہ کا نو افلاطوني فرقہ اس کا معتقد تھا ' پرانے یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی یہہ خیال موجود تھا ' هندو ویدانت کی پوری عمارت اسی تخیل پر قائم ھے - اور بعض مسلمان صوفیوں میں بھی اس کی پرجوش تلقین پائی جاتی ھے گوکہ وحدة الوجود کے اندر خود بہت سے مختلف معنی ہیں ' اور اس ایک وحدت کی بھی بکثرت تشریحیں کی گئي ہیں ' یہاں تک کہ ایک تشریح کے مطابق وہ "حلول" کا مرادف اور هم معنی بن گیا ھے -

بہر حال یہاں اصل مسئلہ سے غرض نہیں ' بلکہ اس کی تاریخي حیثیت سے بحث ھے - یہہ سوال اکثر اُٹھا ھے کہ مسلمان صوفیوں میں یہہ تخیل کہاں سے آیا ؟ جہاں تک هم سے تحقیق هو سکي ھے ' همارے پاس کوئی دلیل ایسی نہیں ھے جس سے یہہ ثابت هوسکے کہ هندو ویدانت کا ترجمہ عربی زبان میں هوا ھے ' حالانکہ اسلام میں اس تخیل کا آغاز تیسری صدی کے آخر سے یعنی حسین بن منصور حلاج کے زمانہ سے ھے - اور اس کا کمال پانچویں صدی هجری میں محیی الدین بن عربی کے زمانہ میں نظر آتا ھے - اس میں تو کوئی شک نہیں

کہ ہندوستان میں آنے کے بعد ہندو ویدانتیوں کے تخیل سے مسلمان صوفیوں پر اثر پڑا ہے (۱) - مگر اسلامی تصوف میں اس تخیل کا اثر اس سے پہلے معلوم ہوتا ہے، خصوصاً جب یہہ واقعہ ہے کہ مسلمانوں میں محیی الدین ابن عربی ہی سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے اس عقیدہ کی سب سے پرجوش حمایت کی ہے، اور وہ اسپین کے باشندے تھے، اور کبھی ہندو فلاسفی سے ان کو دو چار ہونے کا موقع نہیں ملا، اس لئے یہہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ ہندو ویدانت سے نہیں بلکہ نو افلاطونی فلسفہ سے متاثر ہوئے تھے -

لیکن جہاں تک حسین بن منصور حلاج کا تعلق ہے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ جس وحدۃالوجود کا مدعي تھا وہ معتبر محتاط مسلمان صوفیوں کا وحدۃالوجود نہیں، بلکہ وہ حلول یعني ایک قسم سے ہندؤوں کے اوتار کے مسئلہ کا قائل تھا - اس کی تفصیل اس کے پرانے تذکرہ نویسوں نے پوري طرح کی ہے، اور خود اس

---

(۱) چنانچہ غالباً آٹھویں صدی ہجری میں بنگال کے ایک نو مسلم پنڈت اور ایک صوفي عالم نے مل کر سنسکرت کی کتاب امرت کنڈ کا عربی میں ترجمہ "عین الحیواۃ" کے نام سے کیا، پھر اس سے فارسي میں، اور اب فارسي سے اردو میں اس کا ترجمہ ہوا ہے، اور دارا نے اپنے زمانہ میں سر اکبر کے نام سے جوگ بشست کا ترجمہ فارسي میں کیا -

کی تصنیف کتاب‌الطواسین سے بھی ثابت ھے - اس کے بعد یہ بھی ثابت ھے کہ وہ هندوستان کے جادو، منتر، اور کرتب کو سیکھنے یا جیسا کہ بعض کہتے ھیں، کہ اپنے مذھب کی تبلیغ کے لئے هندوستان آیا تھا، اس لئے عجب نہیں کہ وہ یہیں سے اپنا مسئلہ وحدۃالوجود عراق لے گیا ھو (۱) -

هندؤوں میں وحدت تنزیہی

اس کے بر خلاف قیاسات اس ثبوت میں بھی ھیں کہ هندؤوں میں وحدت تنزیہی کا تخیل اور بت پرستی کے خلاف جذبہ اسلام کا نتیجہ ھے - یہ مضمون خود بڑی وسعت رکھتا ھے اور وہ کسی دوسری بحث کے ضمیمہ کے طور پر ادا نہیں ھو سکتا -

---

(۱) حلاج کي کتاب‌الطواسین فرانس کے صوفي مستشرق لوئي مسینان (Louis Massignan) نے سنہ ۱۹۱۴ ء میں پیرس سے شائع کي ھے، اور اسی کے ساتھہ ایک مستقل جلد میں حلاج کے حالات کے متعلق قدیم بیانات کو بھي یکجا کردیا ھے، حلاج کے هندوستان آنے کا واقعہ اسی کتاب میں ابن باکویہ صوفی شیرازی کي کتاب کے اقتباسات میں مذکور ھے - دیکھو صفحہ ۳۱ و ۴۳ (مطبوعہ پیرس) -

خاتمہ

ان چند صفحوں میں عرب و ہند کے مذہبی تعلقات کا جو آئینہ تیار کیا گیا ہے خوب غور کر کے دیکھو کہ ان دونوں قوموں نے باوجود شدید مذہب‌پرست ہونے کے کہیں اس شیشہ میں بال آنے دیا ہے؟ کیا جو پہلے گذر چکا وہ آئندہ نہیں ہو سکتا؟

هندوستان میں مسلمان

(فتوحات سے پہلے)

ماخذ

علاوہ ان کتابوں کے جن کا ذکر اوپر گذر چکا ذیل کے معلومات کے لئے سندھہ کی فارسی تاریخوں سے بھی فائدہ اتھایا گیا ھے - افسوس ھے کہ یہہ کتابیں اب تک چھپی نہیں ھیں، مختلف کتب خانوں میں قلمی موجود ھیں، البتہ الیٹ صاحب نے اپنی تاریخ کی پہلی جلد میں ان کے ضروری اقتباسات دے دئے ھیں، اور وھی میرے پیش نظر ھین، ان کتابوں کے نام یہہ ھیں -

ا - چچ نامہ

یہہ تاریخ السندوالہند کے نام سے عربی زبان میں سندھہ کی سب سے پرانی تاریخ تھی - محمد علي بن حامد بن ابوبکر کوفی نے ناصرالدین قباچہ کے عہد میں سنہ ۶۱۳ ھ (۱۲۱۶ ع) میں اوچ (سندھہ) میں بیتھہ کر فارسی میں ترجمہ کیا - اس کی اصل عربی نہیں ملتی، مگر صرف محمد بن قاسم کی موت اور راجہ داھر کی لڑکی کی قید کا واقعہ اس میں افسانہ ھے، باقی اکثر باتین اس مین ایسی ھیں جن کی پرانی عربی تاریخوں سے تائید ھوتی ھے -

۲ – تاریخ معصومی

یہہ میر محمد معصوم کی تاریخ سندھہ ھے ' اکبر کے زمانہ میں سنہ ۱۰۱۱ ھ میں لکھی گئی –

۳ – تریخ طاھری

میر طاھر بن سید حسن قندھاری نے سندھہ کے قیام کے زمانہ میں سنہ ۱۰۳۰ ھ (۱۶۲۴ ع) میں سندھہ کی یہہ تاریخ لکھی –

۴ – بیگ لارنامہ

یہہ کتاب شاہ قاسم خاں بن سید قاسم بیگ لار کے نام سے سنہ ۱۰۱۷ ھ سے سنہ ۱۰۳۶ ھ تک میں لکھی گئی –

۵ – تحفةالکرام

یہہ سب سے آخری کتاب ھے ' علی شیر نے سنہ ۱۱۸۱ ھ (۱۷۶۷ ع) میں لکھی ھے –

اس خطبہ میں جن معلومات کو مرتب کیا گیا ھے ان کے متعلق اردو کی دو کتابیں بھی خاص طور سے ذکر کے قابل ھیں –

۱ – تاریخ سندھہ – مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی نے سنہ ۱۹۰۹ ع میں الیٹ کی تاریخ سندھہ جلد اول کے معلومات اور ماخذوں سے اور بعض اپنی ذاتی تحقیقات سے اسلامی سندھہ کی نہایت مبسوط تاریخ دو جلدوں میں

لکھی ہے ' تمام ضروری معلومات ان میں فراہم ہیں ' مگر یہ کتاب نئی ترتیب کی محتاج ہے ' ساتھ ہی مولانا نے الوٹ پر اس میں بے حد بھروسہ کیا ہے ' اور مشکلات کے حل میں بعض ایسے قیاسات سے کام لیا ہے جو میرے نزدیک صحیح نہیں جیسا کہ آگے معلوم ہوگا - کتابوں کے حوالوں میں نہ صفحوں کا حوالہ دیا ہے اور نہ جلد اور باب کا اشارہ کیا ہے ' اس لئے اس کے واقعات کی تصدیق و تطبیق سخت مشکل ہے -

۲ - دوسری قابل ذکر اردو کتاب پیر زادہ محمد حسین صاحب دھلوی ' ایم ' اے ' مرحوم کے ابن بطوطہ کے سفرنامہ دوسری جلد متعلقہ ہند کا اردو ترجمہ ہے - اس میں اصل چیز ابن بطوطہ کے بیان‌کردہ مقامات اور اشخاص پر مترجم کے حواشی ہیں ' جو انگریزی ترجمہ اور ذاتی تلاش پر مبنی ہیں -

ہمارے اسکولوں اور کالجوں میں ہندوستان کی جو تاریخ پڑھائی جاتی ہے وہ بالکل ایک خاص مقصد کو سامنے رکھکر پڑھائی جاتی ہے ' اور اسی مقصد کو سامنے رکھکر تاریخ ہند کی کتابیں انگریزی میں تصنیف کی جاتی ہیں - ان کتابوں میں قدیم ہندوستان کی تاریخ کو کہنا چاہئے کہ گویا وہ سکندر اور اس کے جانشینوں کی تاریخ کا ایک ٹکڑا ہے - اسی حملہ سے ہندوستان کی کیا پلٹ ہوئی ' اس کو علم و فن کی

دولت ملی، تاریخ کی دنیا میں اس نے زندگی پائی - سکندر کے حملہ اور سفر کے ایک ایک راستہ کا پتہ لگانا، بگڑے ہوئے یونانی ناموں کو درست کرنا، اور ان کے اُلٹے پلٹے بیانوں کو مرتب اور منظم کرکے پیش کرنا ہندوستان کی پرانی تاریخ ہے - یہی مؤرخ جب اسلام اور ہندوستان کے تاریخ کا آغاز کریں‌گے تو چند سطروں میں وحشی عربوں کا اور پھر (نعوذ باللہ) ایک خونخوار پیغمبر کا اور اس کے جانشینوں کے بےپناہ حملوں کا ذکر کرکے صفحہ دو صفحہ میں عرب سے سیدھے غزنی پہنچ جائیں گے - یہاں محمود کی فوج ہندوستان پر جہاد کرنے کے لئے تیار ملتی ہے اور اس کو لیکر وہ فوراً پنجاب، سندھ، اور گجرات پہنچ جاتے، اور لوٹ مار کرکے اس کو واپس لے جاتے ہیں، پھر ڈیڑھ سو برس کے بعد شہاب الدین غوری کو ہندوستان لاتے ہیں اور اس کے بعد سے قرون وسطیٰ کی تاریخ ہند کا سلسلہ آگے چلاتے ہیں - سوال یہہ ہے کہ اس دوری اور بعد مسافت کے باوجود تو یونان کی سرحد ہندوستان سے آکر مل جاتی ہے - لیکن اس قرب اور نزدیکی کے ہوتے بھی کیا ہندوستان اور افغانستان سے ایک طرف اور مکران اور سندھ سے دوسری طرف کوئی سرحد نہیں ملتی تھی ؟ اور ان ملکوں میں آپس میں صلح و جنگ، اور لڑائی اور میل کے تعلقات نہ تھے ؟ اور ان کا سلسلہ ان سرحدی قبیلوں کے مسلمان ہونے سے پہلے قائم تھا یا نہیں ؟ آخر ان کی تحقیق

اور تفتیش اور ان کی ٹوٹی ہوئی کڑیوں کو باہم جوڑنا اور ملانا اور ان سے نتیجہ نکالنا ضروری ہے یا نہیں ؟

ان کتابوں کے پڑھنے اور ان تاریخوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محمود غزنوی تک ایک بھی مسلمان ملیچھہ کا قدم اس پاک اور پوتر بھومی پر نہیں پڑا تھا ، اور مسلمانوں اور ہندوؤں میں آپس میں کسی قسم کا تعلق تھا ، نہ جان پہچان تھی ، نہ آمد و رفت تھی ، حالانکہ گذشتہ صفحوں کے پڑھنے والوں کو یہہ اچھی طرح معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان دونوں قوموں کے درمیان کتنے متعدد اور مختلف پہلوؤں کے تعلقات قائم تھے -

ہندوستان اور درۂ خیبر پار کے ملکوں کے درمیان ہمیشہ سے صلح و جنگ کے متواتر تعلقات قائم تھے - اسلام سے پہلے ان ملکوں کی کیفیت یہہ تھی کہ جب کبھی کابل شاہ کو قوت حاصل ہوئی اس نے ویہنداور اور پشاور تک قبضہ کر لیا ، اور جب راے لوھاور کو موقع ملا کابل و قندھار تک اپنی سرحد قائم کر لی - یہی حال سندھہ کی طرف تھا - کبھی شہنشاہ ایران نے مکران سے دریاے سندھہ تک قبضہ کر لیا ، اور کبھی سندھہ کے راجہ نے بلوچستان و مکراں لے کر ایراں کی سرحد سے سرحد ملا دی - یہی کیفیت ساتویں صدی عیسوی تک تھی - جب ادھر اسلامی فتوحات نے قدم بڑھانا اور ان ملکوں کے قبیلوں اور قوموں نے اسلام قبول کرنا شروع کیا

ادھر سب سے پہلی اسلام کی سلطنت سامانیہ حکومت ہے ' جس نے بخارا کو اپنا دارالحکومت بنایا - لیکن اس کے زمانہ میں بھی کابل سے آگے توجہ نہ کی جا سکی - اس کے بعد صفاریہ حکومت جو چند روزہ قائم ہوئی تھی اس نے کابل و قندھار سے آگے اپنی نظر بڑھائی - خلافت عباسیہ نے سندھ کی برائے نام حکومت بھی اسی کے سپرد کر دی تھی - اس کے بعد سامانیہ حکومت کے حدود سے ہٹ کر اس کے ایک ترک افسر الپ تگین نے اس لئے تاکہ وہ اپنے آقا کے فوجی حملہ اور سزا سے محفوظ رہے اس دور دست علاقہ کو اپنی کوششوں کی جولانگاہ اور غزنین کو اپنی خودمختار حکومت کا مرکز بنایا - یہہ چوتھی صدی ہجری کے بیچ کا واقعہ ہے - اسی حکومت غزنین کا دوسرا کہو یا تیسرا تاجدار سلطان محمود غزنوی ہے - اس نے اپنی ۳۳ برس کی حکومت میں غزنین کی چاروں طرف کے ملکوں اور حکومتوں کو خواہ وہ مسلمان ہوں یا نہ ہوں اپنے بے پناہ حملوں سے مجبور کر کے اپنی چھوٹی سی موروثی حکومت میں داخل کر کے ایک عظیم‌الشان سلطنت کی بنیاد ڈال دی - اس نے غزنین کی ایک طرف کا شغر کی اسلامی ایلخانی حکومت کو ' دوسری طرف خود اپنے آقا سامانیوں کی حکومت کو ' تیسری طرف دیلمیوں کی حکومت کو ' طبرستان کی حکومت آل زیار کو ' مشرق کی سمت میں غوریوں کی سرزمین کو جو اب تک نہ تو

مسلمان تھے اور نہ کبھی کسی سلطنت کے ماتحت رہے تھے۔ اور اس کے بعد مشرقی سمت میں ملتان اور سندھہ کے عرب امیروں کو، پھر لاھور اور ھندوستان کے بعض راجاؤں کو زیر و زبر کر کے غزنین کی سلطنت قائم کی - ان میں سے ھندوستان اور غور کے سوا باقی کل خالص مسلمانوں کی سلطنتیں تھیں -

چونکہ اس بیان کی تفصیلات میرے مضموں کے دائرہ سے باھر ھیں اس لئے صرف سلسلہ کے لئے یہہ چند سطریں لکھہ کر تاریخ ھند کے علمبرداروں کی توجہ ادھر ملتفت کرتا ھوں کہ وہ محمود سے پہلے کے افغانستان اور ھندوستان کے تعلقات پر تلاش و محنت سے مواد فراھم کریں اور کسی نئے نتیجہ سے با خبر کریں -

اوپر کی تفصیل سے یہہ اندازہ ھوگا کہ افغانی کوھستان کے دروں سے مسلمانوں کی ھندوستانی راجاؤں کے ساتھہ قوت آزمائی محض مذھبی جذبہ کا نتیجہ نہ تھی، بلکہ صدیوں کی قومی لڑائیوں کے سلسلہ کی یہہ ایک کڑی ھے -

بہر حال یہہ تو شمالی ھندوستان کا حال تھا لیکن جنوبی ھندوستان کی کیفیت دوسری تھی - سنہ ۴۱۶ ھ (سنہ ۱۰۲۴ ع) میں محمود غزنوی سنہ ۵۷۴ ھ (سنہ ۱۱۷۸ ع) میں شہاب الدین غوری اور سنہ ۵۹۲ ھ (سنہ ۱۱۹۶ ع) میں

قطب الدین ایبک گجرات پر دھاوے کرکے بادل کی طرح آئے اور آندھی کی طرح نکل گئے - البتہ اس کے سو برس بعد باگھیلہ راجہ اور اس کے وزیر مادھو کی باہمی رنجش اور آزردگی اور مادھو کی دعوت نے سب سے پہلے علاءالدین خلجی کو سنہ ۶۹۷ ھ (سنہ ۱۲۹۷ ع) میں گجرات کا حاکم بنا دیا - علاءالدین خلجی نے گجرات سے لے کر سمندر کے کنارے کنارے کارومنڈل تک کا علاقہ فتح کیا - مگر فتوحات کا یہہ سلسلہ اس جہاز کی طرح تھا جو اپنے زور میں سمندر کے سینہ کو چاک کرکے آگے بڑھتا جاتا ہے لیکن جیسے ہی وہ ایک قدم آگے بڑھتا ہے پیچھے پانی سمٹ کر ایسا ہو جاتا ہے کہ پانی کی سطح میں اس غیر معمولی شگاف کا نشان بھی نہیں ملتا - یہہ گویا خلجی سپہ سالار کی ایک فوجی سیر و سیاحت تھی - اس سے زیادہ کچھہ نہیں - سنہ ۷۰۹ ھ (سنہ ۱۳۰۹ ع) میں اس کے ایک افسر ملک کافور نے کرناتک فتح کر لیا - لیکن اس کے بعد سنہ ۷۲۷ ھ (سنہ ۱۳۲۳ ع) میں دکن کی سمت میں بیجانگر کی عظیم الشان ہندو سلطنت قائم ہو گئی، جو صدیوں تک جنوبی ہند کو شمالی ہند کے مسلمان حملہ آوروں سے بچاتی رہی، اور ملک کافور کے فتوحات کے سلسلہ میں معبر (کارومنڈل) میں جو ایک چھوٹی سی اسلامی حکومت قائم ہو گئی تھی، وہ بھی چالیس برس بعد مٹ کر بیجانگر کے دائرۂ حکومت میں داخل ہو گئی -

مگر اس لڑائی بھڑائی جنگ و جدل فوج کشی اور حملہ آوری کے حدود سے دور اور الگ ان مسلمان عربوں اور عراقیوں کی آبادیاں تھیں ، جو خشکی کی راہ اُتر سے دکھن نہیں آئے تھے ، بلکہ سمندر کے کناروں سے چل کر ان علاقوں میں آباد ہوئے تھے ، اور آتے جاتے رہتے تھے -

یہہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ شمالی ہند سے پہلے جنوبی ہند میں مسلمانوں کی نو آبادیاں قائم ہوئیں ، اور اس کا سلسلہ در حقیقت تجارتی آمد و رفت سے وابستہ ہے - اس علاقہ میں نہ صرف یہہ کہ باہر سے مسلمان آکر آباد ہوئے بلکہ خود ملک کے باشندوں نے بھی اسلام قبول کرنا شروع کردیا تھا ، اس اثر اور نتیجہ کے پیدا ہونے کے متعلق مختلف روایتیں مشہور ہیں ، اور تاریخ کی کتابوں اور سفرناموں میں لکھی ہوئی ہیں ، ان کا مشترک مضمون یہہ ہے کہ یہہ اثر دوطرفہ کششوں کا نتیجہ تھا ، ایک تو عرب تاجروں کی آمد و رفت اور دوسرے سراندیپ کے نقش قدم کی زیارت کو آنے والے صوفیوں اور درویشوں کی کرامت -

مسلمانوں کا پہلا مرکز سرندیپ

فرشتہ نے لکھا ہے کہ "چونکہ اسلام کے پہلے ہی سے عرب ان جزیروں میں تاجرانہ آتے تھے اور یہاں کے لوگ عرب جایا کرتے تھے ، اس لئے سراندیپ کے راجہ

کو اسلام اور مسلمانوں کا حال سب سے پہلے معلوم ہوا ، اور صحابۂ کرام ہی کے زمانہ میں سنہ ۴۰ ھ میں (ساتویں صدی عیسوی کے شروع ہی میں) وہ مسلمان ہو گیا ، (۱) - فرشتہ نے اپنے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا ہے ، مگر ایک قدیم العہد تصنیف عجائب الہند سے جو تقریباً سنہ ۳۰۰ ھ میں لکھی گئی ہے ، اس روایت کی پوری تصدیق ہوتی ہے - بزرگ بن شہریار ناخدا جو ان جزیروں کا جہاز راں تھا ، سراندیپ کے بیان میں لکھتا ہے :-

"ہندوستان کے پجاریوں ، سناسیوں ، اور جوگیوں کی کئی قسمیں ہیں ، ان میں سے ایک "بیکور" (۲) ہوتے ہیں ، جن کی اصل سراندیپ سے ہے - یہہ مسلمانوں سے بہت محبت کرتے ہیں اور ان کی طرف بہت میلان رکھتے ہیں ، وہ گرمی کے موسم میں ننگے رہتے ہیں ، صرف چار انگل کی لنگوٹی کمر میں ایک ڈوری لگا کر باندھہ لیتے ہیں اور جاڑوں میں

---

(۱) فرشتہ جلد دوم مقالہ ہشتم سندھہ صفحہ ۳۱۱ - نولکشور -

(۲) غالباً یہی لفظ ہے جو کتاب البدء والتاریخ اور سلیمان تاجر کے سفرنامہ وغیرہ میں کہیں بیکر جین ، اور کہیں بیکر نتیں کے نام سے ملتا ہے -

گھاس کی چٹائی اوڑھہ لیتے ہیں ' اور ان میں سے بعض ایک ایسا کپڑا پہنتے ہیں جس کو مختلف رنگوں کے چھوٹے چھوٹے تکڑوں سے جوڑ کر سی لیتے ہیں ' اور بدن پر مردوں کی جلی ہوئی ہڈیوں کی راکھہ مل لیتے ہیں ' اور سر اور ڈاڑھی مونچھہ کے بال منڈاتے ہیں ' اور دوسرے بال بڑھاتے ہیں ' گلے میں انسان کی ایک کھوپڑی لٹکائے رہتے ہیں ' اور عبرت اور خاکساری کے لئے اُسی میں کھاتے ہیں -"

اس تصویر سے اور اس گروہ کے متعلق دوسرے عرب سیاحوں کے بیانات سے اس تسلیم میں کوئی شبہہ نہیں رہتا کہ یہہ لوگ بودھہ مذہب کے پیرو ہوں گے -

ہمارا ناخدا پھر اپنی کہانی شروع کرتا ہے :-

"سراندیپ اور اس کے آس پاس والوں کو پیغمبر اسلام کی بعثت کا حال جب معلوم ہوا تو انھوں نے اپنے میں سے ایک سمجھدار آدمی کو تحقیق حال کے لئے عرب روانہ کیا - وہ رکتے رکاتے جب مدینہ پہنچا تو رسول اللہ صلعم وفات پا چکے تھے ' ابوبکر صدیق کی خلافت

بھی ختم ہو چکی تھی ' اور حضرت عمر کا زمانہ تھا - وہ ان سے ملا اور رسالت ماب صلعم کے حالات دریافت کئے ' حضرت عمر نے بتفصیل بیان کئے - جب وہ واپس ہوا تو مکران (بلوچستان کے پاس) پہنچ کر مر گیا - اس کے ساتھہ اس کا ایک ہندو نوکر تھا ' وہ صحیح سلامت سراندیپ پہنچ گیا ' اور اس نے رسول اللہ صلعم ' حضرت ابوبکر ' اور حضرت عمر کا سارا حال بیان کیا ' اور ان کے فقیرانہ اور درویشانہ طور و طریق کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہ کیسے متواضع اور خاکسار ہیں ' اور پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں ' اور مسجد میں سوتے ہیں - اب یہہ لوگ مسلمانوں کے ساتھہ جو اس قدر محبت اور میلان رکھتے ہیں وہ اسی سبب سے ہے - " (۱)

اس روایت کی تیسری تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ پہلی صدی ہجری کے آخر میں امویوں کی طرف سے حجاج عراق کا گورنر تھا ' اور جزائر ہند کی طرف عراق ہی کی بندرگاہ سے جہازات آتے جاتے تھے ' تو

---

(۱) عجائب الہند ص ۱۵۵ - ۱۵۷ -

سرانديپ کے (جس کو عرب یاقوت کا جزیرہ بھي کہتے تھے) راجہ نے مسلمانوں کے ساتھہ اپني دوستی اور محبت کے اظہار کے طور پر ایک جہاز میں دوسرے تحفوں کے ساتھہ ان مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کو عراق روانہ کیا جن کے باپ وہاں تجارت کرتے تھے اور وہیں ان کو مسافرت میں بے والی وارث چھوڑ کر مر گئے تھے - (۱) اس واقعہ سے یہہ ثابت ہوتا ھے کہ پہلی ھي صدی هجری میں سرانديپ میں مسلمانوں کی نوآبادی قائم ہو چکی تھی - ابوزید سیرافی (سنہ ۳۰۰ ھ) نے تیسری صدی هجری کے اخیر میں یہاں عرب سوداگروں کے قیام کا اور آمد و رفت کا تذکرہ کیا ھے - (۲)

الغرض مختلف روایتوں سے اتنا مشترک نتیجہ نکلتا ھے کہ ان اطراف میں اسلام اور عربوں کی پہلی نوآبادی سرانديپ میں قائم ہوئی ' اور اس کی تاریخ کا آغاز پہلی صدي هجری اور ساتویں صدی عیسوی تک پہنچ جاتا ھے -

دوسرا مرکز مالدیپ

ان اطراف میں مسلمانوں اور عربوں کا دوسرا مرکز مالدیپ کا جزیرہ تھا ' جس کو عرب کبھی جزیرۃ المهل ' اور کبھی

(۱) فتوح البلدان بلاذري (سنہ ۲۷۹) ص ۴۳۵ ' (لیڈن) -
(۲) ابوزید سیرافی ص ۱۲۱ ' (پیرس) -

ان چھوٹے چھوٹے سب جزیروں کو ملاکر "دیبات" (۱) کہتے ہیں - ان جزیروں کا سب سے مفصل حال ابن بطوطہ نے بیان کیا ہے - اس کے زمانہ میں یعنی سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں (سنہ ۷۰۰ ھ) میں یہہ جزیرہ پورا کا پورا مسلمان تھا اور ان میں عربوں اور دیسی مسلمانوں کی آبادیاں تھیں ' اور سلطان خدیجہ نام ایک بنگالی خاتون ان پر حکمراں تھی - ابن بطوطہ کے زمانہ میں یہاں یمن وغیرہ کے بہت سے علماء اور جہازراں موجود تھے - ان کی زبانی اس جزیرہ کے لوگوں کے مسلمان ہو جانے کی کیفیت یہہ درج کی ہے کہ یہاں کے لوگ پہلے بت پرست تھے - یہاں ہر مہینہ سمندر سے دیو کی شکل میں ایک بلا آتی تھی ' جب یہاں کے لوگ اس کو دیکھتے تھے تو ایک کنواری لڑکی کو بناؤ سنگار کر کے اس بت خانہ میں جو سمندر کے کنارے تھا چھوڑ آتے تھے - لیکن مراکو کے ایک عرب شیخ ابوالبرکات بربری مغربی جو اتفاق سے یہاں آ گئے تھے ' ان کی دعا اور برکت سے یہہ بلا ان کے سر سے ٹلی - اس کرامت کو دیکھہ کر وہاں کا راجہ شنورازہ اور تمام رعایا شیخ کے ہاتھہ پر مسلمان ہو گئی - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ وہاں کی اس مسجد کی محراب پر جس کو اس نو مسلم راجہ نے بنایا تھا یہہ کتبہ میں نے لکھا ہوا پایا :

---

(۱) "دیپ" سنسکرت میں جزیرہ کو کہتے ہیں -

"سلطان احمد شنورازہ ابوالبرکات مغربی کے ھاتھہ پر مسلمان ھوا" -

الغرض اس وقت سے لے کر آج تک یہہ تمام جزیرے مسلمان ھیں اور ان میں بڑی تعداد مخلوط النسل عربوں کی ھے -

تیسرا مرکز ملیبار

روایتوں سے ثابت ھوتا ھے کہ اسلام اور عربوں کا تیسرا مرکز ھندوستان کا وہ آخری کنارہ ھے جس کو ھندوؤں کے پرانے زمانہ میں کیرالا کہتے تھے اور بعد کو ملیبار کہنے لگے (ملی پہاڑ اور بار ملک) - اس کی حد عربی جغرافیہ نویسوں نے گجرات کے خاتمہ سے کولم واقع تراونکور تک بتائی ھے -

تحفۃ المجاھدین کی روایت ھے جس کو فرشتہ نے نقل کیا ھے :-

> "اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد یہودی اور عیسائی سوداگر یہاں آیا کرتے تھے اور یہاں بود و باش اختیار کر چکے تھے - جب اسلام پر دو سو برس گذرے عرب اور عجمی مسلمان درویشوں کی ایک جماعت حضرت آدم کے نقش قدم کی زیارت کے لئے سرانديپ جس کو لنکا

کہتے ہیں جا رہی تھی - اتفاق یہہ ھے کہ ان کا جہاز ہوا کے جھونکو سے بہک کر ملیبار کے شہر کدنکلور (کدنگانور) کے کنارے آکر لگا - شہر کے راجہ زیمور (سامری) نے ان کی بڑی آؤبھگت کی - باتوں باتوں میں اسلام کا ذکر آگیا ، راجہ نے کہا میں نے یہودیوں اور عیسائیوں کی زبانی تمہارے پیغمبر کا اور مذھب کا حال سنا ھے ، اب تم خود سناؤ - درویشوں نے اسلام کی حقیقت کو اس موثر انداز سے بیان کیا کہ اس نے راجہ کا دل موہ لیا - راجہ نے ان سے وعدہ لیا کہ واپسی میں بھی وہ ادھر ھی سے گذرتے جائیں - چنانچہ وہ وعدہ کے مطابق آئے - راجہ نے سب امراء کو بلاکر کہا کہ اب میں خدا کی یاد کرنا چاھتا ھوں اور یہ کہکر ملک برابر برابر سب افسروں میں تقسیم کر دیا اور خود چھپ کر ان درویشوں کے ساتھہ عرب چلا گیا اور مسلمان ھو گیا اور ان درویشوں سے کہا کہ ملیبار میں اسلام کے پھیلانے کی صورت یہ ھے کہ تم لوگ ملیبار سے تجارت

اور سوداگری کا کاروبار شروع کرو اور اپنے امراء کے نام ایک وصیت نامہ لکھکر سپرد کیا کہ ان پردیسی سوداگروں کے ساتھہ هر قسم کی مہربانی اور لطف کا برتاؤ کیا جاے اور هر نیک کام میں ان کی مدد کی جاے، اور ان کو اپنی عبادت گاهوں کے بنانے کی اجازت دی جاے اور اس طرح ان سے سلوک کیا جاے کہ ان کو وهاں رهنے کی اور اس کو وطن بنانے کی خواهش پیدا هو — اس وقت سے عرب سوداگر اس ملک میں آنے جانے اور رهنے سہنے لگے —

ایک دوسری روایت هے (جس کو فرشتہ نے پہلے سے زیادہ صحیح مانا هے اور میرے نزدیک وہ پہلے سے زیادہ غلط هے) کہ زیمور کے اسلام کا واقعہ خود پیغمبر اسلام کے زمانہ میں پیش آیا — بہر حال یہہ درویش پھر ملیبار واپس آئے اور کدنکور میں مسجد بنائی اور کچھہ لوگ وهاں مقیم هوئے اور کچھہ لوگ موجودہ ترانکور کے شہر کولم میں جاکر رهے اور وهاں بھی مسجد بنائی پھر هیلی ماراوی، جرپتن، درپتن، فندرنیا،

(پدنارانی) چالیات، فاکنور اور منگلور میں مسجدیں بنائیں اور نوآبادیاں قائم کیں"۔

یہہ فرشتہ کا خلاصہ ہے - مگر اصل تحفۃالمجاہدین کے ایک دو اور اقتباسات بھی مفید ہیں جن سے بعد کے زمانہ کا طرز عمل ظاہر ہوتا ہے :-

"ہندوستان کے مغربی ساحل کے بندرگاہوں میں مختلف ملکوں سے تاجر بکثرت آتے ہیں - اس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ نئے شہر آباد ہو گئے ہیں! اور مسلمانوں کی تجارت سے ان میں آبادی بڑھ گئی ہے اور مکانات کثرت سے بن گئے ہیں - یہاں کے سردار اور راجہ مسلمانوں پر سختیاں کرنے سے پرہیز کرتے ہیں - باوجودیکہ یہہ سردار اور ان کی سپاہ بت پرست ہے مگر وہ مسلمانوں کے مذہب اور ان کے شعائر کا بہت کچھہ پاس و لحاظ کرتے ہیں - بت پرستوں اور مسلمانوں کے اس اتحاد سے اس لئے اور تعجب ہوتا ہے کہ مسلمانوں کي تعداد کل آبادی کا دسواں حصہ بھی نہیں ...... بحیثیت مجموعی ملیبار کے ہندو راجاؤں کا برتاؤ مسلمانوں کے ساتھہ عزت

اور مہربانی کا ہے کیونکہ ان کے ملک میں زیادہ شہروں کا آباد ہو جانا انہیں مسلمان تاجروں کی بودوباش کا نتیجہ ہے" (۱) -

ملیبار کے یہی مسلمان عرب تاجر اور سوداگر اور تارکین وطن ہیں جو موپلا اور نائت کے ناموں سے ہندوستان میں مشہور ہیں اور جن کے ہاتھوں میں پرتگیزوں سے پہلے تک سمندر کی باگ تھی - ان کے ساتھ وہ لوگ بھی شامل ہو گئے ہیں جو دیسی باشندوں میں سے مسلمان ہو گئے ہیں یا شادی بیاہ کے ذریعہ سے ان کی برادری میں آگئے ہیں -

کولم

کولم کا شہر موجودہ تراونکور میں داخل ہے - عرب جہازراں بہت پرانے زمانہ سے اس کا نام لیتے چلے آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ "یہ مسالوں والے ملک کا آخری شہر ہے" - یہاں سے جہاز عدن کو جایا کرتے تھے، یہاں مسلمانوں کا ایک محلہ آباد ہو گیا تھا اور ان کی ایک جامع مسجد بھی تھی - (۲)

---

(۱) تحفۃالمجاہدین بحوالۂ دعوت اسلام ڈاکٹر آرنلڈ صفحہ ۳۸۲ و ۳۸۳ -

(۲) تقویم البلدان ص ۳۶۱ -

چوتھا مرکز معبر یا کارومنڈل

مدراس میں ملیبار کے دوسرے مقابل ساحل کو عرب معبر کہتے ہیں - اس کا موجودہ مشہور نام کار و منڈل ہے - معبر کا نام بھی عرب سیاحوں اور تاجروں میں خاص طور سے شہرت رکھتا تھا - ابن سعید مغربی نے چھٹی صدی کے آخر میں اس کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہہ کولم کے پورب تین چار دن کے راستہ پر دکھن کی طرف جھکا ہوا ہے (۱) - زکریا قزوینی (سنہ ۶۸۶ ھ) نے ساتویں صدی میں اس کا نام منڈل لکھا ہے اور یہاں کی عود لکڑی کی تعریف کی ہے (۲) - اور اسی کے قریب راس کامران (راس کماری) کو جگہ دی ہے جس کی نسبت سے اس عود کو کامرونی (قامرونی) عود کہتے تھے (۳) - ابوالفداء سنہ ۷۳۲ ھ (سنہ ۱۳۱۳ ع) نے راس کماری کو راس کمہری لکھا ہے (۴) اور معبر کی حد یہہ لکھی ہے کہ "یہہ ملیبار کے پورب کولم سے تین چار دن کی مسافت پر ہے اور اس کا آغاز کولم کے پورب

---

(۱) تقویم البلدان ص ۳۶۱ -

(۲) آثارالبلاد قزوینی صفحہ ۸۲ -

(۳) تقویم البلدان صفحہ ۳۵۵ -

(۴) ایضاً ۳۵۴ -

سے ہے" (۱) - "پایہ تخت کا نام بیردال (بیردھول) ہے - یہاں باہر سے گھوڑے لائے جاتے ہیں" - (۲)

معلوم ہوتا ہے کہ ساحل کا یہہ حصہ چند صدیوں کے بعد عربوں کے استعمال میں آیا ہے - چھٹی صدی کے آخر سے اس کا نام سننے میں آتا ہے - ساتویں صدی میں یہاں عربوں کا اچھا خاصہ عمل دخل معلوم ہوتا ہے - وصاف (المتوفی سنہ ۷۲۸ ھ) اور رشیدالدین جامع التواریخ کے مصنف (المتوفی سنہ ۷۱۸ ھ) دونوں نے آٹھویں صدی کے آخر میں اپنی کتابیں لکھی ہیں - یہہ زمانہ ہندوستان میں جلال‌الدین فیروزشاہ خلجی کا تھا - وصاف اور رشید دونوں قریب قریب ایک لفظ یہہ لکھتے ہیں :-

> "معبر کولم سے لے کر سیلوار (نیلور) کے ملک تک سمندر کے کنارے تین فرسنگ لمبا ہے - اس کے اندر بہت سے شہر اور گاؤں ہیں - راجہ کو یہاں کے لوگ دیوار کہتے ہیں جس کے معنی دولت‌والے کے ہیں - چین کے بڑے جہاز جن کو جنک کہتے ہیں یہاں چین،

---

(۱) تقویم‌البلدان صفحہ ۳۵۵ -

(۲) تاریخ وصاف کي تصنیف کا سال سنہ ۷۰۷ ھ (سنہ ۱۳۰۷ ع) ہے، الیٹ جلد ۳ ص ۴۴ -

ماچین اور سندھ اور ہند کے ملکوں سے بیش قیمت سامان اور کپڑے لاتے ہیں - معبر سے ریشمی کپڑے خوشبودار لکڑی لے جاتے ہیں اور اس کے دریا سے بڑے موتی نکالے جاتے ہیں - یہاں کی پیداواریں عراق ' خراسان ' شام ' روم اور یورپ تک جاتی ہیں - یہہ ملک لال اور خوشبودار گھاسیں پیدا کرتا ہے - اس کے سندر میں بکثرت موتی ہیں - معبر ہندوستان کی کنجی ہے - چند سال پہلے سندر پانڈے یہاں کا دیوان تھا جس نے اپنے تین بھائیوں کے ساتھہ مختلف سمتوں میں قوت حاصل کی - ملک تقی‌الدین بن عبدالرحمان بن محمدالطیبی جو شیخ جمال‌الدین کا بھائی ہے اس راجہ کا وزیر اور مشیر تھا جس کو پتن ' ملی پتن ' (پتم اور ملی پتم) اور بادل کی ریاست راجہ نے سپرد کر دی تھی اور چونکہ معبر میں گھوڑے اچھے نہیں ہوتے اس لئے درمیان میں یہہ معاہدہ تھا کہ جمال‌الدین ابراھیم دیوان کو چودہ سو مضبوط عرب گھوڑے

کیش (قیس) (۱) کی بندرگاہ سے لا دیا کرے -
سال میں دس ہزار گھوڑے خلیج فارس
کی دوسری بندرگاہوں سے جیسے قطیف '
الحساء ' بحرین ' ہرمز ' وغیرہ سے آتے تھے
اور ہر گھوڑے کی قیمت ۲۲۰ طلائی سکے
(دینار) ہوگی - سنہ ۶۹۲ ھ (سنہ ۱۲۹۳ع)
میں دیوان مر گیا اور اس کی دولت
اس کے وزیروں ' مشیروں اور نائبوں میں
بٹ گئی اور شیخ جمال الدین کو جو
اس کا جانشین ہوا ' کہتے ہیں کہ
سات ہزار بیلوں کا بوجھ سونا اور
جواہرات ہاتھ آئے اور تقی الدین پہلے کے
معاہدہ کے مطابق اس کا نائب مقرر
ہوا" - (۲)

اسی زمانہ کے قریب مارکوپولو جب یہاں آیا ہے اس وقت یہاں کی حکومت پانچ ہندو راجاؤں کے ہاتھوں میں پائی مگر مسلمانوں کا تاجرانہ عمل و دخل

---

(۱) عرب و ہند کے "تجارتی تعلقات" کے ضمن میں اس جزیرہ کا پورا حال گذر چکا ہے -

(۲) ترجمہ جامع التواریخ الیٹ جلد اول صفحہ ۶۹ و ۷۰ - وصاف نے زیادہ تحقیق اور تفصیل کے ساتھ اس کو لکھا ہے - دیکھو وصاف جلد ۲ ص ۳۲ - ۵۳ -

بھی یہاں اس کو پورا نظر آیا اور گھوڑوں کی آمد عرب سے اس طرح تھی - کہتا ہے :-

"اس ملک میں گھوڑے نہیں ہوتے - ہرمز اور عدن کی بندرگاہوں سے سوداگر ہر سال گھوڑے لاتے ہیں اور پانچوں راجوں میں ہر سال دو دو ہزار گھوڑے خریدے جاتے ہیں اور ایک ایک گھوڑے کی قیمت پانچ پانچ سو دینار دی جاتی ہے" -

یہاں کے موتی اور جواہرات کی لا تعداد دولت کا اس نے بھی ذکر کیا ہے -

ہندو راجہ کے لئے مسلمانوں کی مسلمانوں سے لڑائی

اس کے بعد ہی سلطان علاءالدین خلجی کی فوج نے گجرات سے لے کر کارومنڈل تک زیر و زبر کر ڈالا - اس وقت تمام ہندوستان میں پہلی دفعہ یہہ واقعہ پیش آتا ہے کہ کارومنڈل جس کا پایہ‌تخت اس وقت بیردھول تھا اس کے راجہ کی طرف سے مسلمان عراقیوں اور عربوں نے مسلمان ترک حملہ‌آوروں کا مقابلہ کیا - امیر خسرو دہلوی نے خزائن الفتوح میں جو علاءالدین خلجی کی انہیں فتوحات کی ایک رنگین اور بے معنی

لفاظی سے بھری ہوئی تاریخ ہے اس واقعہ کو پوری تفصیل کے ساتھہ نقل کیا ہے (۱) - مسلمانوں نے اپنے عہد و پیمان اور دارالامن کی بنا پر دھول کے راجہ کی پوری مدد کی اور اس کی طرف سے ترک مسلمانوں سے خوب لڑے لیکن ترک بہادروں کا مقابلہ آسان نہ تھا - راجہ نے شکست کھائی اور ملک پر سلطان علاءالدین کے سپہ سالار ملک کافور نے قبضہ کر لیا - ان مسلمانوں کو جو اس سے لڑے تھے وہ سخت سزا دینا چاہتا تھا مگر انھوں نے قرآن اور کلمہ پڑھہ پڑھہ کر اپنا مسلمان ہونا ثابت کیا - (۲)

یہہ واقعہ سنہ ۷۱۰ ھ (سنہ ۱۳۱۰ ع) میں پیش آیا -

الیٹ صاحب کی ایک غلطی

الیٹ نے اپنی کتاب کی دوسری جلد میں تاریخ علائی کے نام سے خزائن‌الفتوح کا خلاصہ کیا ہے - اس میں اس واقعہ کے ضمن میں خسرو کے ایک فقرہ کا یہہ ترجمہ دیا ہے کہ "یہہ مسلمان نیم ہندو اور اپنے دین و مذہب سے بے خبر تھے" (۳) - لیکن یہہ مطلب بالکل غلط ہے '

---

(۱) خزائن‌الفتوح امیرخسرو - مطبوعہ تاریخ جامع ملیہ اسلامیہ علی‌گڈھہ سنہ ۱۹۲۷ ع ص ۱۵۷ - ۱۶۲ -

(۲) ج ۳ ص ۹۰ -

(۳) دیکھو خزائن‌الفتوح ص ۱۶۱ و ۱۶۲ -

حقیقت یہہ ھے کہ امیر خسرو نے اپنے شاعرانہ مبالغہ اور انشا پردازی کی نرمی الفاظی میں ان مسلمانوں کو ھندو راجہ کے ساتھہ دینے کے جرم میں بہت کچھہ ابرا بھلا کہا ھے جس کا کوئی مقصود و مطلب نہیں ھے چہ جائیکہ اس کے معنی نیم ھندو کے ھوں (۱) -

پانچواں مرکز گجرات

عربوں کا پانچواں تجارتی میدان گجرات ، کاٹھیاوار ، کچھہ اور کوکن کا علاقہ تھا جہاں ولبھہ رائے یا عربوں کے محبوب راجہ بلہرا کی حکومت اتھی جس کی پہلی راجدھانی ولبھی‌پور تھا جو موجودہ بھاؤ نگر کے پاس ایک بڑا شہر تھا اور عرب اس کو ھمیشہ مانگر یا مہانگر کے نام سے پکارتے تھے - آثار قدیمہ کی موجودہ تحقیقات سے ثابت ھوتا ھے کہ اس شہر کا دائرہ پانچ میل تک پھیلا ھوا تھا - یہاں کے بعض راجاؤں کا مذھب بودھہ اور بعضوں کا جین تھا اور انھیں دونوں کے جھگڑوں میں شائد اس کا خاتمہ ھوا - اس راج کے زیر سایہ چیمور کی بندرگاہ جس کو عرب صیمور کہتے ھیں بہت ترقی پر تھی اس کے بعد کھمبایت وغیرہ کا درجہ تھا -

---

(۱) دیکھو خزائن‌الفتوح ص ۱۶۱ و ۱۶۲ -

سب سے پہلا عرب سیاح و تاجر جس نے اپنا سفرنامہ سنہ ۲۳۵ ھ میں تمام کیا ہے یعنی سلیمان، اس نے ولبھی راجہ کی بڑی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ "اس کو اور اس کی رعایا کو عربوں اور مسلمانوں سے بڑی محبت ہے اور اس کی رعایا کا عقیدہ ہے کہ ہمارے راجاؤں کی عمریں اسی لئے زیادہ بڑی ہوتی ہیں کہ وہ عربوں کے ساتھہ محبت سے پیش آتے ہیں" (۱) - ان اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب سوداگروں اور نوآبادکاروں اور یہاں کے لوگوں میں بڑے اچھے دوستانہ تعلقات تھے - یہی سبب ہے کہ اس راج کے مختلف شہروں میں عربوں کی آبادیاں کثرت سے قائم ہو گئی تھیں اور وہ اخیر تک قائم رہیں -

اسی طرح طاقن یا داکھن یا دکھن کے راجہ کی نسبت بھی اس کا یہی بیان ہے کہ "وہ بھی عربوں کے ساتھہ بلھرا ہی کی طرح محبت رکھتا ہے" (۲) - خاص گجرات یا گوجر (جزر) راجاؤں کی نسبت لکھتا ہے کہ "وہ عربوں کے دشمن ہیں" (۳) -

تیسری صدی ہجری کے آخر اور چوتھی صدی ہجری کے شروع میں جب بزرگ بن شہریار ناخدا

(۱) ص ۲۶ و ۲۷ -

(۲) ص ۲۹ -

(۳) ص ۲۸ -

ادھر اپنے جہاز لاتا تھا تو ان اطراف میں عربوں اور عام مسلمانوں کی بڑی آبادی تھی - ایک نومسلم ہندو جہازراں بھی اس کو ملتا ہے جس نے اپنے جہازوں کے ذریعہ سے بڑی دولت کمائی تھی اور حج بھی ادا کیا تھا (۱) ' محمد بن مسلم سیراف کا ایک تاجر اس کو ملتا ہے جو تھانہ (بمبئی کے پاس) میں بیس برسوں سے زیادہ رہا تھا اور ہندوستان کے اکثر شہروں میں اس نے سفر کیا تھا اور ان تمام حالات سے واقف تھا (۲) - چیمور (صیمور واقع گجرات) میں فسا (واقع فارس) کے ایک مسلمان ابوبکر سے اس کی ملاقات ہوئی (۳) - گوا جس کو قدیم عرب صداپور کہتے تھے اس کے راجہ کا مصاحب موسی نام ایک مسلمان تھا (۴) -

ہنرمند

یہہ ایک فارسی لفظ ہے جس کے معنی ہنروالے کے ہیں لیکن عربوں نے ایک خاص معنی میں اس کو استعمال کیا ہے اور اخیر کی دال گرا کر وہ اس کو ہنرمن کہتے ہیں اور اس کا مصدر "ہرمنہ" (ہنرمند ہونا) بناتے ہیں - اس کے اصطلاحی معنی

---

(۱) عجائب الہند ص ۱۶ -

(۲) ص ۱۵۲ -

(۳) ص ۱۵۷ -

(۴) ص ۱۶۷ -

اس مسلمان قاضی یا کونسل کے تھے جو غیر مسلم حکومتوں میں انھیں حکومتوں کی طرف سے مسلمانوں کے معاملات کو فیصل کرنے کے لئے مقرر کیا جاتا تھا - عربوں اور مسلمانوں کی حکومتوں کو جب دنیا میں پورا عروج حاصل تھا تو جس طرح آج کل یورپین قوموں کو ایشیا اور افریقہ کی سلطنتوں میں خاص خاص امتیازات حاصل ہیں اور ان کا مقدمہ کسی غیر یورپین کی عدالت میں پیش نہیں کیا جاتا ، اسی طرح عربوں اور مسلمانوں کی کیفیت بھی تھی اور اسی طرح کے حقوق انھوں نے بھی اپنے تعلق اور آمد و رفت کے غیر اسلامی ملکوں میں حاصل کر لئے تھے - ترکستان ، روم ، چین ، اور هندوستان میں مسلمانوں کے ان امتیازی حقوق کا پتہ چلتا ہے (۱) - بہر حال اسی قاضی یا کونسل یا غیر حکومت کے مقررکردہ مسلمان افسر کا نام "هنرمند" تھا - تیسری صدی ہجری کے اخیر اور چوتھی صدی ہجری کے شروع میں چیمور میں عربوں کی اتنی بڑی آبادی ہو گئی تھی کہ ان کے لئے راجہ کو ایک هنرمند مقرر کرنا پڑا تھا جس کا نام عباس بن ماهان تھا - (۲)

---

(۱) دیکھو ابن حوقل ص ۲۳۳ -

(۲) عجائب الہند ص ۱۴۴ -

ولبھہ راے کی عملداری

چوتھی صدی ہجری کے شروع میں مسعودی ہندوستان آیا ، سنہ ۳۰۳ ھ میں وہ کھمبایت میں تھا - اس کے علاوہ وہ گجرات کے مختلف شہروں میں پھرا - ولبھہ راے (بلہرا) راجاؤں کے متعلق اس کي بھی شہادت وھی ھے جو اس کے ساتھہ ستر برس پہلے سلیمان تاجر نے ظاھر کی تھی - کہتا ھے " سندھہ اور ھندوستان کے تمام راجاؤں میں راجہ بلہرا کے راج کی طرح اور کسی راج میں عربوں اور مسلمانوں کی اتنی عزت نہیں - اسلام اس راجہ کي حکومت میں معزز اور محفوظ ھے اور اس کے ملک میں مسلمانوں کی مسجدیں اور جامع مسجدیں بنی ھیں جو ھر طرح آباد ھیں - یہاں کے راجہ چالیس چالیس ، پچاس پچاس ، برس راج کرتے ھیں ، یہاں کے لوگوں کا یہ اعتقاد ھے کہ ھمارے راجاؤں کی عمریں اسی عدل و انصاف اور مسلمانوں کی عزت کرنے کے سبب سے لمبی ھوتی ھیں - گجرات کے راجہ کی دشمنی کا وھی حال ھے اور طاقن یا دکھن کے راج میں بھي مسلمانوں کی وھی عزت ھے - (۱)

---

(۱) مروج الذهب مسعودي جلد اول صفحہ ۳۸۲ و ۳۸۳ -

صیمور میں دس ہزار کی آبادی

صیمور (ولبھہ راے کی حکومت میں ایک شہر) میں عربوں اور مخلوط النسل مسلمانوں کی آبادی، روز بروز بڑھتی جاتی ہے، جس زمانہ میں (سنہ ۳۰۴ھ میں) مسعودی آیا ہے صرف اسی ایک شہر میں مسلمانوں کی دس ہزار کی آبادی تھی -

بیسر

خدا جانے یہہ کیا لفظ ہے بہر حال اس کے معنی مسعودی نے یہہ لکھے ہیں کہ وہ مسلمان جو هندوستان میں پیدا ہوے ہیں اس کی جمع بیاسرہ ہے - مسعودی کی یہہ اہم عبارت حسب ذیل ہے :-

> "میں سنہ ۳۰۴ھ میں لار کی سرزمین میں سے جو بلہرا کی حکومت میں ہے شہر چیمور (صیمور) میں موجود تھا، اس زمانہ میں اس شہر کے حاکم کا نام جانچ تھا اور اس وقت وہاں دس ہزار مسلمان آباد تھے جو هندوستان کے پیداشدہ (بیاسرہ) اور سیراف، عمان، بصرہ اور بغداد اور دوسرے ملکوں کے تھے جنہوں نے یہاں بود و باش اختیار کرلی ہے - ان میں سے بہت سے

36

معزز سوداگر ہیں جیسے موسیٰ بن اسحاق
صندا لونی (صنداپوری ؟) اور ہنرمندی
کے عہدہ پر ان دنوں ابو سعید معروف
بن زکریا ممتاز تھے - ہنرمند سے
مراد مسلمانوں کا سردار ہے اور
اس کی صورت یہہ ہے کہ راجہ
مسلمانوں پر انہیں کے رئیسوں میں سے
کسی کو سردار بنا دیتا ہے اور مسلمانوں
کے معاملات اسی کے سپرد کر دیتا ہے
اور بیاسرہ کے معنی ہیں وہ مسلمان
جو ہندوستان میں پیدا ہوے ہوں " (۱) -

تھانہ میں

چھٹی صدی ہجری کے آخر میں سلطان شہاب الدین کا ہمعصر ابن سعید مغربی سنہ ٥٨٥ ھ مراکش اور مصر میں بیٹھکر بیرونی کی قانون مسعودي کی طرح جغرافیۂ فلکی پر ایک کتاب لکھہ رہا تھا - اس میں اس نے جنوبی ہند کے بعض شہروں کے نام لئے ہیں - تھانہ کے ذکر میں کہتا ہے کہ " یہہ گجرات (لار) کا آخری شہر ہے ' تاجروں کی زباں پر اس کا نام بہت مشہور ہے - اس ہندی ساحل پر رہنےوالے سب ہندو ہیں

(۱) مروج الذهب مسعودي ج ۲ ص ۸٥ و ۸٦ (لیڈن)

جو بت پوجتے ھیں مگر اپنے ساتھہ وہ مسلمانوں کو بھی بسا لیتے ھیں" (۱) -

کھمبایت میں

کھمبایت کی نسبت اس کا بیان ھے کہ " یہ بھی هندوستان کے ساحلی شہروں میں سے ھے جہاں تاجر جایا کرتے ھیں، اس میں مسلمان بھی آباد ھیں" - (۲) اس کے بعد ھی سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں (سنہ ۶۲۵ ھ) جامع الحکایات کا، مصنف عوفی غالباً سندھہ سے کھمبایت گیا تھا - اس کا بیان ھے کہ " وھاں (کھمبایت میں) خوش عقیدہ اور دیندار مسلمانوں کی آبادی ھے اور ان کی ایک جامع مسجد بھی ھے اور اس کا ایک امام اور خطیب بھی ھے - گجرات کا راجہ جو نہر والہ میں رھتا تھا ان لوگوں کے ساتھہ بہت عدل و انصاف کے ساتھہ پیش آتا تھا (۳) -

کھمبایت سے چیمور تک چوتھی صدی میں

ابن حوقل بغدادی جس نے چوتھی صدی ھجری میں گجرات سے سندھہ تک سفر کیا تھا وہ بیان کرتا ھے کہ -

---

(۱) بحوالہ تقویم البلدان ابوالفداء ص ۳۵۹ -
(۲) ایضاً ص ۲۵۷ -
(۳) جامع الحکایات عوفی کا قلمی نسخہ موجودہ دارالمصنفین (اعظم گڑھہ) -

"کھمبایت سے صیمور تک راجہ بلھرا (ولبھہ رائے) کی حکومت ہے...... اس میں غالب آبادی تو ہندوؤں کی ہے لیکن اس میں مسلمان بھی ہیں اور مسلمانوں پر حکومت خود مسلمانوں کی ہے یعنی راجہ کی طرف سے ایک مسلمان والی ان کے لئے مقرر ہوتا ہے - ...... ولبھہ رائے کے علاقوں میں مسجدیں ہیں جن میں جمعہ کی نمازیں ادا کی جاتی ہیں اور اسی طرح ان میں اور نمازیں پڑھی جاتی ہیں اور اذان بھی علی الاعلان دی جاتی ہے" (۱) -

کھمبایت سے کارومنڈل تک آٹھویں صدی ہجری میں

گجرات سے کارومنڈل تک جتنا علاقہ ملک کافور فتح کرتا چلا گیا تھا وہ ایک آندھی تھی جو آئی اور گذر گئی مگر ابتدا اور انتہا میں فتح علائی کا جو جھنڈا گڑا تھا وہ نہ اکھڑ سکا ' تاہم وہ دونوں خود مختار ہو گئے - ادھر گجرات اور ادھر کارومنڈل

---

(۱) ابن حوقل ص ۲۳۳ (لیڈن) -

بیچ میں سیکڑوں میل کے علاقہ بدستور هندو رایوں اور راجاؤں کے زیر فرماں رهے - گجرات تو پھر همیشه کے لئے اسلامی هو گیا مگر کارو منڈل (معبر) میں حسن کیتھلی اور اس کے جانشین نے آٹھویں صدی کے وسط تک تقریباً چالیس برس تک حکومت کی پھر بیجا نگر کے راجاؤں نے اس کو فتح کر لیا -

مراکش کا مشهور سیاح ابن بطوطه جو اسی زمانه میں هندوستان آیا تھا اور محمد تغلق کی طرف سے ایک جوابی سفارت لے کر چین جا رھا تھا وہ دهلی سے کھمبایت اور پھر کھمبایت سے کارومنڈل گیا تھا جهاں سے چین کو جهازات جاتے تھے - اس پورے راسته کی اسلامی آبادیوں اور وهاں کے حاکموں کا اس نے ذکر کیا هے جس سے معلوم هوتا هے که خالص هندؤں کی آبادی اور حکومت میں کهاں کهاں مسلمان آباد تھے اور ان کی کیا حالت تھی -

کھمبایت

ابن بطوطه دولت آباد اور ساگر هوکر کھمبایت پهنچا هے جو گجرات کی بڑی بندرگاہ تھی - یهه بندرگاہ گو اب دهلی کی سلطنت سے برائے نام وابسته تھا مگر یهاں کی تجارت، کاروبار، اثر و اِقتدار اور نظم و نسق تمام عرب اور عراق کے تاجروں اور جهازرانوں کے هاتھوں میں

تھا جو یہاں پہلے سے آباد چلے آتے تھے - عربی و عراقی و عجمی مسلمانوں کی ہر طرف کثرت تھی اور ان کی بنائی ہوئی مسجدیں اور خانقاہیں آباد تھیں - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ "یہہ شہر اپنی مسجدوں اور دوسری عمارتوں کے لحاظ سے بہترین شہر ہے اور اس کا سبب یہہ بتاتا ہے کہ یہاں کے اکثر باشندے بیرونی ملکوں سے تجارت کرتے ہیں، وہ ہمیشہ عمدہ مکانات اور خوبصورت مسجدیں بناتے رہتے ہیں اور ان کے بنانے میں ایک دوسرے سے بڑھہ جانے کا جذبہ پیدا ہے - عالیشان عمارتوں میں شریف سامری کا محل ہے، اس کے پہلو میں عظیم‌الشان مسجد ہے اور ملک‌التجار گازرونی کا بھی بڑا مکان ہے اور اس کے ساتھہ بھی، ایک مسجد ہے اور تاجر شمس‌الدین کلاہ‌دوز کا گھر بہت بڑا ہے - شہر میں حاجی ناصر کی خانقاہ ہے جو عراق کے شہر دیار بکر کے باشندہ تھے - دوسری خانقاہ خواجہ اسحاق کی ہے جہاں فقیروں کے لئے لنگر بھی تقسیم ہوتا ہے (۱) -

گاوی اور گندھار

گاوی اور گندھار یہہ دونوں بھڑوچ کے ساتھہ کی بندرگاہ تھے - (آئین اکبری) - ابن بطوطہ کھمبایت سے چل کر پہلے

(۱) سفرنامہ ابن بطوطہ عربی مطبوعہ خیریہ مصر جلد دوم صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹ -

گاوي اور گاوی سے گندھار پہنچا - کہتا ہے یہہ دونوں ساحلی شہر راجہ جالیندی کے قبضہ میں ہیں - مگر وہ بادشاہ اسلام کے ماتحت ہے، یہاں اس کو مسلمان آباد مانتے ہیں جن میں بہت سے راجہ کے درباریوں اور افسروں میں داخل تھے - ان میں ایک خواجہ بہرہ نام تھا اور دوسرا ناخدا ابراہیم تھا جو چھہ جہازوں کا مالک تھا - ابن بطوطہ اسی گندھار میں ناخدا ابراہیم اور اس کے بھائی کے جہازوں میں سوار ہوا - ان جہازوں کے نام جاگیر اور منورت تھے - جہازوں میں پچاس تیرانداز اور پچاس حبشي سپاہی تھے -

بیرم

یہہ ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جو ہندوستان کے ساحل سے چار میل دور ہے (یہہ عدن کے قریب کا بیرم نہیں) - پہلے اس پر ہندو قابض تھے پھر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا - ابن بطوطہ کے زمانہ میں ملک التجار گازرونی نے اس کو تعمیر کیا اور وہاں مسلمانوں کو آباد کیا -

گوگہ

یا گھوگہ (موجودہ بھاؤنگر کے پاس ہے) یہاں راجہ دنکول کی حکومت تھي - بہت بڑا شہر تھا - بڑے بڑے بازار تھے یہاں اس نے ایک مسجد دیکھی جو حضرت خضر کی طرف منسوب تھی (جن کو عام لوگ سمندر

مین ڈوبتوں کا سہارا سمجھتے ہیں) - یہاں حیدری فقیروں کا ایک گروہ تھا -

چندا پور

یہاں سے ہمارا مسافر چنداپور پہنچا جس کو عرب صندا پور کہتے تھے اور جس کو اسی تشابہ کی وجہ سے میں نے کبھی سنگھاپور سمجھا تھا - لیکن وہ درحقیقت موجودہ گوا کے پاس تھا - ہمارا سیاح یہاں ایک مسلمان سلطان جمال الدین ہنوری کی ریاست پاتا ہے - اس سلطان جمال الدین کا باپ حسن ایک جہازراں تھا - سلطان جمال الدین راجہ ہریب (صحیح نام ہریر ہے اور یہہ بیجانگر کا راجہ تھا) کے ماتحت تھا - یہاں ایک ہندؤوں کا اور دوسرا مسلمانوں کا محلہ الگ الگ تھا - یہاں ایک عظیم‌الشان مسجد تھی ' ابن بطوطہ کی نگاہ میں بغداد کی مسجدوں کا مقابلہ کرتی تھی -

چندا پور کے پاس ہی ایک اور چھوٹی سی ساحلی آبادی تھی جہاں ایک گرجا بھی تھا ' اور وہاں کے ایک بتخانہ میں ایک بظاہر جوگی لیکن در حقیقت مسلمان صوفی سے اس کی ملاقات ہوتی ہے جو صرف اشاروں سے باتیں کرتا تھا -

ہنور

جس کو ہونور کہتے ہیں اور جو اب بھی احاطۂ بمبئی میں شمالی کنڑا کے ضلع میں ہے - یہ سلطان

جمال الدین کا اصلی مرکز تھا - یہاں ابن بطوطہ کو شیخ محمد ناگوری نام ایک صاحب خانقاہ بزرگ ملے اور فقیہ اسماعیل سے جو قرآن پاک کے استاد تھے اور نور الدین علی قاضی سے اور ایک اور امام سے ملاقات ہوئی - اس شہر میں اس نے عجیب بات یہہ پائی کہ یہاں عورتوں ، مردوں سب میں تعلیم کا برابر چرچا تھا - شہر میں ۱۳ مکتب لڑکیوں کے اور ۲۳ لڑکوں کے دیکھے - هنور کی مسلمان عورتیں بھی ہندو عورتوں کی طرح ساری باندھتی تھیں - باشندوں کا ذریعۂ معاش تجارت تھی - یہاں ابن بطوطہ کو اس مسلمان جوگی کا ایک پیام اور تحفہ ملا - باشندے امام شافعی کے پیرو تھے جس کے معنی یہہ ہیں کہ وہ عرب تھے یا ان کی اولاد تھے -

ملیبار

هنور سے ابن بطوطہ کا جہاز ملیبار کے سواحل پر آکر لگتا ہے - کہتا ہے کہ اس علاقہ کی حد چندا پور سے کولم تک دو مہینہ کا راستہ ہے - یہہ سیاہ مرچوں والا ملک ہے اس ملک میں چھوٹے بڑے بارہ ہندو راجہ ہیں - بڑے راجاؤں کے پاس پچاس پچاس ہزار اور چھوٹوں کے پاس تین چار ہزار فوج ہے - ایک راجہ کا علاقہ ختم ہو کر جہاں دوسرے راجہ کا علاقہ شروع ہوتا ہے

وہاں لکڑی کا ایک پھاٹک لگا ہے جس پر اس علاقہ کے راجہ کا نام لکھا ہے - ہندو حکومت ہونے کے باوجود ان علاقوں میں مسلمانوں کی بڑی عزت ہے - چندا پور سے کولم تک ہر آدھ میل پر لکڑی کا ایک مکان بنا ہے جس میں دوکانیں اور چبوترے بنے ہیں ہر مسافر خواہ وہ مسلمان ہو یا ہندو ہو آرام کرتا ہے - ہر ایک مکان کے پاس ایک کنواں ہے جس پر ایک ہندو سب کو پانی پلاتا ہے - ہندوؤں کو برتن میں اور مسلمانوں کو اوک سے - ہندو باشندے مسلمانوں کو اپنے گھروں کے اندر نہیں آنے دیتے اور نہ اپنے برتنوں میں ان کو کھلاتے ہیں اور اگر کھلاتے ہیں تو یا اس برتن کو توڑ دیتے ہیں یا اسی مسلمان کو دے دیتے ہیں لیکن جہاں کہیں کوئی مسلمان نہ ہو وہاں وہ مسلمانوں کا کھانا پکا دیتے ہیں اور کیلے کے پتے پر رکھ دیتے ہیں جو باقی بچتا ہے وہ چیل کوے اور کتے کو کھلا دیتے ہیں - اس پورے راستہ میں ہر منزل میں مسلمان آباد ہیں جن کے پاس مسافر جاکر ٹھہرتے ہیں اور وہ ان کے لئے ہر چیز خرید کر کھانا پکا دیتے ہیں یہاں اگر مسلمانوں کی آبادی جا بجا نہ ہوتی تو مسلمان مسافروں کا یہاں سفر کرنا مشکل تھا - راستہ میں بھی اگر ہندو کسی مسلمان راہ چلتے کو دیکھتے ہیں تو راستہ سے ہٹ جاتے ہیں -

ابی سرور

ملیبار کے جس شہر میں پہلے وہ داخل ہوتا ہے اس کا نام وہ ابی سرور بتاتا ہے - ابوالفدا نے اپنے جغرافیہ میں اس شہر کا نام یاسرور لکھا ہے - ابن بطوطہ کہتا ہے یہہ ایک چھوٹی سی بندرگاہ ہے یہاں بھی مسلمانوں کی آبادی ہے اور ان کا سب سے بڑا آدمی یہاں شیخ جمعہ ہے جو ابی ستہ کے نام سے مشہور ہے بڑا مخیر آدمی ہے اس نے اپنی دولت فقیروں اور محتاجوں کو بانٹ دی ہے یہاں ناریل کے درخت بہت ہیں -

پاکنور

ابی سرور سے وہ پاکنور پہنچتا ہے (یہہ مدراس میں جنوبی کنٹری میں برکور کے نام سے اب مشہور ہے یہہ ابن بطوطہ کے زمانہ میں بیجانگر کے ماتحت تھا) کہتا ہے کہ یہاں کے راجہ کا نام باس‌دیو ہے اس کے پاس تیس جنگی جہاز ہیں لیکن ان کا امیرالبحر مسلمان ہے جو اچھا نہ تھا - تاجروں کو لوٹتا تھا - جب یہاں کوئی جہاز آتا ہے تو راجہ "بندرگاہ کے حق" کے نام سے کچھہ وصول کرتا تھا - راجہ نے ابن بطوطہ کی بڑی خاطر کی - یہاں کا بڑا آدمی حسین سلاط ہے اور یہاں قاضی اور خطیب مقرر ہیں اور حسین سلاط کی بنوائی ہوئی ایک مسجد بھی ہے -

منگور

یہاں سے وہ منگرور (منگلور) جاکر لنگر ڈالتا ہے - کہتا ہے کہ یہہ ملیبار کا سب سے بڑا دریائی موقع ہے اور فارس اور یمن کے اکثر تاجر یہاں اترتے ہیں - اس کے راجہ کا نام رام دیو ہے - چار ہزار کے قریب مسلمان یہاں آباد ہیں ان کا محلہ الگ ہے - کبھی، کبھی یہاں کے باشندوں سے ان کی لڑائی بھی ہوتی ہے مگر راجہ بیچ میں پڑکر دونوں میں صلح کرا دیتا ہے - یہاں ایک قاضی ہے جو نہایت لائق اور فیاض آدمی ہے جس کا نام بدرالدین ہے معبر (کارومنڈل) کا رہنے والا شافعی مذہب ہے - یہاں کے راجہ نے اپنے لڑکے کو جب ضمانت کے طور پر جہاز میں بھیجا تب ہم قاضی کے کہنے سے اترے تین دن تک ہماری ضیافت ان لوگوں نے کی -

هیلی

هیلی نام گو اب کوئی بندر نہیں مگر کننانور سے سولہ میل شمال کی طرف پہاڑ کا ایک کونا سمندر میں نکلا ہے اس کو کوہ هیلي (ایلی) کہتے ہیں - ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ "یہہ بہت بڑا اور خوبصورت شہر ہے یہاں بڑے بڑے جہازات آتے ہیں چین کے جہاز یہیں آکر ٹھہرتے ہیں - یہہ شہر ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے نزدیک مقدس ہے کیونکہ یہاں ایک جامع

مسجد ہے جس کي نذر تمام جہاز والے مانتے ہیں اور دیتے ہیں اس کی نذر و نیاز کا ایک خزانہ ہے جس کا منتظم حسین نام وہاں کی مسجد کا امام ہے اور حسین وزان یہاں کے مسلمانوں کا سردار ہے - یہاں طالب علموں کی ایک جماعت ہے جس کو اسی جامع مسجد کے خزانہ سے وظیفہ ملتا ہے اس مسجد کے متعلق ایک لنگر خانہ بھی ہے جہاں سے مسافروں کو اور غریب مسلمانوں کو کھانا بٹتا ہے - یہاں مقدشوا (افریقہ) کے ایک درویش سے ابن بطوطہ کی ملاقات ہوتی ہے یہہ بزرگ ہندوستان اور چین اور عرب کي سیاحت کر چکے تھے -

جرپتن

یہہ ملیبار کے علاقہ میں شاید وہ مقام ہے جس کو اب سری کنداپورم کہتے ہیں - پہلی صدی ہجری میں ملیبار کے راجہ کے مسلمان ہونے پر ملیبار کے مختلف شہروں میں جو مسجدیں بنی تھیں ان میں ایک یہاں بھی بنی تھی - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ " یہاں کے راجہ کا نام کویل ہے یہہ ملیبار کا بڑا راجہ ہے اس کے جہازات فارس، یمن اور عمان جاتے ہیں " یہاں بغداد کے ایک عالم سے اس کی ملاقات ہوئی جن کا ایک بھائی یہاں کا بڑا سوداگر تھا اور جو بڑی دولت چھوڑ کر مرا تھا - ہندو راجہ مسلمان میت کے ترکہ میں سے کچھہ

نہیں لیتا بلکہ وہ مسلمانوں کے سردار کے پاس امانت رهتا هے - ابن بطوطه کا بیان هے که جب میں چلا هوں تو وہ عالم صاحب اپنے متوفی بھائی کا سب سامان لے کر بغداد کی روانگی کی تیاری کر رهے تھے -

دہ پتن

یہه بهی راجه کویل کی عملداری میں هے سمندر کے کنارے یہه بڑا شہر هے - باغات بکثرت هیں ناریل ' سیاہ مرچ ' چهالیه ' پان اور ادوی کی بہتات هے - یہاں راجه کویل کے بزرگوں میں سے کسی کا بنایا هوا ایک نہایت خوبصورت تالاب هے جس میں تراشے هوئے سرخ پتھر لگے هیں اور جس کے چاروں کونوں پر چار گنبد هیں اور اسی کے قریب راجه کویل کے باپ دادوں میں سے کسی کی بنوائی هوئی مسجد بهی هے - مسلمان اس تالاب میں نہاتے اور وضو کرتے اور اس مسجد میں نماز پڑهتے هیں - کہتے هیں که وہ راجه مسلمان تها اس کے مسلمان هونے کا قصه ابن بطوطه نے وهاں کے مسلمانوں کی زبانی یہه سنا که جہاں مسجد هے وهاں ایک ایسا درخت تها! جس میں هر خزاں کے موسم میں ایک ایسا پتا گرتا جس پر کلمه لکها هوتا تها جب یہه پتا گرتا تها تو آدها مسلمان اور آدها هندو لے لیتے تهے - اس سے بیماروں کو شفا هو جاتی تهی - اسی کرامت کو دیکهه کر

وہ راجہ مسلمان ہوگیا تھا - وہ عربی خط پڑھ سکتا تھا اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا مسلمان نہ ہوا اور اس نے اس درخت کو جڑ سے اُکھڑوا دیا مگر وہ پھر نکل آیا - ابن بطوطہ کے زمانہ میں اس مسجد کے پاس وہ درخت موجود تھا اس کے سامنے ایک محراب بنی تھی -

بدھہ پٹن

دہ پٹن سے جہاز بدھہ پٹن پہنچا یہاں یہی پہلی صدی ہجری والے نو مسلم راجہ کی ایک مسجد تھی - ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ یہہ بھی سمندر کے کنارے ایک بڑا شہر ہے (یہہ شاید شہر چالیام تھا جو موجودہ شہر بے پور کے قریب واقع تھا) - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ یہاں زیادہ‌تر برہمن آباد ہیں جو مسلمانوں سے بہت نفرت رکھتے ہیں اور مسلمان آباد نہیں - شہر کے باہر سمندر کنارے ایک مسجد ہے ' مسلمان مسافر وہیں جاکر ٹھہرتے ہیں یہہ مسجد بھی اس لئے بچی ہوئی ہے کہ ایک دفعہ کسی برہمن نے اس کی چھت توڑ کر اس کی لکڑی اپنے گھر میں لگا لی تو اس کا گھر جل گیا جس میں وہ خود مع اپنے تمام خاندان اور اسباب کے جل کر مر گیا - اس وقت سے کوئی برہمن اس مسجد کو نہیں چھوتا بلکہ وہ اس مسجد کی خدمت اور حفاظت کرتے ہیں - آنے جانے والوں کے

پینے کے لئے پانی کا انتظام کیا ہے اور اس کے دروازہ پر جالی لگادی ہے تاکہ اس میں پرند نہ جائیں -

پندارانی

یہاں سے نکل کر ہمارا سیاح پندارانی پہنچا جس کو وہ قندریند کہتا ہے اور جو کالی کٹ سے سولہ میل اتر ہے - کہتا ہے کہ "یہہ بہت بڑا شہر ہے اس میں مسلمانوں کے تین محلے آباد ہیں ہر محلہ میں ایک مسجد ہے ' سمندر کے کنارہ سمندر کے رخ پر ایک پرفضا جامع مسجد ہے وہاں کا قاضی اور امام عمان کا رہنے والا ہے یہاں گرمیوں میں چین کے جہاز آکر ٹھہرتے ہیں" -

کالی کٹ

اب ہمارا سیاح ملیبار کے مشہور بندر کالی کٹ میں پہنچتا ہے - کہتا ہے کہ یہہ ملیبار میں سب سے بڑا بندر ہے یہاں چین ' جاوا ' سیلون ' مالدیپ ' یمن ' اور فارس کے سوداگر بلکہ تمام دنیا کے سوداگر آتے ہیں - یہاں کا بندر دنیا کی بڑی بندرگاہوں میں سے ہے - یہاں کا راجہ ہندو ہے جس کا لقب زیمور (سامری) ہے - یہہ اسی طرح ڈاڑھی منڈاتا ہے جس طرح (رومی) فرنگی لوگ جن کو میں نے وہاں دیکھا ہے منڈاتے ہیں لیکن یہاں کے سوداگروں اور تاجروں کا سردار مسلمان ہے اس کا نام ابراہیم شاہ بندر

ہے وہ بحرین کا باشندہ ہے بڑا عالم اور سخی داتا ہے - ہر طرف کے سوداگر اس کے دسترخوان پر آکر کھانا کھاتے ہیں - شہر کا قاضی فخرالدین عثمانی ہے اور خانقاہ کا شیخ شہاب الدین گازرونی ہے - چین اور ہندوستان میں جو لوگ ابواسحاق گازرونی کی نذر مانتے ہیں وہ اسی خانقاہ میں لاکر اپنی نذر پیش کرتے ہیں - ناخدا مثقال بھی یہیں رہتا ہے - یہہ شخص بہت مشہور اور مالدار دریائی تاجر ہے اس کے اپنے جہاز ہیں جو ہندوستان ، یمن ، چین اور فارس سے تجارت کا سامان لاتے اور لے جاتے ہیں - راجہ کے نائب اور شیخ شہاب الدین اور ابراہیم شاہ بندر نے ابن بطوطہ کا استقبال سلطان محمد تغلق کے سفیر کی حیثیت سے طبل و علم و نقارہ کے ساتھہ کیا - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ کالی کٹ کا راجہ بڑا عادل ہے - ایک دفعہ راجہ کے نائب کے بھتیجے نے ایک مسلمان تاجر کی تلوار چھین لی ، تاجر نے اس کے چچا سے جاکر شکایت کی اس نے تحقیق کے بعد حکم دیا کہ اسی تلوار سے اس کے بھتیجے کے دو ٹکڑے کردئے جائیں -

چین کے جہازات یہیں سے روانہ ہوتے تھے ، اچھے موسم کے انتظار میں ابن بطوطہ کو مہینوں قیام کرنا پڑا - اس کے جہاز کا وکیل ، ملک شام کا رہنے والا سلیمان صفدی نام تھا ، اس کی غلطی سے یہہ واقعہ پیش آیا کہ

ابن بطوطہ کا مال و اسباب تو جہاز پر چڑھ گیا مگر وہ خود ساحل پر چھوٹ گیا اور آخر وہ خشکی کے راستہ سے کولم روانہ ہوا تاکہ وہاں وہ اس جہاز کو پاکر سوار ہو جائے -

کولم

کولم موجودہ تراونکور میں داخل ہے - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ "تمام ملیبار میں یہہ شہر سب سے زیادہ خوبصورت ہے ' بازار بھی اچھے ہیں ' سوداگر اتنے بڑے مالدار ہیں کہ پورے جہاز کے جہاز کا مال وہ ایک دفعہ خرید لیتے ہیں اور گودام میں رکھہ کر بیچتے ہیں - مسلمان سوداگر بھی یہاں بکثرت ہیں - ان میں سب سے بڑا شہر آوہ کا باشندہ علاءالدین ہے - یہاں عراقی خاصی تعداد میں آباد ہیں ' شہر کا قاضی قزوین کا ایک فاضل ہے - شہر میں سب سے دولت مند مسلمان محمد شاہ بندر ہے - اس کا بھائی تقی الدین بڑا فاضل ہے ' یہاں کی جامع مسجد بھی اچھی اور خوبصورت ہے ' یہاں کے راجہ کا نام ترووی (بناتے ڈیری اس زبان میں راجہ کو کہتے ہیں) ہے - یہہ مسلمانوں کی بڑی عزت کرتا ہے اور بہت منصف مزاج ہے ' یہاں کالی کٹ والے شیخ شہاب الدین گازرونی کے بیٹے شیخ فخرالدین کی خانقاہ ہے -

چالیات

ابن بطوطه کو جہازوں کی تباهی کے سبب سے پھر اسی راسته سے کالی کٹ کو واپس آنا پڑا - راسته میں وہ چالیات میں ٹھہرا ' جس کو عرب شالیات کہتے تھے اور اب اس کو شالیا کہتے هیں - یہه کالی کٹ کے قریب تھا ' ابن بطوطه یہاں کے کپڑوں کی صنعت کی تعریف کرتا هے ' وہ یہاں سے هنور ' اور وهاں سے چندا پور (گوا) پہنچتا هے ' تو معلوم هوتا هے که راجه (شاید بیجانگر کا راجه مراد هے) نے لڑکر سلطان جمال الدین هنوری کے هاتهه سے یہاں کی ریاست چهین لی - ابن بطوطه یہاں سے سوار هو کر مالدیپ چلا گیا -

مالدیپ

یہاں عرب مسلمانوں کی بڑی آبادی تهی اور سلطانه خدیجه حکمراں تهی ' اس کا پورا حال اوپر گذر چکا هے -

سیلون

مالدیپ سے وہ سیلون آتا هے ' یہاں کا راجه اس وقت اریا چکروتی نام تها ' اس کے پاس بہت سے جہازات تهے جو یمن تک جایا کرتے تهے - یہه راجه فارسی زبان سمجهتا تها ' نقش قدم کی وجه سے یہاں عربی اور عجمی مسلمان فقیروں اور درویشوں کی آمد و رفت لگی تهی -

گالی

پھرتا پھراتا وہ سیلون کے بندر گالی (قالی) میں پہنچتا ہے، یہاں سے آج بڑی یورپ اور اسٹریلیا کو جہازات جاتے ہیں، یہاں کے جہازوں کا مالک ناخدا ابراہیم نام تھا، وہ کلمبو اور بطالہ سے جہاز پر سوار ہو کر ناخدا ابراہیم کے جہاز پر معبر (کارومنڈل) ہندوستان کے ساحل پر دوبارہ آیا -

معبر (کارومنڈل)

ابن بطوطہ جس وقت کارومنڈل پہنچا ہے اس وقت وہاں غیاث‌الدین وامغانی بادشاہ تھا، یہہ وہی حکومت تھی جو علاؤالدین خلجی کے افسر ملک کافور کی فتح کے بعد یہاں قائم ہو گئی تھی - یہہ غالباً سنہ ۷۴۱ ھ (۱۳۴۱ء) تھا، اس صدی کے اخیر میں بیجانگر کے راجہ نے اس اسلامی سلطنت کا خاتمہ کر دیا - شہر مدورا اس کا پایہ تخت تھا -

دوار سمندر

جہاں اب مسیور کی ریاست ہے - وہاں اس وقت ہوسیالا خاندان کا راج تھا - ان کے پایہ‌تخت کا نام دوار سمندر تھا - اس وقت جو راجہ حکمراں تھا اس کا نام بلال‌دیو تھا - ابن بطوطہ نے اس کے لشکر کی تعداد ایک لاکھہ بتائی ہے، اس میں ۲۰ ہزار کے قریب مسلمان تھے

جو ابن بطوطہ کے بیان کے مطابق سب بھاگے ہوئے مجرم اور پہلے چور اور ڈاکو تھے، مگر اتنے چور، ڈاکو اور مجرم کہاں سے آگئے تھے شاید یہہ ابن بطوطہ نے اس غصہ میں لکھہ دیا ہے کہ یہہ لوگ اس وقت کارومنڈل کے بادشاہ غیاث الدین سے جو ابن بطوطہ کا ساڑھو تھا برسر پرخاش تھے -

بیجانگر

دریاے کرشنا سے لیکر سمندر کے کنارے تک بیجانگر کی عظیم‌الشان ہندو حکومت قائم تھی - کیا تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف تو خشکی میں بہمنیوں کی اسلامی سلطنت سے اس کی دائمی لڑائی برپا تھی اور دوسری طرف سمندر کے راستہ سے عرب و فارس کے مسلمان بادشاہوں سے اس کے تعلقات قائم تھے اور چنانچہ امیر تیمور کے بیٹے مرزاشاہرخ نے یہاں اپنی سفارت بھیجی تھی جس کے سروفد مولنا کمال‌الدین عبدالرزاق تھے انھوں نے واپس جاکر بیجانگر کی سلطنت کے جاہ و جلال اور ترقی و کمال کا جو حال لکھا ہے اسکو خاوند شاہ نے روضۃالصفا کے آخر میں اور حبیب‌البشیر نے جغرافیہ کے حصہ میں منگلور، کالی‌کٹ اور بیجانگر کے ناموں کے نیچے نقل کیا ہے - بیجانگر کی فوج میں دس ہزار مسلمان موجود تھے اور بیجانگر کے راجہ ان کی فوجی قوت کی برتری کے سبب سے ان کی عزت کرتے تھے

مسجد بھی بنوادی تھی اور قرآن پاک کی تعظیم بھی کی جاتی تھی (۱) -

حاضرین ! ان دور دراز علاقوں میں پھرتے پھراتے اکتا گئے ہوں مگر آپ نے دیکھہ لیا کہ ان دورافتادہ علاقوں میں مسلمان اسلامی جنگی فتوحات سے پہلے بھی کہاں کہاں اور کس کس صورت میں پھیلے تھے اور ہندو ہمسایوں اور راجاؤں سے ان کے تعلقات کیسے تھے ؟ اور ہندو مسلمانوں کے تعلقات کا یہہ منظر شمالی ہندوستان کے منظر سے کتنا مختلف ہے ؟ اب آئے تھوڑی دیر سندھہ کے ریگستان کا بھی لطف اتھائیں -

چھتا مرکز سندھہ

گذر چکا ہے کہ عربوں نے کس طرح دیبل (تھتھہ) سے ملتان تک پہلی صدی ہجری کے آخر میں فتح کیا مگر واقعہ یہہ ہے کہ اس فتح بلکہ حملہ سے بھی پہلے سندھہ میں مسلمان آباد ہوچکے تھے چنانچہ پانچ سو عرب مسلمان ایک عرب سردار کی ماتحتی میں مکران سے بھاگ کر سندھہ کے راجہ داھر کے یہاں چلے آے تھے (۲) - محمد بن قاسم نے پہلی صدی ہجری کے آخر

---

(۱) فرشتہ جلد اول ص ۳۳۳ نولکشور -

(۲) بلاذری فتوح سندھہ -

میں سندھ اور ملتان کو فتح کیا ، اس کے بعد سے تقریباً سواسو برس تک یہہ ملک پہلے دمشق پھر بغداد کی حکومت کا جزء رہا - تیسری صدی ھجری (نویں صدی عیسوی) کے بیچ میں معتصم‌باللہ کے بعد مرکز کی کمزوری کے سبب سے یہاں کے عرب گورنروں نے خود مختاری سی حاصل کرلی ، اس کے بعد کہیں ھندو راجاؤں نے کسی کسی حصہ پر قبضہ کرلیا اور کہیں مسلمانوں نے اپنی ریاستیں کھڑی کرلیں - سلطان محمود غزنوی کے حملہ تک ان میں سے بعض بعض مسلمان ریاستیں سندھ میں قائم تھیں ان میں سے دو نسبتاً ذرا بڑی تھیں - ایک سندھ کے سرے پر منصورہ میں اور دوسری سندھ کے خاتمہ پر ملتان میں - چوتھی صدی ھجری کے اخیر تک جو عرب سیاح یہاں آتے گئے ھیں وہ ان دونوں اسلامی ریاستوں کا حال بیان کرتے آئے ھیں - ملتان ، منصورہ ، دیبل اور دوسرے شہروں سے سلطان محمود کے وجود سے پہلے بیسیوں مسلمان عالم اور محدث پیدا ھوئے جن میں سے ایک ابومعشرنجیح سندھی ھیں جو دوسری صدی میں تھے اور جو سیرت کے امام سمجھے جاتے تھے اور جن کی یہہ عزت تھی کہ جب انہوں نے انتقال کیا تو خلیفہ مہدی نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی - اسی زمانہ کا ایک مشہور سندھی عربی شاعر ابوعطا سندھی ھے جس کا تلفظ گو درست نہ تھا مگر اسکے عربی اشعار کو خالص عرب اھل زبان نے بھی

تسلیم کیا - اس درجہ اور رتبہ کے دوسرے بزرگوں کے نام یہاں گنائے جائیں تو ایک اور دفتر شروع ہو جائیگا اس لئے ان کو چھوڑتا ہوں -

عربوں نے سندھ کا علاقہ فتح کرنے کے بعد وہاں اپنی نوآبادیاں قائم کیں - قریش، کلب، تمیم، اسد اور یمن و حجاز کے بہت سے قبیلے یہاں کے مختلف شہروں میں آکر آباد ہوئے اور تیسری صدی ہجری کے بیچ تک ان کی حکومت ملتان سے لے کر سمندر تک کسی نہ کسی طرح قائم رہی لیکن آخرکار یمنی اور حجازی عربوں کی باہمی خانہ جنگی نے ان کو برباد کردیا اور بہت سے علاقے ان کے ہاتھوں سے نکل گئے - تاہم ملتان اور منصورہ (سندھ) دو ریاستیں ان کی ایسی تھیں جو سلطان محمود غزنوی کے حملہ تک قائم رہیں - پہلے انہیں دونوں کا حال ذرا تفصیل سے بیان کرنا ہے -

ملتان

گذر چکا ہے کہ اس شہر پر عربوں نے پہلی صدی ہجری (ساتویں صدی عیسوی) میں قبضہ کیا - اس وقت سے لے کر سلطان محمود غزنوی کے زمانے تک برابر اس پر عربوں کا ہی قبضہ رہا - تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے ہر عرب سیاح نے اس کا ذکر کیا ہے - سلطان محمود کے حملہ کے وقت اور اس کے بعد بھی برابر مسلمانوں کی

نوآبادی یہاں قائم رهی - شروع میں سندهه کے دوسرے شہروں کے ساتهه ملتان پر بهي دمشق کے اموی خاندان کا قبضہ رہا - تیس پینتیس برس کے بعد زمانہ نے کروٹ لی ' سنہ ۱۳۲ ھ میں اسلامي حکومت کی مسند پر بنوامیہ کی جگہ بنوعباس بیٹھے اور حکومت کا مرکز دمشق سے هٹ کر بغداد آگیا - اس کے بعد تقریباً تیسری صدی هجری کے شروع تک یعنی معتصم تک ملتان عباسي حکومت کے مرکز سے وابستہ رہا ' اس کے بعد یہہ هوا کہ اگر خلیفہ زبردست هوا تو اس نے اس دور دراز شہر پر قبضہ رکھا اور اگر کمزور هوا تو یہاں کے والی اور عامل خود مختار بن گئے - اس زمانہ میں ملتان سندهه اور منصورہ کے والیوں کے پاس رہا مگر بعد کو ملتان سندهه سے بھی الگ هوکر ایک خود مختار اور مستقل حکومت بن گیا - اس استقلال اور خود مختاری کی تاریخ غالباً تیسري صدی هجری کا وسط ھے -

ملتان سے مقصود صرف ایک شہر نہیں بلکہ پورا صوبہ ھے جو کبھی پوري ایک ریاست بلکہ سلطنت تھا - مصر کے وزیر مہلبي نے چوتھی صدی هجری میں لکھا ھے کہ "اس کے حدود وسیع هیں ' پچھم طرف مکران اور دکھن میں منصورہ (سندهه) تک اس کی وسعت ھے" (۱) - دریاے سندهه کے پاس جو قنوج تھا سنہ ۳۰۰ ھ

(۱) ابوالفدا کی تقویم البلدان ص ۳۵۰ (پیرس) -

میں وہ ملتان میں تھا (۱) - اس زمانہ میں ایک لاکھہ اور بیس گانوں شمار کے رو سے ملتان کی اسلامی ریاست کے حدود میں تھے (۲) -

پرانی سلطنتوں میں یہہ اکثر قاعدہ رہا ہے اور ہونا بھی چاہئے کہ مذہب کے غیر سرکاری فرقے بھاگ بھاگ کر حکومت کے آخری اور سرحدی ملکوں میں جاکر پناہ لیتے ہیں - مجوسی ایرانیوں اور عیسائی رومیوں میں بھی یہی دستور تھا اور مسلمان عربوں میں بھی یہی ہوا ' چنانچہ پہلے آچکا ہے کہ قزدار میں خارجی مسلمانوں کی آبادی اور انہیں کی ریاست قائم تھی - اسی طرح ملتان بھی شیعوں کے ایک فرقہ اسماعیلیہ کی جاپناہ بن گیا تھا اور بعد کو وہاں ان کی حکومت قائم ہوگئی تھی یہہ خالص عربی النسل تھے اور اپنے کو سامہ بن لوئی کی اولاد کہتے تھے -

بنوسامہ کون تھے

قریش کے اجداد میں اوپر ایک نام لوئی بن غالب ہے اس لوئی کی ایک اولاد کا نام سامہ تھا ' اسی خاندان کو

---

(۱) مسعودي جلد اول ص ۳۷۲ (بیروس) -

(۲) ایضاً ص ۳۷۵ -

بنو سامہ (۱) کہتے تھے - اسلام میں اس خاندان کا عروج معتضد کے زمانہ میں (سنہ ۲۷۹ ھ سنہ ۲۸۶ ھ) میں ہوا - اس کی صورت یہہ ہوئی کہ عرب کے صوبہ عمان میں خارجیوں کی کثرت تھی خلیفہ نے محمد بن قاسم کو ان کی سرکوبی کے لئے متعین کیا ؛ اس نے خوارج کو شکست دی اور عمان میں اپنی ریاست قائم کی اور اہل سنت کے مذہب کو رائج کیا - یہہ اس خاندان کا پہلا امیر ہے اور اس کے بعد اس کی اولاد اس ریاست پر برابر قابض رہی - سنہ ۳۰۵ ھ میں ان میں باہم خانہ جنگی ہوئی - قرامطہ جو بحرین میں اس وقت زور پکڑ رہے تھے ' انہوں نے اس سے فائدہ اُٹھایا یہاں تک کہ سنہ ۳۱۷ ھ میں ابوطاہر قرمطی نے عمان کو اس کے قبضہ سے نکال کر قرمطی حدود سلطنت میں داخل کرلیا - (۲)

عمان اور سندھہ کی دریائی آمد و رفت اور بحری تجارت ہمیشہ سے قائم تھی اور غالباً بنوسامہ کا تعلق سندھہ سے بہت پرانا تھا ؛ چنانچہ بنوسامہ کے غلام فضل بن ماہان اور فضل بن ماہان کے بعض اہل خاندان سندھہ کے ایک مقام سندان پر مامون کے زمانہ سے

---

(۱) ابن خلدون نے اس کی بار بار تصریح کی ہے کہ بنوسامہ کا اس سامہ بن لوئي کے خاندان سے ہونا قریش کے اکثر نسب دان تسلیم نہیں کرتے دیکھو ابن خلدون ج ۱ ص ۳۲۴ و جلد ۴ ص ۹۳ -

(۲) ایضاً جلد ۴ ص ۹۳ (مصر) -

لے کر معتصم باللہ (سنہ ۲۲۷ ھ) تک حکومت کی اور پھر برادرانہ خانہ جنگی میں برباد ہوئی (۱) ـ

اس تعلق سے یہہ تعجب کی بات نہیں اگر عمان میں بنوسامہ کی ریاست تباہ ہونے کے بعد وہ قرامطہ سے بھاگ کر سندھہ اور سندھہ سے ملتان چلے آئے ہوں اور یہاں خدا نے ان کو پھر نئی سلطنت عطا کی ہو ـ بہر حال یہی بنوسامہ ملتان کے امراء تھے اور انہیں کو پچھلے مورث کے لحاظ سے بنومنبہ بھی کہتے تھے اور تیسری صدی ہجری کے خاتمہ میں سب سے پہلے ان کی خودمختار ریاست کا نام ہم کو ملتا ھے ـ

بنومنبہ

سب سے پہلے ابن رستہ جسکا زمانہ سنہ ۲۹۰ ھ ھے ، اپنی کتاب الاعلاق النفسیہ کے حصۂ جغرافیہ میں کہتا ھے :-

"ملتان میں ایک قوم رہتی ھے جو دعویٰ کرتی ھے کہ وہ سامہ بن لوی (۲) کے خاندان سے ھے ، ان کو لوگ بنو

(۱) بلاذری ص ۴۴۶ (لیڈن) ـ

(۲) بعض مورخوں اور سیاحوں نے "سامہ" کے بجاے "آسامہ" کہیں کہیں لکھہ دیا ھے یہہ صحیح نہیں ـ

منبه کہتے ہیں اور وہی وہاں بادشاہ ہیں اور وہ امیرالمؤمنین کا خطبہ پڑھتے ہیں - ہندوستان کے راجہ ان سے لڑنے آتے ہیں تو وہ بھی ملتان سے اپنی بڑی فوج لے کر نکلتے ہیں اور ان سے لڑتے ہیں اور اپنی دولت اور قوت کے سبب سے ان پر غالب آتے ہیں،، (۱) -

اس کے دس برس کے بعد مسعودی سنہ ٣٠٠ ھ کے بعد ہی ملتان پہنچتا ہے وہ لکھتا ہے :-

،، ملتان کا امیر جیسا کہ ہم نے کہا ہے کہ سلطنت یہاں سامہ بن لوئی بن غالب کے ہاتھہ میں ہے، اس کے پاس فوج اور قوت ہے اور ملتان اسلامی حکومت کی بڑی سرحدوں میں سے ایک سرحد ہے - ملتان کے تابع اس کے چاروں طرف ایک لاکھہ بیس گانوں ایسے ہیں جو شمار میں آئے ہیں اور یہیں وہ مشہور بت خانہ ہے، ......امیر ملتان کی زیادہ‌تر آمدنی

---

(۱) الاعلاق النفسیه ابن رسته ص ١٣٥ لیدن سنه ١٨٩٢ ء -

ان خوشبو لکڑیوں سے ہے جو دور دور سے اس بت خانہ کے لئے بھیجی جاتی ہیں ...... جب کبھی ہندو اس پر حملہ کرتے ہیں اور مسلمان اس کے مقابلہ سے عاجز آتے ہیں تو وہ دھمکی دیتے ہیں کہ ہم اس بت خانہ کو توڑ دیں گے تو ہندو فوجیں واپس چلی جاتی ہیں - میرا ملتان جانا سنہ ۳۰۰ کے بعد ہوا اس وقت وہاں بادشاہ ابواللباب منبہ بن اسد قرشی سالي تھا " (۱) -

مسعودی کے چالیس برس بعد سنہ ۳۴۰ میں اصطخري ہندوستان وارد ہوا وہ کہتا ہے :-

" شہر مولتان منصورہ سے آدھا ہے ، یہاں ایک بت خانہ ہے جس کے جاترے کے لیے لوگ دور دور سے آتے ہیں اور اس بت خانہ اور اس کے پجاریوں پر بڑی بڑی رقمیں خرچ کرتے ہیں - یہہ بت خانہ بازار کے سب سے آباد حصہ میں ہے........(بت کا حال ہے)

---

(۱) مروج الذہب مسعودی جلد اول ص ۳۷۵ و ۳۷۶ (پیرس) -

......اور جو کچھہ یہاں آتا ھے ملتان کا امیر اس کو لے لیتا ھے ' کچھہ پجاریوں پر خرچ کرتا ھے اور کچھہ اپنے لئے اتھا رکھتا ھے اور جب کبھی کوئی ھندو راجہ اس پر حملہ کرنا چاھتا ھے تو وہ اس بت خانہ کے برباد کردینے کی دھمکی دیتا ھے تو وہ واپس چلے جاتے ھیں اگر یہہ نہ ھوتا تو ھندو راجہ اس کو ویران کردیتے - ملتان کے چاروں طرف ایک مضبوط شہر پناہ ھے ' .... شہر کے باھر آدھے فرسنگ پر بہت سی عمارتیں ھیں جن کا نام " جندراون " ھے یہہ فوجی کیمپ ھے ' یہیں بادشاہ رھتا ھے وہ ملتان میں صرف جمعہ کو جاتا ھے ' ھاتھی پر سوار ھوکر شہر میں جمعہ کی نماز پڑھنے جاتا ھے ' وہ نسلاً قریشی ھے ' سامہ بن لوئی کے خاندان سے ھے - ملتان پر اس نے قبضہ کرلیا ھے اور منصورہ (سندھہ) کے امیر یا کسی اور کا وہ تابع نہیں صرف خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھتا ھے " - (۱)

---

(۱) اصطخری بحوالہ معجم البلدان یاقوت لفظ " مولتان " -

اصطخری کے ۲۷ برس بعد سنہ ۳۶۷ ھ میں ابن حوقل بغدادی ملتان آیا اس نے ملتان کا بہت کچھ حال لکھا ہے مگر یہاں کے باطنیوں اور اسماعیلیوں کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے حالانکہ یہہ نئی بات یقیناً ذکر کے قابل تھی - اب ابن حوقل کے آٹھہ برس بعد بشاری مقدسی ملتان میں قدم رکھتا ہے - وہ کہتا ہے :-

"ملتان والے شیعہ ہیں، اذان میں حی علی خیر العمل کہتے ہیں اور اقامت میں دو دفعہ تکبیر کہتے ہیں" - (۱)

"ملتان میں خطبہ مصر کے فاطمی خلیفہ کا پڑھتے ہیں اور اسی کے حکم سے یہاں کا بندوبست ہوتا ہے اور یہاں سے برابر تحفے تحائف مصر کو بھیجے جاتے ہیں" - (۲)

ان بیانات سے دوسرے واقعات کے علاوہ یہہ ثابت ہوتا ہے کہ ابن رستہ کے زمانے میں یعنی سنہ ۲۹۰ ھ میں پھر مسعودی کے زمانہ میں بھی کیونکہ وہ خاموش ہے اور اسطخری کے زمانہ میں یعنی سنہ ۳۴۰ ھ میں

---

(۱) احسن التقاسیم مقدسی ص ۴۸۱ -

(۲) ایضاً ص ۴۸۵ -

یہاں کی حکومت سنیوں کے ہاتھہ میں تھی اور خلیفہ بغداد کا خطبہ پڑھا جاتا تھا - سنہ ۳۶۷ ھ تک کوئی قابل ذکر بات نہیں ہوئی لیکن سنہ ۳۷۵ھ میں یہہ اسماعیلیوں کے ہاتھوں میں نظر آتا ہے اور مصر کے اسماعیلی فاطمی خلیفہ کے زیر اثر اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملتان کے شاہی خاندان کا یہہ مذہبی انقلاب سنہ ۳۴۰ ھ بلکہ سنہ ۳۶۷ ھ اور سنہ ۳۷۵ ھ کے بیچ میں ہوا -

اس قیاسی تاریخ کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ مصر میں اسماعیلی فاطمیوں کی سلطنت بھی اسی زمانہ میں یعنی سنہ ۳۵۸ ھ میں قائم ہوئی اور سنہ ۳۶۱ ھ میں ان کا پایہ تخت افریقہ سے مصر کو منتقل ہوا - اس وقت دنیاے اسلام دو حصوں میں منقسم ہو رہی تھی - سنی بغداد کے خلافت عباسیہ کو اور شیعہ مصر کی خلافت فاطمیہ کو مانتے تھے - یہہ دونوں خلافتیں اپنے اپنے اثر اور اقتدار کو مختلف اسلامی ملکوں میں بڑھانے کے لئے رقیبانہ کوششوں میں مصروف تھیں ' یہاں تک کہ خود مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی یہہ رقیبانہ کارشیں قائم تھیں اور جب کوئی نئی اسلامی ریاست قائم ہوتی تو دونوں کے داعی اور مبلغ اپنا کام شروع کر دیتے - گو یہہ بغداد کی خلافت کے انحطاط کا اور مصر کے

اوج ترقی کا زمانہ تھا کہ عباسیہ سلطنت بوڑھی ہوچکی تھی اور فاطمی حکومت کا عہد شباب تھا مگر اس کی تلافی اس سے ہو رہی تھی کہ مشرق میں جو نئی ترکی سلطنتیں قائم ہوتی تھیں وہ عباسیہ کو اپنا مقتدا تسلیم کرلیتی تھیں، بخارا کے سامانیہ ان کے زیر اثر تھے - چوتھی صدی ہجری کے بیچ میں غزنویوں کا ظہور ہوا اور اس کے چالیس پچاس برس کے بعد سلجوقیوں کا پرچم لہرایا اور ان سب نے اپنی پوری فوجی قوت اور زور کے باوجود خلفائے عباسیہ کے سامنے سر جھکایا -

سلطان محمود غزنوی کی شہرت کے آغاز کے ساتھ ہی خلیفۂ بغداد نے سب سے پہلے سنہ ۳۸۷ اور سنہ ۳۹۰ کے بیچ میں اس کو خلعت فاخرہ بھیجا اور امین الملتہ یمین الدولہ (مذہب کا امین اور سلطنت کا دست راست) کا خطاب اسکو دیا اور اسکے بعد سنہ ۳۹۶ھ میں سلطان نے ملتان کے اسماعیلیوں کے خلاف فوج کشی کی اور سنہ ۴۰۱ میں وہاں کے قرمطی امیر کو گرفتار کر لیا، غالباً انہیں حالات کو دیکھ کر سنہ ۴۰۳ میں مصری فاطمیوں نے بھی محمود کے پاس اپنا سفیر بھیجا مگر سلطان نے اس کو باطنی سمجھ کر راستہ ہی میں پکڑوا لیا اور مشہور سید حسین

بن طاہر بن مسلم علوی کے سپرد کردیا (۱) جنہوں نے اس کو مروا ڈالا -

ملتان کے قرامطہ

اب سوال یہہ ہے کہ عرب جغرافیہ نویس سنہ ۳۴۰ تک جس عرب سنی خاندان بنو منبہ کو ملتان کا بادشاہ لکھتے ہیں اس کے بعد کا اسماعیلی خاندان وہی عرب بنومنبہ تھے جو سنی سے اسماعیلی بن گئے تھے یا یہہ کوئی دوسرا خاندان تھا ؟ کتابوں کے پیش نظر ذخیرہ سے اس کا کوئی جواب ہم کو نہیں ملتا لیکن ابوریحان بیرونی کتاب الہند میں جس کو اس نے سنہ ۴۲۴ ھ میں لکھا ہے ' ملتان کے بت خانہ کی تاریخ بیان کرتے ہوے کہتا ہے :-

> "جب قرمطی (اسماعیلیہ) مولتان پر قابض ہوے تو جلم بن شیبان نے جس نے یہاں غلبہ حاصل کرلیا تھا محمد بن قاسم کی جامع مسجد کو ایک اموی یادگار سمجھکر بند کر دیا اور اس بت خانہ کو توڑ کر مسجد بنا لیا" - (۲)

---

(۱) اس فاطمی سفارت کا واقعہ زین الاخبار میں ہے ص ۷۱ (برلن) -

(۲) کتاب الہند ص ۵۰۱ (لندن) -

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ قرمطی خاندان جو چوتھی صدی کے آخر میں غالب ہوگیا تھا وہ کوئی دوسرا خاندان تھا اور اس کے بانی اول کا نام جلم بن شیبان تھا اور جیسا کہ یہہ نام ظاہر کرتے ہیں وہ بھی عرب تھا - اس کے بعد بیرونی کہتا ہے کہ "ان قرامطہ کا زمانہ ہم سے تقریباً ایک سو سال پہلے تھا" (۱) - کتاب الہند سنہ ۴۲۴ھ میں لکھی گئی ہے - اس سے سو سال پہلے سنہ ۳۲۴ھ ہوگا مگر ہم کو معلوم ہوچکا ہے کہ سنہ ۳۴۰ھ تک یقینی طور سے یہاں بنومنبہ سنی عرب خاندان کی حکومت تھی اس لئے یہہ سنہ ۳۲۴ھ ملتان پر قرامطہ کے قبضہ کا سال نہیں ہے بلکہ عراق اور خلیج فارس کے سواحل پر ان کے ظہور کا زمانہ ہے -

اصل یہہ ہے کہ اس موقع پر تین اسلامی فرقوں کے نام گڈمڈ ہوگئے ہیں - قرامطہ ، اسماعیلیہ اور ملاحدہ کو یہہ تینوں اسماعیلی شیعیت ہی کی قسمیں ہیں مگر ان تینوں میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے اور ان کی پیدائش کی تاریخ بھی الگ الگ ہے - سب سے پہلے تیسری صدی کے آخر میں قرمطی بحرین اور خلیج فارس اور آخر عراق میں رونما ہوئے اسماعیلیہ افریقہ میں سنہ ۲۹۶ھ میں ظاہر ہوئے مگر یہہ مصر میں سنہ ۳۵۶ھ میں آئے اور ملاحدہ

---

(۱) کتاب الہند ص ۵۶ (لندن) -

جن کا دوسرا نام باطنیہ ہے اور جو حسن صباح کا گروہ تھا وہ سنہ ۴۸۳ ھ (سنہ ۱۰۹۱ ع) کے بعد خراسان میں ظاہر ہوا -

مصر کے اسماعیلی فاطمی خلیفۃالحاکم بامراللہ نے شام میں ایک اور فرقہ پیدا کیا تھا جس کا مشہور نام دروز ہے - سوال یہہ ہے کہ ملتان میں جو فرقہ برسرحکومت آگیا تھا وہ اسماعیلی شیعہ تو یقینی تھا مگر ان میں سے کس فرقہ کا تھا - میرے نزدیک وہ فاطمی اسماعیلی شیعہ تھے جن کا مرکز مصر تھا - باقی جن مورخوں نے ان کو قرامطہ اور ملاحدہ کہا ہے وہ اس اشتباہ کے سبب سے کہدیا ہے جو ان فرقوں میں باہم ہے اور اس کی دلیل یہہ ہے کہ جس زمانہ میں یعني سنہ ۳۴۰ ھ کے بعد یہہ ملتان میں قوت پاتے ہیں وہ زمانہ ہرجگہ قرامطہ کے انحطاط اور زوال کا تھا - دوسرے یہہ کہ قرامطہ مصر کے فاطمی خلفاء کی سرداری کو برائے نام تسلیم کرتے تھے اور ملتان والے مصر ہی کے فاطمی خلفاء کو مانتے تھے - تیسرے یہہ کہ بشاری مقدسی جو ایک مذہبي عالم تھا وہ ان تمامتر قرامطہ میں بلکہ شیعہ لکھتا ہے اور فاطمیہ کے زیر اثر - پھر اذاں حی‌علی‌خیرالعمل جمعہ اور خطبہ وغیرہ کے شعائر قرامطہ میں نہ تھے جن کا وجود ملتان کے اسماعیلیوں میں مقدسی کے بیاں سے ثابت ہے دروزی سنہ ۳۸۶ ھ سے سنہ ۴۱۱ ھ کی پیداوار ہیں جو

بہت بعد کا زمانہ ہے اور باطنیہ یا ملاحدہ یعنی حسن بن صباح کا فرقہ تو اس کے سو برس بعد پیدا ہوا ہے اس لئے بعض مورخین کا ان کو ملاحدہ کہنا سراسر غلط ہے -

یہہ ممکن ہے کہ خلیج فارس ' بحرین عمان کے قرامطیوں کے ذریعہ پہلے قرامطہ ہی کی حیثیت سے یہہ لوگ پیدا ہوئے ہوں اور بعد کو قرامطہ کے زوال کے بعد انہوں نے فاطمی اسماعیلی رنگ اختیار کرلیا ہو کیونکہ قرامطہ بھی گویا نیم اسماعیلی ہی تھے -

سلطان محمود کے حملہ کے وقت ملتان میں جو اسماعیلی خاندان حکمراں تھا فارسی تاریخوں کے رو سے اس کے مورث کا نام شیخ حمید تھا - فرشتہ نے خدا جانے کس ماخذ سے لکھا ہے کہ وہ ابتدائی مسلمان جو افغانستان پر حملہ کے وقت ادھر آگئے تھے وہ بعد کو واپس نہ جاسکے اور انہوں نے کوهستان خیبر کے پٹھانوں میں شادی بیاہ شروع کر دیا - اس عربی و افغانی نسل سے لودھی اور سور دو قبیلے پیدا ہوئے - شیخ حمید اسی لودھی خاندان سے تھا - یہہ تمام داستان قبائل کی اصلیت کی دوسری بے بنیاد باتوں کی طرح بے بنیاد ہے - لودھیوں نے کبھی اپنے نام کے ساتھہ شیخ نہیں لکھا اور نہ اس قسم کے ان کے نام ہوتے تھے بلکہ اس زمانہ میں ان کا اسلام بھی مشکل سے تسلیم ہوسکتا ہے - حقیقت یہہ

ھے کہ فارسی مورخین کو ملتان کی عربی تاریخ سے مطلقاً آگاھی نہیں تھی اس لئے وہ ملتان کے ان مسلمان رئیسوں کو افغانی سمجھنے پر مجبور تھے ورنہ شیخ حمید وغیرہ کا دراصل افغانوں سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ اغلباً وہ جلم بن شیباں کی نسل سے تھے جس کا ذکر بیرونی کے حوالہ سے ابھی گذرا ھے - مزید تفصیل آگے آتی ھے -

فرشتہ میں ھے کہ الپ تگین نے اور اس کے جانشین سبکتگین نے جب سرحد کے افغانوں پر حملے شروع کئے تو اُنھوں نے لاھور کے راجہ جےپال سے مدد مانگی - راجہ جےپال نے بھاتیہ کے راجہ سے مشورہ کیا اور یہہ طے کیا کہ چونکہ ھندوستان کی فوج جاڑوں میں سرحد کی سردی برداشت نہیں کر سکتی اس لئے پٹھانوں کو یہاں لاکر آباد کرنا چاھئے اور اس طرح شیخ حمید لودھی کو لمغان اور ملتان کی جاگیر دی - شیخ حمید نے اپنے حاکم مقرر کئے اور اس کے عوض اس نے الپ تگین سنہ ۳۵۱ ھ سنہ ۳۶۵ ھ کے حملوں سے ھندوستان کو بچانے کی خدمت ادا کی (۱) - اس واقعہ میں پٹھانوں کو لاکر آباد کرنا اور شیخ حمید کو لودھی بتانا افسانہ ھے -

الپ تگین کے بعد جب سنہ ۳۶۵ میں سبکتگین بادشاہ ھوا تو شیخ حمید نے غزنین کی بڑھتی ھوئی

(۱) یہہ پورا واقعہ فرشتہ جلد اول ص ۱۷ و ۱۸ نولکشور میں ھے -

قوت کو دیکھکر امیر سبکتگین سے صلح کرلی اور خود کو امیر کے باجگذاروں میں داخل کر لیا لیکن سنہ ۳۹۰ ھ میں سلطان محمود نے جب غزنین کے تخت پر قدم رکھا اور پھر سنہ ۳۹۵ ھ میں جب وہ بھاتیہ کے راجہ بجراؤ پر حملہ کر رہا تھا تو ملتان کی ریاست شیخ حمید کے پوتے ابوالفتح داؤد بن نصیر بن شیخ حمید کے ہاتھہ میں تھی اور فارسی تاریخوں میں اسی کو ملحد اور قرمطی (اسماعیلی) کہا گیا ہے ابوالفتح داؤد نے شاید سلطان محمود کے بڑھتے ہوے حوصلہ کو دیکھہ کر یہہ چاہا کہ ہندو راجاؤں کے ساتھہ ملکر اپنے کو بچائے چنانچہ بھاتیہ کے حملہ کے وقت ابوالفتح نے محمود کے خلاف بجراؤ کی مدد کی - (۱)

سلطان اس دفعہ تو خاموش رہا مگر آئندہ سال سنہ ۳۹۶ ھ میں اس نے ابوالفتح کو سزادینے کا رادہ کیا اور یہہ چاہا کہ ملتان کے اوپر سے براہ اراست (یعنی گویا ڈیرہ غازی خاں سے) آنے کے بجاے پشاور سے پنجاب ہو کر ملتان جاے تا کہ ابوالفتح کو خبر نہ ہونے پائے، اس خیال سے س نے پنجاب کے راجہ اندپال سے راستہ مانگا کہ اس کے ملک سے ہو کر وہ سلطان کی فوج کو ملتان جانے دے

(۱) یہہ پورا واقعہ فرشتہ جلد اول ص ۲۴ و ۲۵ نولکشور میں ھے -

دوسرے مورخین کی روایت یہہ ھے کہ خود ابوالفتح نے سلطان کے ارادہ کا حال سن کر راجہ انندپال سے مدد مانگی، راجہ نے لاهور سے پشاور جاکر سلطان کو روکا مگر سلطان کی فوج انندپال کو شکست دے کر اوسی کے ملک سے ہوکر ملتان پہنچی ابوالفتح قلعہ بند هوگیا اور آخر اهل شہر نے بیچ میں پڑکر اس بات پر صلح کرلی کہ ملتان سے مقررہ خراج غزنین پہنچتا رهے گا - ابوالفتح نے اپنے عقائد سے توبہ کی اور وعدہ کیا کہ اپنے ملک میں اسماعیلیت کے بجاے اهل سنت کے احکام کو جاری کر لے گا - اس کے چند سال کے بعد (سنہ ۴۰۲ ھ سے پہلے) سلطان نے پھر ملتان پر حملہ کیا اور اسماعیلیہ کا قلع و قمع کیا اور داؤد بن نصیر کو پکڑ کر غزنین لے گیا اور غور کے قلعہ میں قید کردیا جہاں وہ مر گیا - (۱)

یہہ فرشتہ کا خلاصہ تھا مگر گرویزی جس کی تاریخ زین‌الاخبار سنہ ۴۴۱ ھ کے قریب خاص غزنویوں کے عہد میں اور پایہ‌تخت میں لکھی گئی ھے اس میں ھے کہ "اور غزنیں سے سلطان نے ملتان کا قصد کیا اور سونچا کہ یہاں سے اگر

(۱) تاریخ فرشتہ ص ۲۵ ص ۲۷ نولکشور -

سیدھے ملتان جاتا ہے تو شاید داؤد بن نصر (نصیر نہیں) کو جو ملتان کا امیر تھا خبر ہو جائے اور بچاؤ کا سامان کر لے اسلیے دوسرے راستہ سے چلا، انند پال راستہ میں پڑتا تھا اس سے راستہ مانگا، ندیا، لڑا، انندپال بھاگ کر کشمیر چلا گیا - سلطان ملتان پہنچا اور سات روز تک شہر کا محاصرہ کیا - آخر اہل شہر نے اس بات پر صلح کرلی کہ ۲۰ ہزار درم خراج ادا کیا کریں، سلطان واپس گیا یہہ سنہ ۳۹۶ ھ میں ہوا.......... پھر جب سنہ ۴۰۱ ھ میں آیا، غزنین سے ملتان گیا اور ملتان کا جو حصہ باقی رہ گیا تھا اس کو بھی فتح کرلیا اور قرامطہ (اسماعیلیہ) جو وہاں تھے ان میں سے اکثر کو گرفتار کرلیا بعضوں کو مار ڈالا، بعضوں کے ہاتھہ کاتے اور سخت سزادی..........اور اسی سال داؤد بن نصر کو گرفتار کرلیا اور قلعہ غور میں قید کر دیا - (۱)

عربی کی مستند تاریخوں میں اس کے متعلق بہت مختصر بیان ہے اور بعض باتوں میں کسي قدر اختلاف بھی ہے مگر پھر بھی واقعہ کے بعض اہم اجزا ان میں یکساں ہیں - ابن اثیر (سنہ ۵۵۵ ھ - سنہ ۶۳۰ ھ) میں ہے -

---

(۱) زین الاخبار گردیزی ص ۶۷ و ۶۸ (برلن) -

دد امسال (سنہ ۳۹۶ ھ) میں سلطان محمود
نے ملتان پر حملہ کیا اور اس کی،
وجہ یہہ تھی کہ سلطان کو ملتان
کے والی ابوالفتوح کی بداعتقادی اور
الحاد (اسماعیلیت) کے الزام کی خبر معلوم
ہوئی اور یہہ حال بھي معلوم ہوا
کہ اس نے اپنی رعایا کو بھي اس
بد مذہبی کی دعوت دی اور انہوں نے
قبول کرلی ھے - یہہ سن کر سلطان
نے مناسب سمجھا کہ اس پر جہاد کرے
اور جس حال پر وہ ھے اس سے وہ
اس کو نیچے اتار دے تو وہ غزنین سے
اس کی طرف چلا تو اسکو راستہ میں
دریا اور ندیاں بکثرت ملیں اور ان
میں پانی بڑے زور سے بہ‌رہا تھا خاص
کر سیحون کو عبور کرنا سخت مشکل
تھا اس لیے سلطان نے انندپال کو
کہلا بھیجا کہ وہ اپنے ملک ہوکر ملتان
جانے کا راستہ دے، اس نے اس کو
قبول نہیں کیا تو سلطان نے پہلے اسی
پر حملہ کیا.........انندپال بھاگ کر
کشمیر چلا گیا اور جب ابوالفتوح نے
سلطان کی آمد کا حال سنا تو اس

کے مقابلہ اور اس کی نافرمانی کی قوت نہ پاکر اپنی دولت سراندیپ میں بھجوادی اور ملتان خالی کر دیا جب سلطان وہاں پہنچا تو وہاں کے لوگوں کو ضلالت اور گمراھی میں اندھا پایا تو ان کا محاصرہ کیا اور لڑکر قبضہ کیا اور ان پر ۲۰ ہزار درھم جرمانہ کیا - (۱)

ابن خلدون نے بھي اپنی تاریخ میں انھیں واقعات کا اعادہ کیا ھے - (۲)

اس اقتباس سے ایک تو نام کی صحت ھوتی ھے کہ ابوالفتح کے بجاے ابوالفتوح تھا دوسرے یہہ معلوم ھوتا ھے کہ غزنین سے براہ راست ملتان کا راستہ چھوڑ کر پنجاب کے راستہ سے ملتان جانے کی کیا وجہ تھی ، باقی ابوالفتوح کا اپنے خزانہ کو سراندیپ منتقل کردینا بے اصل ھے شاید اس زمانہ کے مورخ کو معلوم نہ ھو کہ ملتان اور سراندیپ میں کتنا فصل ھے ، ممکن ھے کہ اصل نسخہ میں کسي اور شہر کا نام ھو اور غلطی سے سراندیپ چھپ گیا ھو - اسی کے بعد سنہ ۴۰۳ ھ میں مصر کے فاطمی خلیفہ نے سلطان محمود سے تعلق پیدا

---

(۱) کامل ابن اثیر ج ۹ ص ۱۳۲ (لیڈن) -

(۲) ابن خلدون ج ۴ ص ۳۶۶ (مصر) -

کرنا چاہا مگر سلطان نے قبول نہ کیا اور سفیر مارا گیا جیسا کہ پہلے گذر چکا -

اس سلسلہ میں نہایت اہم چیز دروزیوں کی مقدس کتاب کا ایک ٹکڑا ہے مصر کے اسماعیلی خلیفۃ الحاکم بامراللہ (سنہ ۳۸۶ ھ - سنہ ۴۱۱ ھ) نے مصر و شام میں جو اپنا خاص فرقہ پیدا کیا تھا اسی کا نام دروزی ہے اور جو آج بھی شام و لبنان میں آباد ہے بہر حال دروز کی اس کتاب میں ایک تحریر ہے جو سنہ ۴۲۳ ھ کی ہے اس کے بعض فقرے یہہ ہیں - (۱)

"ملتان اور ہندوستان کے اہل توحید
کے نام عموماً اور شیخ ابن سومر
راجہ پال کے نام خصوصاً"

سنہ ۴۲۳ ھ سلطان محمود المتوفی سنہ ۴۲۱ ھ کے جانشین بیٹے سلطان مسعود کا زمانہ ہے - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غزنویوں کے ملتان فتح کرلینے کے بعد بھی ملتان ان لوگوں کا مرکز تھا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ غزنویوں کی کمزوری کے بعد ملتان پر پھر اسماعیلیوں نے قبضہ کر لیا تھا ؟ کیونکہ سلطان شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ہم پھر ملتان پر اسماعیلیوں کو حکمراں پاتے ہیں چنانچہ سنہ ۵۷۲ ھ میں سلطان کو قرامطہ

---

(۱) ضمیمہ الیٹ ج ۱ ص ۴۹۱ -

(اسماعیلیہ) کے ہاتھوں سے پھر ملتان کو نکالنا پڑا (۱) اور آخر دہلی کی حکومت کا وہ ایک جزء ہو گیا -

فرمانروایان ملتان کا سلسلہ

اوپر کے بیان سے فرمانروایان ملتان کے تین مختلف سلسلے ظاہر ہوتے ہیں -

۱ - منبہ بن اسد جو اسامہ بن لوی کے خاندان قریش میں سے تھا اور جس کے خاندان کو بنومنبہ کہتے تھے اور جس کا پتہ سنہ ۲۹۰ ھ سے سنہ ۳۴۰ ھ تک (ابن رستہ سے اصطخری تک) یقینی طور سے لگتا ہے -

۲ - جلم بن شیبان جو بیرونی کے بیان کے مطابق وہ شخص ہے جو پہلا قرمطی یا اسماعیلی تھا جس نے ملتان پر قبضہ کیا تھا اس کا زمانہ سنہ ۳۴۰ ھ بلکہ سنہ ۳۶۷ ھ اور ۳۷۵ ھ کے درمیان ہے یعنی اصطخری بلکہ ابن حوقل اور بشاری کے بیچ میں کیونکہ بشاری پہلا عرب سیاح ہے جو ملتان اور مصر کے فاطمیوں کے درمیان تعلق کا ذکر کرتا ہے -

۳ - شیخ حمید اور اس کا بیٹا نصیر یا نصر اور اس کا بیٹا ابوالفتح یا ابوالفتوح داؤد قرمطی، شیخ حمید الپتگین اور سبکتگین کا معاصر تھا یعنی سنہ ۳۵۱ ھ سے

---

(۱) فرشتہ ج ۱ ص ۵۶ و جلد دوم ص ۳۲۴ نولکشور -

سنہ ۳۹۰ھ تک شیخ حمید اور اس کے بیٹے نصر کا
(گروہ بھی فرماں روا ہوا ہو) زمانہ قرار دیا جاسکتا ہے
اور سلطان محمود کا معاصر ابوالفتح داؤد تھا اس لئے
اس کی فرماں روائی کا عہد سنہ ۳۹۰ھ سے سنہ ۳۹۶ھ تک
(ملتان کی پہلی فتح کا سنہ) بلکہ سنہ ۴۰۱ھ
(ملتان کی دوسری فتح اور داؤد کی گرفتاری)
تک ہوگا -

پہلے اور دوسرے خاندانوں سے فارسی مورخین واقف
نہیں ہیں بہر حال وہ عرب سیاحوں کے بیان کے مطابق
خالص عرب تھے تیسرے سلسلہ سے سلطان محمود کے
تعلق سے فارسی مورخین کی واقفیت ہے - اس سلسلہ میں
یہہ تصحیح کرلیجئے کہ جس کو وہ ابوالفتح کہتے ہیں،
اس کی عربی کنیت ابوالفتوح تھی اور جس کو وہ
نصیر لکھتے ہیں وہ گردیزی کی، سب سے پرانی سند کے
مطابق نصر تھا - یہہ لفظی تصحیح اس لئے اہم ہے کہ
فرشتہ وغیرہ نے ان کو لودھی اور پٹھانوں کے خاندان سے
منسوب کیا ہے مگر یہہ نام شیخ حمید، نصر، داؤد
خالص عربی قسم کے نام ہیں اور نصیر کے بجائے اور زیادہ
نصر خالص عربی الواضح ہے - اسی طرح کنیت (ابوالفتح یا
(ابوالفتوح) خاص عربوں کی نشانی ہے اور خصوصاً ابوالفتوح
جمع کی صورت میں) اور اس کے بعد لفظ "شیخ"
کا اعزازی لقب خالص عربی ہے اور اسماعیلی باطنیوں
میں لفظ "شیخ" خاص طور سے "امیر" کے معنی میں

استعمال ہوتا تھا کیونکہ اس کی شان سیاسی سے زیادہ مذہبی ہوتی تھی اسی لئے خود حسن بن صباح کو شیخ الجبال (پہاڑی علاقوں کا شیخ) کہتے تھے ان وجوہ سے ان کو لودھی اور پٹھان بنانے کی داستان فرضی معلوم ہوتی ہے - اس زمانہ میں تو پٹھانوں میں اسلام کا رواج بھی بمشکل تسلیم کیا جاسکتا ہے - اس بنا پر میری راے یہہ ہے کہ شیخ حمید، شیخ نصر اور ابوالفتوح داؤد وغیرہ نسباً عرب اور نسلاً جلم بن شیبان ہی کی اولاد ہوں گے - ہندوستان کے ایک مشہور مصنف (۱) نے یہہ بالکل بے ثبوت بات لکھدی ہے کہ یہہ ابوالفتوح داؤد وہی تھا جو سندھ کی تاریخ میں سومرہ کے نام سے مشہور ہے - سومرہ اس کو ہندو اور ابوالفتح اس کا اسلامی نام تھا - یہہ غلطی اس لئے سرزد ہوئی کہ وہ سمجھے کہ ملتان اور منصورہ دونوں میں ایک ہی خاندان کی حکومت تھی اس لئے جب ملتان کے سلسلے میں اس کا نام ابوالفتح تھا اور سندھ کے سلسلہ میں سومرہ کو ہونا چاہئے تو درحقیقت یہہ دونوں نام ایک ہی شخص کے ہوں گے حالانکہ یہہ قطعاً غلط ہے -

---

(۱) مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم نے اپنی تاریخ سندھ کے جلد دوم صفحہ ۹ میں اور پھر صفحہ ۱۲ میں یہہ لکھا ہے - شاید مولانا کو الفاظ البیت کے (جلد اول صفحہ ۴۹۱) سے کچھہ غلط فہمی ہوئی ہو -

کتاب الدروز کے خط کے ان ابتدائی فقروں سے "ملتان اور هندوستان کے عام سرحدوں اور خاص کر شیخ ابن سومر راجه بل کے نام" یهه استدلال نهیں کیا جاسکتا که ابن سومری ملتان کا بادشاه تها - ملتان کے سلسله میں سومر کا نام نه کسی مؤرخ نے لیا هے اور نه اور کسی سند سے ثابت هے - سومریوں کا تعلق صرف سندهه سے تها جو مدت سے ملتان سے بالکل الگ اور مستقل ریاست تهی جیسا که عرب سیاحوں کے متفقه بیان سے بلا اشتباه ثابت هے - یهه البته اس خط سے ثابت هوتا هے که ابوالفتح داؤد امیر ملتان اور سومر ایک هی مذهب کے پیرو تهے اور غالباً ابوالفتح کے زوال اور قید کے بعد یهه سومر سندهه کے قرامطه کا مذهبی شیخ و امام مقرر هوا هو -

شیخ حمید وغیره کے پٹهان هونے کے متعلق ایک بات یهه هو سکتی هے که اسماعیلیوں کا یهه قاعده رها هے که وه اکثر قوموں میں تبلیغ کی آسانی کی خاطر یهه کرتے تهے که وه اپنے کو ان سے قریب کرنے کے لئے ان سے نسلی اور مذهبی قرب اختیار کرلیتے تهے - اس طرح شیخ حمید وغیره نے پٹهانوں کو اپنے ساتهه ملانے کے لئے اپنے کو پٹهان مشهور کر دیا هو مگر هندو اصل و نسل سے ان کا هرگز کوئی تعلق نهیں اور نه ان کے نام کے ساتهه کبهی کوئی هندی لفظ استعمال هوا هے -

ملتان کا ہندی اسلامی تمدن

ملتان میں عربی و ہندی تمدن و معاشرت کی خوشگوار آمیزش پیدا ہوگئی تھی - شہر گو چھوٹا لیکن خوبصورت تھا، بازار بھی ہر پیشہ والوں کے الگ الگ تھے - شہر کے چاروں طرف فصیل تھی - ملتان سے باہر امیر کا جو فوجی معسکر تھا وہاں بھی بلند عمارتیں قائم تھیں - بیرونی نے بتایا ہے کہ شہر میں محمد بن قاسم کی بنوائی ہوئی جامع مسجد تھی (سنہ ۳۴۰ھ اور سنہ ۳۷۵ھ کے بیچ میں غالباً) - جلم بن شیبان اسماعیلی قرامطی نے اس کو بند کر دیا کہ وہ بنو امیہ کی یادگار تھی اور سورج دیوتا والے مشہور بت‌خانہ کو توڑ کر جامع مسجد بنوایا - سلطان محمود نے (سنہ ۳۹۶ھ یا سنہ ۴۰۳ھ) جب ملتان فتح کیا تو پھر پہلی جامع مسجد کو کھول دیا اور دوسری کو بے مرمت چھوڑ دیا - بیرونی کے زمانہ تصنیف کے وقت (سنہ ۴۲۴ھ میں) وہ گرکر میدان ہوگیا تھا جس میں مہندی کے درخت اگے تھے -

اصطخری نے (سنہ ۳۴۰ھ) لکھا ہے کہ ملتان کا امیر ہاتھی پر سوار ہوکر جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد جاتا ہے - یہہ خالص ہندو راجاؤں کی پرشان و شکوہ سواری گویا عرب امیروں کو پسند آچکی تھی - پھر کہتا ہے کہ ملتان کے لوگ پاجامہ پہنتے ہیں اور اکثر لوگ فارسی اور سندھی بھی بولتے ہیں، فرض

هندؤوں اور مسلمانوں میں لباس اور زبان کی یکسانی بھي پیدا ہو چکی تھي -

ابن حوقل (سنه ۳٦٧ ھ) نے یہاں کے طرز لباس اور زبان کے متعلق اسی قسم کا بیان دیا ھے - کہتا ھے :-

"یہاں مسلمانوں اور هندؤوں کا لباس ایک ھی طرح کا ھے اور بالوں کے چھوڑ نے کا بھی وھی ایک طریقہ ھے اور اسي طرح ملتان والوں کی وضع ھے - اور منصورہ اور ملتان اور اس کے اطراف میں عربی اور سندھي بولی جاتی ھے اور مکران والوں کي بولی فارسی اور مکرانی ھے اور کرتوں کا لباس نمایاں ھے مگر تاجر لوگ قمیص اور چادر استعمال کرتے ھیں جس طرح عراق اور فارس کے لوگ" - (۱)

سنه ۳۷۵ ھ میں بشاری آیا - اس نے یہاں کے اخلاق اور تمدن کا بہت کچھہ اچھا نقشہ کھینچا ھے - کہتا ھے : -

"ملتان منصورہ سے چھوٹا ھے مگر اس سے زیادہ آباد ھے پھل گو زیادہ نہیں مگر سستے ھیں........اور (عراق

(۱) سفر نامہ ابن حوقل ص ۲۳۲ (لیڈن) -

کی بندرگاہ) سیراف کی طرح سال کی لکڑی کے کئی کئی منزل کے مکانات ہیں - یہاں بدکاری اور شرابخواری نہیں - اور جو اس جرم میں پکڑے جاتے ہیں ان کو قتل کیا جاتا ہے یا کوئی سخت سزا دی جاتی ہے - خرید و فروخت میں نہ جھوٹ بولتے ہیں اور نہ کم تولتے ہیں - مسافروں کی خاطر کرتے ہیں - اکثر باشندے عرب ہیں ' نہر کا پانی پیتے ہیں ' سر سبزی اور دولت ہے بیوپار کی حالت بھی اچھی ہے تکلف و تنعم نمایاں ہے - حکومت منصفانہ ہے - بازار میں کوئی عورت بناؤ سنگار کئے ہوئے نہیں ملے گی اور نہ کوئی اس سے راستہ میں علانیہ بات کرتا ہے - پانی اچھا ' زندگی عیش و مسرت کی اور خوش دلی اور مروت ہے - فارسی زبان سمجھی جاتی ہے ' تجارت کا نفع خاصہ ہے - جسم میں تندرستی ہے لیکن شہر میلا ہے ' مکانات تنگ ہیں ' ہوا خشک اور گرم ہے ' رنگ گندم‌گوں اور سیاہ ہے " - (۱)

(۱) احسن‌التقاسیم بشاری ص ۴۸۰ (لیڈن) -

"ملتان کا سکہ مصر کے فاطمی سکہ کے مطابق بنایا گیا ہے لیکن زیادہ تر "قنہریات" وہاں چلتے ہیں" - (۱)

منصورہ

عربوں میں سندھ کا سب سے بڑا شہر برہمن آباد مشہور ہے جس کا اصلی ہندی نام جیسا کہ بیرونی نے بتایا ہے بہمنوا ہے - اہل ایران اس کو برہمن آباد کہتے تھے - یہی نام مسلمانوں میں رائج ہوا - اس کے بعد بعض فوجی اور سیاسی ضرورتوں سے سندھ میں عربوں کو خود اپنے شہر بسانے پڑے جن میں محفوظہ، بیضاء اور منصورہ زیادہ مشہور ہوے -

بنو امیہ کے اخیر زمانہ میں اہل عرب کی قوت جب کمزور ہوئی اور سندھیوں نے ان کو سواحل کی طرف ڈھکیلنا شروع کیا، اس وقت کے عرب والی حکم بن عوانہ کلبی نے سب عربوں کو سمیٹ کر ایک جگہ جمع کیا اور دریا پار ایک شہر بسایا جس کا نام محفوظہ رکھا -

---

(۱) احسن التقاسیم ص ۴۸۲ - قنہری کوئی معمولی سکہ معلوم ہوتا ہے - الیٹ نے خدا جانے اس کو قندھاریات کرکے لکھہ دیا ہے کہ یہہ قندھار میں مضروب ہوتے تھے مگر یہہ بے ثبوت بات ہے اور لفظ کی تحریف ہے -

حکم کے ساتھہ محمد بن قاسم کا لڑکا عمرو بھي تھا جو نہایت بہادر اور مدبر تھا - حکم کے تمام کام وھی انجام دیتا تھا - اس نے سمندر کے ساحل پر برھمن‌آباد سے دو فرسخ پر منصورہ آباد کیا - (۱)

عباسیوں کے زمانہ میں معتصم‌باللہ کے عہد میں (تیسري صدی ھجری کا وسط) برمکي خاندان کا ایک رکن عمران بن موسی بن یحییٰ بن خالد جب سندھہ کا والی مقرر ھوا تو اس نے بیضاء نام شہر آباد کیا -

مگر ان سب میں سے قدرت کی طرف سے شہرت اور بقا منصورہ کے حصہ میں آئی -

منصورہ کا بانی

شہر منصورہ کا نام منصورہ کیوں پڑا ؟ بعض لوگوں نے غلطی سے یہہ سمجھا کہ یہہ خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ میں بنا ، اس کی نسبت سے یہہ منصورہ کہلاتا ھے حالانکہ یہہ قطعاً غلط ھے کیونکہ یہہ شہر تو بنو امیہ کے زمانہ ھی میں بن چکا تھا - اسی طرح مسعودی نے اس کو منصور بن جمہور کی طرف منسوب کیا ھے (۲) جو بنو امیہ کے اختلال اور عباسیہ کے آغاز قیام کے زمانہ

---

(۱) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۴ (لیڈن) -

(۲) مروج الذھب ج ۱ ص ۳۷۹ -

میں سندھہ کا حکمراں بن بیٹھا تھا - مگر یہہ بھی صحیح نہیں ، اصل یہہ ھے کہ نام کا دھوکا نہیں کھانا چاھئے - اس کا بانی جیسا کہ ھمارے قدیم‌ترین ماخذ بلاذری المتوفي سنہ ۲۷۹ کا بیان ھے محمد بن قاسم کا لڑکا عمرو تھا ، اس لئے منصورہ (مدد دیا گیا) کو ایسا نام سمجھنا چاھئے جو محفوظہ کی طرح محض خوش فالی کے لئے رکھا گیا تھا -

بنا کا زمانہ

حکم جس کے زمانہ میں عمرو نے اس شہر کو بسایا وہ عراق کے امیر خالد بن عبداللہ قسری کا فرستادہ تھا - خالد سنہ ۱۰۵ ھ میں عراق کا امیر بنا اور سنہ ۱۲۰ ھ میں معزول ھوا - حکم خالد کا بھیجا ھوا سندھہ کا دوسرا والی تھا ، اس لئے غالباً سنہ ۱۱۰ ھ سے اس کا زمانہ شروع ھوا ھوگا - اس قیاس سے منصورہ کی بنا کی تاریخ سنہ ۱۱۰ ھ سے سنہ ۱۲۰ ھ تک متعین کرنی چاھئے -

جاے وقوع

سب سے پہلے ابن خردازبہ (سنہ ۲۵۰ ھ) منصورہ کی جگہ دریاے سندھہ کے کنارے بتاتا ھے (۱) - پھر بلاذری (سنہ ۲۷۹ ھ) کہتا ھے کہ "وہ دریا کے ادھر ھی بسایا

---

(۱) المسالک والممالک ابن خردازبہ ص ۱۷۴ -

گیا تھا" (۱) - ابن حوقل اور اصطخری دونوں نے لکھا ھے کہ "یہہ دریاے مہران (سندھ) کے کنارہ ایک ایسی جگہ پر آباد کیا گیا ھے کہ دریا کی ایک شاخ نے نکل کر اس کو جزیرہ کی طرح بنا دیا ھے" - بعض عرب جغرافیہ‌نوسیوں نے اس کا طول بلد مغرب سے ۹۳ درجہ اور عرض بلد جنوب سے ۲۲ درجہ بتایا ھے (۲) - خوش قسمتی سے ھمارے سامنے ابن حوقل کا وہ نقشہ ھے جو اس نے اپنے زمانہ میں سندھ کا تیار کیا تھا - اس کے دیکھنے سے معلوم ھوتا ھے کہ دریاے سندھ جو پنجاب کی طرف سے چل کر آخر کار بحر ھند (سمندر) میں جاکر گر جاتا ھے، اس مقام سے تھوڑی دور پیچھے خشکی کی سمت میں ایک جگہ دریا کی ایک نئی شاخ نکلتی ھے اور جو فوراً ھی پھر گھوم‌کر اسی دریا میں مل جاتی ھے، اور اس طرح بیچ میں دریا کے کنارے اس شاخ کے احاطہ سے ایک تھوڑی سی زمین جزیرہ کی صورت میں بن گئی ھے اسی جزیرہ کی شکل میں یہہ شہر آباد ھوا تھا جو ھر طرف سے پانی سے گھرکر ناگہانی حملہ آوروں سے محفوظ تھا - یہہ اسی قسم کا مقام تھا جیسا کہ میسور میں کاویری ندی کے گھوم جانے سے سرنگاپٹم کا مقام نکل آیا ھے اور اس قسم کا

---

(۱) ص ۴۴۳ (لیڈن)

(۲) معجم البلدان یاقوت لفظ منصورہ -

ایک دوسرا مقام ترچناپلی (احاطہ مدراس) میں بھی ھے پرانے زمانہ کے فن جنگ کے لحاظ سے اس قسم کے مقامات بہت محفوظ خیال کیے جاتے تھے -

ابوالفضل نے آئین اکبری میں تمام مشکلات حل کردی ھیں - اس نے بتایا ھے کہ سندھ کے مشہور شہر بھکر کا پرانا نام منصورہ تھا، (۱) اور حقیقت یہہ ھے کہ اس پر منصورہ کی پوری جغرافی تعریف صادق آتی ھے - ابوالفضل کہتا ھے "یہاں آکر چھوں دریا ملکر ایک ھو جاتے ھیں اور دو حصوں میں بٹ کر اس کے نیچے سے گذرتے ھیں - ایک حصہ دکھن اور ایک حصہ اتر ھوکر" - بھکر کا نام ھندوستانی تاریخوں میں بہت مانوس ھے اور اب بھی روشناس ھے -

منصورہ پایہ تخت

منصورہ اپنی جاےوقوع کے لحاظ سے محفوظ بھی تھا اور ساتھہ ھی دریا کے ساحل پر اور سمندر کے قریب واقع تھا - اور اس لحاظ سے عراق اور ملک عرب سے آمد و رفت اور وقت پڑنے پر یہاں سے نکل جانے کے لئے بھی مناسب تھا - اس لئے بہت جلد سندھ میں عربوں کا پایہ تخت بن گیا - تیسری صدی میں ھم اس کا نام پایہ تخت کی حیثیت سے سنتے ھیں - بلاذری (المتوفی

---

(۱) آئین اکبری جلد دوم ص ۱۶۰ نولکشور -

سنہ ۲۷۹ ھ) منصورہ کے ذکر میں کہتا ھے "یہہ وھی شہر ھے جہاں آج کل حکام جاکر ٹھہرتے ھیں" (۱)۔ اس کے بعد کے تمام عرب سیاح اس کا اسی حیثیت سے نام لیتے ھیں اور آخر میں وہ ایک قریشی عرب ریاست کا دارالامارت بن جاتا ھے۔

سندھہ دور خلافت عباسیہ میں

سندھہ کا علاقہ خلیفہ المامون (سنہ ۲۱۸ ھ) تک بغداد کے مرکز سے وابستہ رھا، بلکہ اسی کے اخیر زمانہ میں عرب امراء خود مختاری کا خواب دیکھنے لگے، چنانچہ بنی سامہ کے غلام فضل بن ماھان نے سندان نام ایک شہر کو فتح کرکے براہ راست خلیفہ المامون سے اپنی امارت کی سند حاصل کی اور وھاں ایک جامع مسجد بنوائی جس میں نماز جمعہ ادا ھوتی تھی اور خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اس کے بعد اس کا بھائی محمد بن فضل بن ماھان حاکم ھوا اور یہہ زمانہ معتصم باللہ (سنہ ۲۲۷ ھ) کا تھا ۔ اس نے ستر جہازوں کے بیڑے کے ساتھہ سیدیوں پر حملہ کیا ۔ اس کی غیرحاضری میں اس کے بھائی ماھان نے ریاست پر قبضہ کر لیا اور غالباً اسی خانہ جنگی میں ریاست مسلمانوں کے ھاتھہ سے نکل گئی (۲) ۔ معتصم باللہ زمانہ میں قندابیل میں محمد بن

---

(۱) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۴ ۔

(۲) بلاذری ص ۴۴۶ ۔

خلیل نے خودمختاری کا اعلان کردیا تھا مگر معتصم کے عہدہ‌دار عمران برمکی والی سندھ نے وہاں کے سرداروں کو گرفتار کر کے قصدار (قزدار) بھیج دیا - (۱)

عمران برمکی ہی کے زمانہ میں عربوں کے دو مشہور قبیلوں یمنی (قحطانی) اور حجازی (نزاری) میں بعینہ وہی خانہ جنگی شروع ہوئی جس خانہ جنگی نے بنو امیہ کا خاتمہ کر دیا تھا - عمران نے یمنیوں کی طرفداری کی - اس وقت حجازیوں کا سرگروہ ایک قریشی سرداری عمر بن عبدالعزیز ہباری تھا؛ اس نے موقع پاکر عمران کو قتل کر دیا (۲) -

سندھ کا ہباری قریشی خاندان

قریش کے خاندان بنو اسد میں پیغمبر اسلام کے زمانہ میں ہبار بن اسود ایک شخص تھا جو اسلام اور پیغمبر اسلام کا سخت دشمن تھا - آخر وہ فتح مکہ کے زمانہ میں سنہ ۸ ھ میں مسلمان ہوا - اس کی اولاد میں سے ایک شخص حکم بن عوانہ کلبی والی سندھ کی معیت میں سندھ وارد ہوا تھا - اسی شخص کا پوتا عمر بن عبدالعزیز ہباری تھا (۳) - اس کا نسب نامہ

---

(۱) بلاذری ص ۴۴۵ -

(۲) ایضاً ص ۴۴۶ -

(۳) ایضاً -

یہہ ہے : عمر بن عبدالعزیز بن منذر بن زبیر بن عبدالرحمان بن ہبار بن اسود - یہہ خاندان امویوں اور عباسیوں دونوں کے عہد میں سلطنت کے کاروبار میں دخل رکھتا تھا (۱) - اس نے حجازیوں کا سردار بن کر عمران کو قتل کیا اور اس کا لازمی نتیجہ یہہ ہوا ہوگا کہ عمر بن عبدالعزیز ہباری کو سندھ کے حجازی عربوں کی ریاست حاصل ہو گئی ہوگی - سنہ ۲۴۰ ھ میں خلیفہ متوکل کے زمانہ میں سندھ کے والی ہارون بن والی خالد نے جب انتقال کیا تو عمر بن عبدالعزیز نے دربار خلافت میں ایک عریضہ بھیج کر درخواست کی کہ سندھ کی ولایت اس کے سپرد کی جاے - خلیفہ نے اس کی درخواست بہر حال منظور کی - یعقوبی (المتوفی سنہ ۲۷۸ ھ) جس کی تصنیف کا زمانہ سنہ ۲۵۹ ھ ہے اپنی تاریخ میں لکھتا ہے "سندھ کے والی ہارون بن خالد نے سنہ ۲۴۰ ھ میں انتقال کیا" - اور عمر بن عبدالعزیز سامی نے جو سامہ بن لوی کی طرف منسوب ہے اور جو سندھ پر قابض ہو چکا تھا ، لکھا کہ وہ ملک کا بہت اچھا انتظام کر رہا ہے تو متوکل نے اس کی درخواست قبول کی اور متوکل کے پورے زمانۂ خلافت میں وہ مستقل رہا (۲) -

---

(۱) ابن خلدون ج ۲ ص ۳۲۷ -

(۲) تاریخ یعقوبی جلد دوم ص ۵۹۹ (لیڈن) -

یعقوبی کا عمر بن عبدالعزیز کو سامہ بن لوی کی نسل سے بتانا صحیح نہیں ہے - عمر بن عبدالعزیز ہبار بن اسود کی اولاد سے تھا جو کعب بن لوی کی نسل سے تھا - (ابن خلدون ج ۲ ص ۳۲۷ مصر) - غالباً یعقوبی کو ملتان کے امیروں کا دھوکا ہوا جو بنو سامہ تھے -

بہر حال عمر بن عبدالغزیز ہباری کی امارت کے بعد بھی عباسی تعلق قائم رہا - چنانچہ معتمد کے زمانہ میں (سنہ ۲۵۶ - ۲۷۹ ھ) بغداد کے انتظامات ملکی میں سندھ کا نام بھی نظر آتا ہے کیونکہ اس عہد میں خراسان کے صفاری خاندان کے بانی یعقوب بن لیث کو سنہ ۲۵۷ ھ میں ترکستان، ہجستان، کرمان کے ساتھ سندھ کا علاقہ بھی سپرد ہوتا ہے (۱) اور سنہ ۲۶۱ ھ میں معتمد اپنے اولوالعزم بھائی موفق کو تمام دیگر مشرقی ممالک کے ساتھ سندھ کی ولایت بھی عطا کرتا ہے اور اسی زمانہ میں ادھر خلیج فارس کے عربی اور عراقی کناروں پر قرمطیوں (قرامطہ) کی بغاوت شروع ہوتی ہے اور ادھر مغرب میں اسماعیلی فاطمیوں کی تحریک اُٹھتی ہے جو بالاخر مصر تک چھا جاتی ہے -

غالباً یہی وہ موزوں زمانہ ہے جب سندھ کا یہہ برائے نام رشتہ بھی بغداد سے کٹ جاتا ہے - بلاذری جو سنہ ۲۷۹ ھ میں مرا ہے وہ لکھتا ہے کہ "بنو کندہ کا آزادکردہ

---

(۱) تاریخ ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۳۴۳ (مصر) -

غلام ابوالصمہ جو تیسری صدی کے شروع کے ایک عباسی والی عمر بن حفص بن ہزار مرد کے ساتھہ سندھہ گیا تھا - اس کا بیٹا صمہ آج کل سندھہ میں زبردستی خودمختار بن بیٹھا ھے" (۱) -

مگر معلوم ھوتا ھے کہ عمر بن عبدالعزیز ھباری کی اولاد نچلی نہیں بیٹھی ، خود عمر بن عبدالعزیز ھباری سندھہ کے شہر یا بدیا یا بانیہ میں رھتا تھا (۲) - مگر اس کی اولاد نے مستقل طور سے سندھہ زیرین کے علاقہ پر قبضہ کرکے منصورہ کو اپنا پایۂ تخت بنا لیا - سنہ ۲۷۰ ھ میں عمر بن عبدالعزیز ھباری کا بیٹا عبداللہ منصورہ کا فرمانروا تھا - اسی کے زمانہ کا واقعہ ھے کہ الرا (الور واقع سندھہ) کے ھندو راجہ نے اس سے ایک ایسے مسلمان مبلغ اور عالم کی فرمایش کی تھی جو اس کو دین اسلام سے آگاہ کر سکے (۳) - سنہ ۳۰۳ ھ میں جب مسعودی آتا ھے تو وہ اس عبداللہ کے بیٹے عمر کو منصورہ کا فرمانروا پاتا ھے اور ساتھہ ھی بہت سے عرب سردار وھاں اس کو ملتے ھیں ، سادات اور علوی خاندان کے لوگ بھی وھاں نظر آتے ھیں ، بادشاہ کا نام عمر بن عبداللہ ، وزیر کا نام

(۱) بلاذری ص ۴۴۵ -

(۲) ابن حوقل ذکرالسند -

(۳) عجائب الهند ، بزرگ بن شہریار ص ۳ (لیڈن) -

ریاح اور قاضی ال ابی الشوارب تھے - مسعودی کی اصل عبارت یہہ ھے :- (۱)

"میرے منصورہ پہنچنے کے زمانہ میں ابوالمنذر عمر بن عبداللہ بادشاہ تھا ، اور وھیں اس کے وزیر ریاح اور اس کے دونوں بیٹوں محمد اور علی کو دیکھا ، اور ایک اور عرب سردار کو جو وھاں کے بادشاھوں میں سے ایک بادشاہ تھا ، جس کا نام حمزہ تھا (۲) اور حضرت علی بن ابی طالب کی بہت سی اولاد کرام! وھاں نظر آئی جو عمر بن علی اور محمد بن علی کی نسل سے تھی - منصورہ کے بادشاھوں اور وھاں کے قاضی کے خاندان ال ابی الشوارب میں قرابت تھی ، اور منصورہ کے یہہ بادشاہ ھبار بن اسود کی اولاد ھیں ، جو بنو عمر بن عبدالعزیز کہلاتے ھیں " -

---

(۱) مروج الذھب مسعودی جلداول ص ۳۷۷ -

(۲) ڈاکٹر برڈ (Bird) جن کا حوالہ الیٹ نے دیا ھے ، (ج ۱ ص ۴۸۸) انہوں نے اس فقرہ کا مطلب بالکل غلط سمجھا ھے کہ " یہاں حمزہ سید الشہداء کی اولاد آکر بسی تھی" - حمزہ کے نام سے ان کو شبہہ ھوا ، یہہ حمزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہ نہیں بلکہ کوئی حمزہ نام دوسرا عرب سردار تھا ، اور مسعودی خود حمزہ کا ذکر کر رھا ھے اور اس کی اولاد کا نہیں - حضرت حمزہ کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اور نہ ان کی نسل پھیلی -

مسعودی کے بعد سنہ ۳۶۷ ھ میں ابن حوقل آیا ، اس وقت تک یہی خاندان یہاں حکمواں تھا ، اور گو خلافت عباسیہ سے کوئی سیاسی و انتظامی تعلق باقی نہیں رہا تھا مگر مذہبی رشتہ باقی تھا ، چنانچہ عباسی ھی خلفاء کے نام کا وہ خطبہ پڑھتے تھے - اصل عبارت یہہ ھے :- (۱)

"ملک کا بادشاہ ایک قریشی ھے جس کی نسبت کہا جاتا ھے کہ وہ ھبار بن اسود کی نسل سے ھے - اس کے باپ دادا اس ملک پر حکمران تھے ، اور اب وہ ھے مگر خطبہ خلیفۂ بغداد ھي کے نام کا پڑھا جاتا ھے " -

سنہ ۳۷۵ ھ میں مقدسی جب آیا تو اسی خاندان کو اسی طرح حکمران پایا لیکن اس درمیان میں دیلمیوں کا شیعی خاندان جو فارس پر حکومت کر رہا تھا اس کا اثر بھی بلوچستان کے راستے سے سندھ تک پہنچ رہا تھا - تاھم خلیفہ بغداد کا نام بھی باقی تھا - بشاری کہتا ھے :- (۲)

"منصورہ پر ایک سلطان کی حکومت ھے جو قریش کے خاندان سے ھے ، لیکن وہ خطبہ خلیفہ عباسی کا پڑھتے ھیں اور کبھی عضدالدولہ (دیلمي) کا خطبہ

(۱) سفر نامہ ابن حوقل ذکرالسند -

(۲) احسن التقاسیم بشاری ص ۴۸۵ -

پڑھتے تھے - جس زمانہ میں ہم شیراز میں
تھے اس وقت یہاں سے ایک سفیر شیراز
عضدالدولہ کے بیٹے کے پاس گیا تھا" -

شہر منصورہ کی آبادی اور وسعت

ابن حوقل کا بیان ہے کہ منصورہ ایک میل لمبا اور ایک ہی میل چوڑا تھا، اور چاروں طرف دریا سے گھرا ہوا تھا، یہاں کے باشندے مسلمان تھے - بشاری کہتا ہے کہ "منصورہ سندھ کا مرکزی شہر اور ملک کا دارالحکومت ہے، دمشق کی طرح ہے، مکانات لکڑی اور مٹی کے ہیں، جامع مسجد اینٹ اور پتھر سے بنی ہے اور بڑی ہے، اور عمان کی جامع مسجد کی طرح سال کی لکڑی کے ستونوں پر قائم ہے،.........بیچ بازار میں واقع ہے......شہر میں چار دروازے ایک کا نام باب البحر (دریا کا دروازہ) دوسرے کا طوران دروازہ، تیسرے کا نام سندان دروازہ ہے، چوتھے کا نام ملتان دروازہ" - (۱)

مملکت منصورہ کی وسعت اور سر سبزی

اس عرب حکومت کی وسعت میں سندھ کے متعدد شہر تھے - بشاری کہتا ہے کہ سندھ کا دارالحکومت منصورہ ہے اور اس کے شہروں میں سے دیبل، زندریج، کدار، مایل

---

(۱) احسن التقاسیم ص ۴۷۹ -

بتلی ہے - اصطخری نے اور بعض شہر بھی اس میں گناے ہیں ، جیسے بانیہ ، سدوسان ، الور ، سوبارہ ، صیمور - مسعودی کا بیان ہے کہ " منصورہ کے دائرۂ حکومت میں جو گاؤں اور آبادیاں ہیں ان کا شمار تین لاکھ کا ہے - اس سے اندازہ ہوگا کہ منصورہ کی حکومت خاصي بڑی تھی - " پھر مسعودی کہتا ہے کہ " تمام کھیت ہیں ، درخت ہیں ، اور آبادیاں ملی ملی ہیں " (۱) - اس سے اس کی سرسبزی اور آبادی کا قیاس ہو سکتا ہے -

بادشاہ کی جنگی قوت

مسعودی کہتا ہے کہ :-

" منصورہ والوں کی میدیوں کے ساتھہ جو سندھہ کی ایک قوم ہے برابر لڑائیاں رہتی ہیں - بادشاہ کے پاس ۸۰ جنگی ہاتھی ہیں ، اور قاعدہ یہہ ہے کہ ایک جنگي ہاتھی کے ساتھہ پانچ سو پیادہ فوج ہوتی ہے - ان میں سے دو ہاتھی نہایت مشہور بہادر اور لڑنے والے تھے ان میں سے ایک کا نام منصر قلس اور دوسرے کا نام حیدرہ تھا ، اور یہہ سدھاے ہوے تھے " - (۲)

---

(۱) مروج الذهب ج ۱ ص ۳۷۸ -

(۲) ایضاً -

مسعودی نے گویا ہم کو منصورہ کی پوری فوجی قوت بتادی، ایک ھاتھی کے ساتھہ پانچ سو آدمی ہوتے ہیں، تو اسی ھاتھیوں کے ساتھہ چالیس ہزار فوج ہوگی -

منصورہ کی علمی اور مذہبی حالت

اس کے متعلق سب سے بہتر بیان بشاری نے اپنے سفر نامہ میں قلمبند کیا ہے - کہتا ہے :-

> "یہاں کے باشندے لائق اور بامروت ہیں، ان کے ہاں اسلام کو تازگی حاصل ہے، اور علم اور اہل علم یہاں بہت ہیں، ان میں ذہانت و ذکاوت ہے، اور نیکی اور خیرات کرتے ہیں" - (۱)

> "اہل ذمہ (غیر مسلم رعایا) بت پوجتے ہیں، مسلمانوں میں واغطوں کا وجود نہیں، مسلمانوں میں اکثر اہل حدیث ہیں - میں نے یہاں قاضی ابو محمد منصوری کو دیکھا جو داؤدی تھے اور اپنے مذہب کے امام تھے اور ان کا حلقہ درس تھا، اور ان کی تصنیفیں ہیں، ان کی بہت سی اچھی تصیفات ہیں،

---

(۱) مروج الذهب ج ۱ ص ۳۷۹ - احسن التقاسیم ص ۴۷۹ -

.... بڑے بڑے شہروں میں حنفی فقہا بھی پائے جاتے ھیں لیکن یہاں مالکی وار حنبلی نہیں، اور نہ معتزلی ھیں، سیدھے اور صحیح مسلک پر ھیں، اور نیکی اور پاکدامنی ھے" - (۱)

اس قدیم عہد میں یہاں اهل حدیث کا ھونا بڑی حیرت انگیز بات ھے - داؤدی فرقہ سے مراد داؤدی بوھرے نہیں بلکہ امام داؤد ظاھری کے پیرو مراد ھیں، جو ایک قسم کے اهل حدیث ھی تھے -

زبان

مسعودی کہتا ھے کہ "سندھ کی زبان خاص ھے، ھندوستان سے الگ" - بشاری منصورہ کی بندرگاہ دیبل کے متعلق کہتا ھے کہ یہاں کل کے کل تاجر بستے ھیں، ان کی زبان سندھی اور عربی ھے" (۲) - اس سے یہہ قیاس ھو سکتا ھے کہ یہاں کی زبان پر عربی کا کتنا گہرا اثر پڑا ھوگا جس کا ثبوت آج بھی موجود ھے، کہ ان کی سندھی زبان میں عربی کے الفاظ اسی طرح ملے ھوے ھیں جس طرح ھماری اردو میں، اور سب سے بڑا اثر یہہ ھے کہ سندھی کا خط آج بھی بعینہ عربی ھے -

---

(۱) احسن التقاسیم ص ۴۸۱ -

(۲) مروج الذھب جلد اول ص ۲۸۱ -

منصورہ کا خاتمہ

منصورہ کی عربی حکومت کا خاتمہ کیونکر ہوا اس کے متعلق کوئی تصریحی بات نہیں ملتی - بشاری کے زمانہ یعنی سنہ ۳۷۵ ھ تک وہ یقیناً قائم تھی - اس کے پندرہ برس کے بعد محمد کے حملے شروع ہوتے ہیں - سنہ ۴۱۶ ھ میں جب سلطان محمود نے سومنات پر اپنا مشہور حملہ کیا ہے تو وہاں سے واپسی میں اس نے سندھ کا راستہ اختیار کیا، گجرات سے سندھ، اور سندھ سے دریائے سندھ کے کنارے ملتان، اور ملتان سے غزنین - اس راستہ میں مؤرخین نے تصریح کی ہے کہ وہ منصورہ ہوکر گزرا، (۱) لیکن ابن اثیر نے اپنی تاریخ کامل میں اسی سال کے واقعات کے ضمن میں ایک اہم فقرہ لکھا ہے :- (۲)

"اور سلطان نے منصورہ کا قصد کیا، یہاں کا والی اسلام سے پھر گیا تھا، تو جب اس کو سلطان کی آمد کی خبر ہوئی تو شہر سے نکل گیا، اپنے آدمیوں کو لے کر جھاڑیوں میں چھپ گیا - سلطان محمود نے اس کا تعاقب کیا، بہت سے آدمی مارے گئے، اور بہت سے دریا میں

(۱) زین الاخبار گردیزی ص ۸۷ (برلن) -
(۲) کامل ابن اثیر ج ۹ ص ۲۴۳ (لیڈن) -

ڈوب کر مر گئے تھوڑے بچ گئے ، وھاں سے
سلطان بھاٹیہ ھو کر غزنین چلا گیا ،، (۱) -

سوال یہہ ھے کہ ،، اسلام سے پھر جانے اور مرتد ھو جانے ،، کے کیا معنی ؟ اگر اس حملہ کو مسلمانوں کے نزدیک بجا ثابت کرنے کے لئے والی منصورہ کو مرتد مشہور نہ کیا گیا ھو تو اس زمانہ کے محاورہ کے مطابق اس کے یہہ معنی قرار دئے جائیں گے کہ ملتان کی طرح منصورہ کا بادشاہ بھی شاید اسماعیلی قرمطی مذھب میں داخل ھو گیا ھو ، ورنہ اس حملہ سے ۴۱ برس پہلے بشاری کی شہادت اھل منصورہ کے سنی بلکہ اھل حدیث ھونے کی تمامتر شہادت موجود ھے - بھر حال اس سے یہہ ثابت ھوتا ھے کہ منصورہ کی اس ھباری حکومت کا سنہ ۴۱۶ ھ میں سلطان محمود کے ھاتھہ سے خاتمہ ھوا - مشہور محقق ابن خلدون ایک موقع پر ھبار بن اسود کے خاندانی تذکرہ میں لکھتا ھے :-

،، انھیں ھبار بن اسود کی نسل سے
عمر بن عبدالعزیز تھا جو خلیفہ متوکل
کے قتل کے بعد شروع ھنگامہ میں سندھ

---

(۱) الیٹ نے ابن اثیر کے حوالے سے لکھا ھے کہ ،، سلطان محمود نے ایک مسلمان کو منصورہ کا بادشاہ بنایا ،، (جلد اول) مگر ابن اثیر میں یہہ فقرہ نہیں بلکہ وہ بیان ھے جو میں نے لکھا ھے - اس سے یہہ غلطی شائد کسی یوروپین ترجمہ پر اعتماد کرنے سے ھوئی ھے -

پر قابض ہو گیا تھا اس کی اولاد نے
سندھ پر یکے بعد دیگرے حکومت کی
یہاں تک کہ غزنین کے سلطان محمود کے
ہاتھوں ان کا خاتمہ ہوا - ان کا پایہ
تخت منصورہ تھا" (۱) -

کیا منصورہ والے بھی قرمطی اسماعیلی تھے ؟

اوپر کی سطروں میں بشاری نے جو خود ایک فقیہہ و عالم تھا جس دھوم دھام سے سنہ ۳۷۵ ھ میں اہل منصورہ کے دیندار اہل سنت ہونے کی شہادت دی ہے، اس کو پیش نظر رکھتے ہوے سنہ ۴۱۶ ھ میں ان کا قرمطی ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے - ابن خلدون کے بیان سے ثابت ہے کہ محمود نے ہباری امیر کے ہاتھہ سے سندھ کی ریاست چھینی اور ابن اثیر کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس امیر کے ہاتھہ سے اس نے سلطنت چھینی اس کے متعلق سلطان کو یہہ معلوم ہوا کہ وہ مرتد ہو گیا ہے، جس کے دوسرے معنی یہہ ہیں کہ وہ قرمطی اسماعیلی ہو گیا تھا -

جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ اہل منصورہ کے قرمطی اسماعیلی ہو جانے کی شہرت منصورہ کی اسلامی ریاست پر سلطان کے حملہ کے جواز کے لئے نہیں دی گئی، تو

---

(۱) تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص ۳۲۷ (مصر) -

ابن اثیر کے بیان سے یہی ہوسکتے ہیں کہ سنہ ۳۷۵ ھ کے بعد هباری مسلمی خاندان کا خاتمہ قرمطیوں نے کیا - یا ملتان کے ان کے ہاتھہ سے نکل جانے کے بعد انہوں نے سندھہ میں اپنی ریاست قائم کرلی ، اور اسی قرمطی ریاست کا سلطان محمود نے سنہ ۴۱۶ ھ میں خاتمہ کیا -

دروزی خط

جس دروزی خط کا اقتباس پہلے گذر چکا ہے اس کی حیثیت اس مسئلہ میں بھی نہایت اہم ہے - اس دروزی خط میں جو شام کے اسماعیلی دروزیوں کے مذہبی امام کی طرف سے بھیجا گیا ہے یہہ لکھا ہے :-

> " ملتان اور ہندوستان کے موحدوں کے نام عموماً اور شیخ ابن سومر راجہ بل کے نام خصوصاً " -

اس خط میں ابن سومر راجہ بل کو جائز وارث بھوترو‌ا اور ہوٗدل ہیلا کا لکھا ہے - اسی خط میں اس خاندان کے اور بہت سے ارکان کے نام لکھے ہیں جن میں بعض عربی اور بعض ہندی نام ہیں ، اور ان کو غیرت دلاکر لکھا ہے کہ :-

> " اے معزز راجہ بل ، اپنے خاندان کو اُٹھا ، موحدین کو اور داؤد اصغر

(چھوٹے داؤد) کو سچے دین میں
واپس لا کہ مسعود نے جو اُسے
حال ہی میں قید اور غلامی سے آزاد
کیا ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ تو اس
فرض کو انجام دے سکے جو تجھہ کو
اس کے بھانجے عبداللہ اور ملتان کے
تمام باشندوں کے برخلاف انجام دینے
کے لئے مقرر کیا گیا ہے تاکہ تقدیس (۱)
اور توحید کے ماننے والے جہالت، ضد،
اور سرکشی و بغاوت والی جماعت سے
ممتاز ہو جائیں" - (۲)

اس خط سے نہایت اہم نتائج نکالے جا سکتے ہیں -

۱ - سومر جو سندھہ کے باشندہ تھے اور جو اس کے بعد سومری خاندان کے بانی ہوئے وہ اسماعیلی مذہب کے تھے -

۲ - ان کے نام ہندوانہ اور عربی قسم کے ہیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ یہہ خاندان عربی ہندی آمیز تھا -

---

(۱) اسماعیلیوں کا بار بار توحید و تقدیس کا دعویٰ اس بنا پر ہے کہ وہ خدا میں صفات کا ماننا جیسا عام اہل سنت مانتے ہیں شرک سمجھتے تھے - وہ نفی صفات کے قائل تھے جس کا نام ان کے ہاں توحید و تقدیس تھا - معتزلہ کا بھی یہی عقیدہ تھا، اسی لئے وہ بھی اپنے کو اہل عدل و توحید کہتے تھے -

(۲) الیٹ جلد اول ص ۴۹۱ -

۳ - ملتان کے بادشاہ ابوالفتح داؤد وغیرہ اور سندھ کے یہہ سومری ایک ھی مذھب کے پیرو تھے -

۴ - سومر غالباً سندھ کے اسماعیلیوں کا "شیخ" اور امام تھا کیونکہ شیخ خاص طور سے اسماعیلی اپنے مذھبی سردار کے لئے استعمال کرتے تھے -

۵ - معلوم ھوتا ھے کہ ابوالفتح داؤد کے بعد اس کا کوئی بیٹا تھا جو چھوٹے داؤد کے نام سے مشہور تھا اور جس کو سلطان مسعود نے اسماعیلی مذھب سے توبہ کر لینے پر قید سے آزاد کر دیا تھا -

۶ - عبداللہ ابوالفتح داؤد اکبر کا نواسہ اور داؤد اصغر کا بھانجہ تھا جس کو ملتان کے لوگ اپنا امیر بنا لینا چاھتے تھے -

۷ - اس خط کا منشا یہہ ھے کہ ابن سومر راجہ بل کو سلطان مسعود اور عبداللہ اور اھل ملتان کے خلاف اپنے قبیلہ کو جنگ کے لئے اُبھارے اور قرمطی اسماعیلیوں کی جو طاقت زائل ھو گئی تھی اس کو پھر واپس لائے ، چنانچہ ملتان میں یہہ کوشش بار بار کی گئی اور نا کام و کامیاب ھوتی رھی -

۸ - اور آخری اھم بات اس خط سے سومر کی شخصیت کے متعلق معلوم ھوتی ھے کہ یہہ کوئی طاقتور اور پرزور شخص تھا - سومر کا بیٹا جب سلطان مسعود کا معاصر تھا

تو کہنا چاہئے کہ سومر سلطان محمود (المتوفی سنہ ۴۲۱ ھ) کا معاصر تھا -

۹ - یہی سومری ہیں جو اس خط کی تاریخ کے بیس برس بعد سلطان عبدالرشید بن محمود غزنوی (المتوفی سنہ ۴۴۴ ھ) کی کمزور حکومت کے زمانہ میں غزنویوں کے بجائے سندھ کے مالک ہوگئے -

هباری خاندان کی ایک زندہ جاوید یادگار

هباری سلاطین کی گو ظاہری یادگار ہمیشہ کے لئے مٹ گئی مگر اس کی ایک روحانی یادگار ہمیشہ کے لئے باقی رہ گئی اور وہ ان کا وہ خاندان ہے جو غزنویوں کے زیر سایہ یہاں سے ملتان جاکر آباد ہوا - شیخ الاسلام زکریا ملتانی سنہ ۵۷۸ ھ میں پیدا ہوئے اور بقول فرشتہ سنہ ۶۶۶ ھ میں اور بقول اخبار الاخیار سنہ ۶۶۱ ھ میں وفات پائی - شیخ عبدالحق دہلوی نے آپ کو "اسدی" لکھا ہے، (۱) جو معلوم ہوچکا ہے کہ حضرت هبار کا قبیلہ تھا - شیخ عین الدین بیجاپوری نے ان کا نسب حضرت (هبار) بن اسود بن مطلب بن اسد تک پہنچایا ہے (۲) - پیرزادہ محمد حسین صاحب نے ابن بطوطہ کے اپنے اردو ترجمہ (جلد دوم ص ۸) میں

(۱) اخبارالاخیار ص ۲۶ مطبع هاشمی میرٹھ -
(۲) فرشتہ جلد ۲ ص ۴۰۴ نولکشور -

شیخ کے موجودہ خاندان کے ذخیرہ میں سے ایک پرانی کتاب خلاصۃ العارفین کا ایک عربی اقتباس نقل کیا ھے جو ملفوظات سید جلال بخاری سے منقول ھے - اس میں جو نسب نامہ لکھا ھے اس سے بھی یہی ثابت ھوتا ھے - اس طرح شیخ الاسلام کے خاندان کے ھندوستان آنے کی جو دو تاریخیں ملتی ھیں یعنی ایک یہہ کہ وہ پہلی صدی ھجری میں عرب فاتحین ھند کے ساتھہ آیا جیسا کہ ابن بطوطہ میں ھے اور دوسری یہہ کہ وہ گویا پانچویں صدی ھجری میں عرب سے آئے - یہہ دونوں مل جاتی ھیں اور وہ اس طرح کہ سندھہ میں اس خاندان کا ورود پہلی تاریخ کے مطابق ھوا یعنی دوسری صدی ھجری میں اور ملتان میں منصورہ کی تباھی کے بعد پانچویں صدی میں غزنوی سلطنت کے زیر سایہ آکر آباد ھوئے - البتہ خوارزم ھوکر یہاں آنے کا بیان صحیح نہ ھوگا جیسا کہ تاریخ فرشتہ میں ھے - لیکن اس سے زیادہ اھم بیان تاریخ طاھری کے مصنف کا ھے جس نے تفصیل کے ساتھہ یہہ بتایا ھے کہ شیخ بہاؤالدین سندھی تھے اور سمہ قوم نے پہلے محمد تور کے تباہ ھونے کے بعد سکور (موجودہ سکھر) کے پرگنہ میں جو محمد تور نے آباد کیا تھا وہ وھیں کے رھنے والے تھے (۱) -

---

(۱) تاریخ طاھری الیٹ ص ۲۵۶ -

سندھ غزنویوں اور غوریوں اور سلاطین دھلی کے ھاتھ میں

سندھ کا غزنویوں کے ھاتھوں میں سنہ ۴۴۴ ھ تک رھنا اس سے ثابت ھے کہ سلطان عبدالرشید غزنوی (سنہ ۴۴۴ ھ) تک سندھ سے خراج کا آنا ثابت ھوتا ھے - ان کے بعد ھی غزنوی سلطنت میں انتشار پیدا ھو گیا گو برائے نام آخر تک (سنہ ۵۷۸ ھ) تک وہ پنجاب اور سندھ کے مالک کہلاتے رھے - سنہ ۵۷۸ ھ میں غزنویوں کے بجائے غوریوں کا عمل دخل شروع ھو گیا اور شہاب‌الدین کے ایک سپہ‌سالار ناصرالدین قباچہ نے سندھ پر اور ایلتمش نے دھلی پر قبضہ کیا اور بالاخر ایلتمش نے قباچہ کو شکست دے کر سندھ سے اس کو نکال دیا - اس وقت سے وہ گو دھلی سے برائے نام وابستہ رھا لیکن درحقیقت وہ خودمختار ھی رھا - محمد شاہ تغلق کے زمانہ میں (سنہ ۷۵۲ ھ میں) سندھ ایک مقامی حکمراں خاندان سے نکل کر دوسرے مقامی حکمراں کے ھاتھ میں گیا - سلطان فیروز شاہ نے سنہ ۷۶۲ ھ میں اس پر مصالحانہ قبضہ کیا اور آخر انھیں مقامی حکمرانوں کے سپرد کیا جن کے ھاتھ میں وہ سنہ ۹۲۷ ھ تک رھا - ان سے ایک تاتاری امیر ارغون نے اس کو فتح کیا اور آخر سنہ ۱۰۰۰ ھ کے خاتمہ پر وہ اکبری مقبوضات میں داخل ھو گیا -

سومری

اوپر کی پوری تاریخ سے هم کو کوئی بحث نہیں ہے - هم کو گذشتہ تاریخ کے صرف دو خودمختار قبیلوں کی اصلیت پر غور کرنا ہے جن میں سے ایک سومری اور دوسرے سما کہلاتے ہیں - غزنویوں کی کمزوری کے عہد میں جس مقامی قبیلہ نے سندھ پر قبضہ کیا وہ سومری کہلاتے ہیں - پھر محمد شاہ تغلق کے عہد میں سنہ ۷۵۲ ھ میں جو دوسرا مقامی قبیلہ برسر حکومت آیا اور جو سنہ ۹۲۷ ھ (۱۵۲۱ ع) تک قائم رہا وہ سمہ کہلاتا ہے - ان دونوں قبیلوں کی اصلیت کے متعلق مؤرخین میں سخت اختلاف ہے اور خصوصاً سومری خاندان کی قومیت بہت کچھ بحث طلب ہے اور اسی طرح ان کا مذہب بھی -

اوپر جس دروزی خط کا حوالہ گذرا ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ سنہ ۴۲۲ ھ (سلطان مسعود کے زمانہ میں) شیخ ابن سومر راجہ بل موجود تھا اور وہ اسماعیلی مذہب تھا اور اس کو دروزیوں کے امام نے ملتان اور سندھ کے اسماعیلیوں کی دوبارہ حکومت قائم کرنے کے لئے بڑی غیرت دلائی تھی - اس لئے عجب نہیں کہ غزنویوں کے زور توٹنے پر سلطان عبدالرشید (سنہ ۴۴۰ ھ) کے زمانہ میں سومریوں نے سندھ میں اپنی سلطنت قائم کر لی -

ان کی یہہ سلطنت سنہ ۴۴۴ ھ سے لے کر سنہ ۷۳۴ ھ کے چند سال بعد تک کسی نہ کسی طرح قائم تھی - چنانچہ اس سلسلہ میں ابن بطوطہ کی شہادت سب سے زیادہ اہم ہے - وہ هندوستان میں سندھہ کے راستہ سے سنہ ۷۳۴ ھ میں اس وقت هندوستان آیا تھا جب سومری قوم سلاطین دهلی کے ماتحت حکمراں تھی اور ابن بطوطہ نے ان کو دیکھا تھا - وہ کہتا ہے :-

۱ - اس کے بعد ہم خبانی (۱) پہونچے جو دریاے سندھہ کے کنارے ایک خوبصورت اور بڑا شہر ہے اور جس میں خوش نما بازار ہیں - سیاحوں کے باشندے وہ لوگ ہیں جن کو سامرہ کہتے ہیں جو یہاں اس وقت بسے اور ان کے بزرگ یہاں آباد ہوے جب حجاج کے زمانہ میں سندھہ فتح ہوا جیسا کہ مؤرخین نے لکھا ہے........یہہ لوگ جو سامرہ کہلاتے ہیں یہہ کسی کے ساتھہ کھاتے نہیں اور نہ کھاتے وقت ان کو کوئی دیکھہ سکتا ہے ' اور نہ وہ اوروں سے اور نہ اور لوگ ان سے شادی بیاہ کرتے ہیں

---

(۱) یہہ شہر بے نشان ہے - معلوم ہوتا ہے کہ دریا برد ہو گیا - ابوالفضل نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا ہے -

اس زمانه میں جو ان کا امیر هے
اس کا نام دنار هے جس کا ذکر هم
آگے کریں گے -

چنانچہ آگے چل کر وہ سیوستان (سیہوان) کے ذکر میں
کہتا هے - (سیوان اب کراچی کے ضلع میں هے) -

۲ - اسي شہر میں سامري امیر دنار جس کا
ذکر اوپر گذرا اور امیر قیصر رومی رهتے
هیں اور یہہ دونوں سلطان (دهلی) کی
ماتحتی میں هیں' اور ان دونوں کے
ساتھہ اتھارہ سو سوار تھے' اور یہاں ایک
هندو رهتا تھا جس کا نام رتن تھا
جو حساب و کتاب میں بڑا ماهر تھا -
وہ بعض امراء کے ساتھہ سلطان کے دربار
میں گیا' سلطان نے اس کو پسند کیا
اور اس کو "سندهہ کا راجہ" خطاب اور
راجگي کے ماهی مراتب دے کر سیوستان
بھیجا اور اس کو وہ جاگیر میں دے دیا -
جب وهاں پہنچا تو دنار اور قیصر کو
یہہ برا معلوم هوا کہ ایک کافر کو
ان پر فوقیت دی جاے تو باهم مشورہ
کر کے اس کو قتل کر دیا .... اور
خزانہ لوت لیا اور سب نے مل کر اونار کو

ملک فیروز کا خطاب دے کر اپنا بادشاہ
بنان لیا .... پھر دنار یہہ سمجھہ کر
کہ وہ اس وقت اپنے قبیلہ سے دور ہے
ڈرا ، اور اپنے قبیلہ میں چلا گیا ......
...لشکریوں نے قیصری کو امیر بنا لیا
......جب ملتان کے نائب کو خبر لگی
تو اس نے اس کی سزا کے لئے فوج بھیجی
اور سخت سزا دی (۱) (باختصار) -

ابن بطوطہ اسي وقت پہنچا تھا ، ایک مدرسہ میں تھہرا تھا - لاشوں کی بدبو سے اس کو نیند نہیں آتی تھي - ان دونوں اقتباسوں سے کئی باتیں ثابت هوتي هیں -

۱ - سامری لوگ اپنے بزرگوں کی آبادی کو حجاج بن یوسف ثقفی کی آمد سے متعلق کرتے تھے -

۲ - وہ مذھباً هندو نہ تھے اور نہ هندؤوں کی ماتحتی پسند کرتے تھے ، ساتھہ هي ان میں بعض باتیں ایسي بھی پائی جاتی تھیں جو عام مسلمانوں سے ان کو الگ کرتي تھیں -

۳ - اس وقت سندھہ سلطان دھلی کے ماتحت اُس طرح تھا کہ سلطان کي طرف سے ایک امیر یا ریزیڈنٹ سومریوں کے ساتھہ رهتا تھا -

---

(۱) سفر نامہ ابن بطوطہ جلد دوم ص ۴ و ۶ (مصر) -

۴ - سندھ انتظام ملکی میں ملتان کے ماتحت ہوکر دہلی کا ماتحت تھا -

سومرہ کا مذہب

دروزوالے خط سے سومرہ کا اسماعیلی ہونا تو ثابت ہی ہو چکا ہے مگر چند مزید باتیں ابن بطوطہ سے بھی معلوم ہوتی ہیں - ابن بطوطہ کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ سومری لوگ عرب فاتحین ہند کے ساتھہ آکر بسے تھے - ظاہر ہے کہ یہہ راجپوت نہیں ہو سکتے لیکن اسی کے ساتھہ یہہ بھی ظاہر ہے کہ کھانے پینے اور شادی بیاہ کے بعض خاص غیر اسلامی مراسم بھی ان میں تھے ' مگر ابا ایں ہمہ وہ اپنے کو ہندو یا کافر نہیں بلکہ موحد اور مسلمان ہی سمجھتے تھے اور اسلامی لقب ملک فیروز ختیار کرتے تھے اور کافر کی اطاعت کو اپنے لئے تحقیر کا باعث سمجھتے تھے ' اس لیے وہ ہندو قطعاً نہیں تھے - ایسا مخلوط مذہب قرمطیوں اور اسماعیلیوں ہی کا تھا جو اسلام کے ساتھہ کچھہ ہر جگہ کے ملکی مراسم اور اعتقادات کو شامل کر لیتے تھے ' چنانچہ انھوں نے ہندوستان میں حضرت علی کو وشنو کا اوتار بنایا تھا اور اسی قسم کی باتیں وہ مخلوط کر لیتے تھے - اس سے ان کو ہر ملک میں مذہب کی تبلیغ میں آسانی ہوتی تھی اور پرانے زمانہ میں اسماعیلیوں کے قلعہ الموت سے سندھہ میں مبلغین

کا آنا تاریخوں سے ثابت ہے (۱) - اور یہہ عقائد کے اخفا کا مسلک بھی انھیں میں تھا - وہ نام بھی ہندؤوں کے اختیار کر لیتے تھے جیسا کہ آج بھی بمبئی کے خوجہ قوم میں ان باتوں کی مثالیں مل سکتی ہیں - اس سلسلہ میں ایک عجیب واقعہ شیخ الاسلام زکریا ملتانی کے مرید در مرید مخدوم جہانیاں سید جلال‌الدین بخاری (سنہ ۷۰۷ - ۸۰۰ ھ) کے حالات کے ضمن میں ملتا ہے - یہہ ان کا ذکر آگے کسی موقع پر آئے گا - یہہ سندھہ کے شہر اوچ میں سکونت پذیر اور مرجع خلائق تھے - لکھا ہے کہ اوچ کا والی "سومرہ" ان کی خدمت میں ایک دفعہ آیا، درویشوں کا هجوم تھا - سومرہ نے ان میں سے کسی کو حضرت کی اجازت کے بغیر "مسجد" سے باهر نکال دیا - اس وقت مخدوم کی زبان سے نکلا کہ "سومرہ مگر دیوانہ شدہٗ" اسی وقت وہ پاگل هو گیا - شہر میں غل هو گیا، آخر اس کی ماں نے آکر بڑی منت کی، قصور معاف هوا، وہ هوش میں آیا اور "مسجد" میں آکر پاؤں چومے، مرید هوا اور مقبول بارگاہ هوا (۲) - کیا اس واقعہ سے یہہ سمجھا جائے کہ وہ اسماعیلیت سے تائب هو کر سنی هو گیا ؟

اسماعیلی مذهب کی مصروالی فاطمی سلطنت کا خاتمہ سنہ ۵۶۷ ھ میں سلطان صلاح‌الدین کے هاتھوں سے

---

(۱) دعوت اسلام (پریچنگ آف اسلام) ڈاکٹر آرنلڈ ص ۲۹۳ -

(۲) فرشتہ جلد ۲ ص ۴۱۶، (نولکشور) -

هو گیا - اس کے بعد حسن بن صباح والی اسماعیلی نزاری سلطنت قلعہ الموت کی قائم رهی جو سنہ ۴۸۳ ھ (۱۰۹۱ع) سے شروع هوکر سنہ ۶۵۴ ھ (۱۲۵۶ع) میں هلاکو کی تلوار سے برباد هوئی - ظاهر هے کہ سندهہ کی اسماعیلی جماعت پر اصل مرکز کی بربادی کا کیا اثر پڑا هوگا - اس لئے ان سومریوں کا یا ان میں سے بعض کا یہہ جلال بخاری کے هاتهہ پر سنی هو جانا بالکل ممکن هے -

سومرہ کی قومیت

سومرہ لوگوں کی قومیت کے مسئلہ کے حل کرنے کے لیے سب سے پہلے هم کو اپنے پرانے مؤرخوں کے بیانات سننے چاهئیں - ابن بطوطہ کا سب سے پہلا بیان سن چکے کہ یہہ اپنے اسلاف کا سندهہ میں حجاج بن یوسف کے زمانہ فتح سندهہ میں آباد هونا بیان کرتے تهے - اس کے بعد تاریخ معصومی کے مصنف میر محمد معصوم کا بیان هے - وہ اپنی تاریخ کے دوسرے باب میں کہتا هے کہ

> "سلطان محمود نے ملتان اور سندهہ فتح کر لیا - سلطان عبدالرشید بن محمود کے زمانہ میں (سنہ ۴۴۱ - ۴۴۴ ھ) جب سلطنت اس کی عیاشی اور آرام طلبی کے سبب سے کمزور هوئی تو انهوں نے غزنویوں کا جوا اپنے کندهے سے اتار دیا اور سومرہ کے قبیلہ نے تهری کے

مقام میں جمع ہوکر سومرہ نام ایک
شخص کو تخت پر بیٹھایا - انہیں اطراف
میں سعد نام ایک طاقتور زمیندار تھا،
سومرہ نے اس سے تعلق پیدا کیا اور
اس کی لڑکی سے شادی کر لی - اس سے
ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بھونگر
رکھا، اور باپ کے مرنے پر وہی بادشاہ
ہوا" (۱) -

(اس کے بعد میر معصوم نے اس کی اولاد در اولاد کے حالات لکھے ہیں جن میں سے بعض کے عربی نام جیسے خفیف اور عمر اور بعضوں کے ہندی جیسے دودا لکھے ہیں) -

تاریخ طاہری کے مصنف نے زیادہ تر افسانے اور قصے لکھے ہیں جن کا آغاز اس نے "عمر سومرہ" اور ایک ہندو خاتون کے عشق و محبت سے کیا ہے - اسی کے ضمن میں وہ کہتا ہے کہ "یہہ قبیلہ ہندو تھا اور ہندو مذہب کا پابند تھا، سنہ ۷۰۰ ھ سے سنہ ۸۴۳ ھ تک سلطنت کی، الور کے قریب ان کا مقام تھا اور محمد تور ان کا دارالسلطنت تھا" - (۲)

---

(۱) تاریخ معصومی از الیٹ جلد اول ص ۲۱۵ -
(۲) تاریخ طاہری (الیٹ) ص ۲۶۰ و ۳۸۳ -

بیگ لار نامہ میں صرف اسی قدر ہے کہ سندھہ کی اسلامی فتح کے بعد عرب قبیلہ تمیم نے حکومت کی، تھوڑے دنوں کے بعد سومرہ لوگوں نے قبضہ کیا، پانچ سو برس قابض رہے، ان کے پایۂ تخت کا نام مہاتم تور تھا -

کس قدر عجیب بات ہے کہ ان کے اشخاص کے عربی ہندی ناموں کی طرح ان کے پایہ تخت کا نام بھی عربی ہندی ہے یعنی وہی کبھی محمد تور ہے اور کبھی مہاتم تور - کہا جاتا ہے کہ مہاتم محمد ہی کی تعریف ہے، ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو - یہہ دیرگ کے پرگنہ میں جو موجودہ پرگنہ چاچ گم اور بادبن کی جگہ تھا جو پار کر اور دنگا بازار کے بیچ میں ہے -

تحفۃالکرام کے مصنف نے منتخب التواریخ (بدایونی نہیں) سے جو محمد یوسف کی تصنیف ہے یہہ اقتباس نقل کیا ہے :-

"جب سلطان عبدالرشید بن سلطان محمود غزنوی کی حکومت ہوئی تو سندھہ کے لوگوں نے اس کو کمزور پایا - سنہ ۴۴۵ ھ (سنہ ۱۰۵۳ ع) میں سومرہ قبیلہ والوں نے تھري میں جمع ہو کر سومرہ نام ایک شخص کو بادشاہ بنایا اور اس کے ایک لڑکا بھونگر نام ایک زمیندار سعد نام کی لڑکی کے بطن سے پیدا ہوا -

بھنگر نے ۵ برس حکومت کرکے سنہ ۴۶۱ھ
میں وفات پائی (۱) - (خلاصہ)

خود تحفۃالکرام کا مصنف لکھتا ہے کہ

"سومرہ قوم سامرہ کے عربوں سے نکلی ہے جو سندھ میں دوسری صدی ہجری میں قبیلہ تمیم کے ساتھ آئی - تمیم عباسیہ کے زمانہ میں سندھ کے گورنر مقرر ہوئے تھے" -

پھر وہ کہتا ہے کہ

"سندھ میں دلورائے راجہ تھا، اس نے اپنے بھائی چھوٹا امرانی پر ظلم کیا، وہ خلیفہ بغداد کے پاس گیا، خلیفہ نے سامرہ کے سو عرب اور سادات اس کے ساتھ کر دئے - سید نے آکر سندھ میں سکونت اختیار کر لی، اور دلورائے نے اپنی لڑکی اس سے بیاہ دی - (۲)

تاریخ طاہری کے مصنف نے دلورائے اور چھوٹا امرانی دونوں بھائیوں کے درمیان اختلاف کی ایک وجہ یہہ لکھی ہے کہ چھوٹا بچپن سے اسلام کی طرف مائل

---

(۱) تحفۃ الکرام الیت جلد اول ص ۳۴۴ -

(۲) تحفۃ الکرام الیت جلد اول ص ۳۴۳ -

تھا، اس نے قرآن پڑھا تھا اور دل میں مسلمان ہو گیا تھا - وہ چھپ کر حج کے لئے چلا، راستہ میں ایک عجیب طریقہ سے فاطمہ نام ایک لڑکی سے شادی کی، حج سے لوٹ کر جب وہ سندھ کے مقام سیوستان میں پہنچا اس کا انتقال ہو گیا اور وہیں دفن ہوا اور اس کا مزار مرجع خلائق ہے - (۱)

عربی، ہندی مخلوط تھے

الغرض یہہ تمام اقتباسات یہی بتاتے ہیں کہ یہہ قبایہ عربی اور ہندی مخلوط نسل تھا - جن لوگوں نے اس کو عرب بتایا ہے وہ اس کي ایک حیثیت کا اور جو ہندو بتاتے ہیں وہ دوسری حیثیت کا ذکر کرتے ہیں - سومر نام جیسا کہ دروز کے خط سے ظاہر اور فارسی تاریخوں میں مذکور ہے اس حکومت کا بانی تھا، اس لئے ان لوگوں کو سومری، سامرہ وغیرہ کہنے لگے - عراق کے شہر سامرہ سے کوئی تعلق نہیں - شہر سامرہ کا اصلی نام سر من رای تھا جو استعمال کی کثرت سے عوام کی زبان میں سامرہ ہو گیا، اس کو خلیفہ معتصم باللہ عباسی (سنہ ۲۲۷ ھ) نے بسایا تھا -

---

(۱) تاریخ طاہری الیٹ ص ۲۵۸ -

خالص راجپوت نہ تھے

یورپین مؤرخوں نے اس قبیلہ کو "نو مسلم راجپوت" بتایا ہے جیسا کہ انسایکلوپیڈیا برٹانیکا کے مضمون نگار سندھہ نے بھی لکھا ہے (۱) - الیٹ صاحب بھی یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں، مگر ان میں سے کوئی صاحب کوئی دلیل نہیں پیش کرتے - فارسی مؤرخین کے ملے جلے بیانوں سے یہہ تو ظاهر هی هوتا هے کہ وہ خالص هندی بھی نہ تھے تو خالص راجپوت کیونکر هوں گے -

یہودی نہ تھے

مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم نے ایک عجیب بات لکھی هے کہ یہہ لوگ "نومسلم یہودی" تھے - مولوی صاحب کو شاید اس لیے اشتباہ هوا کہ یہودیوں کے ایک فرقہ کا نام سامری تھا جو شام کے کوہ شمرون کی طرف منسوب تھے - اس اشتباہ کی دوسری وجہ بشاری مقدسی کی ایک عبارت هے جس کو مرحوم نے عجیب طریقہ سے اپنے مدعا کے مطابق کیا هے - واقعہ یہہ هے کہ بشاری نے اپنے مقدمہ میں جن قوموں اور فرقوں کا ذکر کیا هے ان میں چار عدد کی خصوصیت دکھائی هے اور لکھا هے کہ "اهل ذمہ بھی جن سے جزیہ لیا جا سکتا هے چار هیں، یہود نصاری

(۱) گیارهواں اڈیشن جلد ۲۵ ص ۱۴۳ -

مجوس اور صابئی ، پھر اعتراض کیا ھے کہ "سامرہ" بھی تو اھل ذمہ ھیں - اس طرح چار کے بجاے پانچ قومیں ھو جاتی ھیں - اس کا جواب دیا ھے کہ "سامرہ در اصل یہود کی ایک قسم ھیں - دیکھو وہ بھی موسی علیہ السلام ھی کو پیغمبر مانتے ھیں" - یہہ تو اصل نسخہ کی عبارت ھے - حاشیہ میں اڈیٹر نے ایک اور نسخہ کی عبارت بھی نقل کی ھے جس میں اس اعتراض کا جواب دیا ھے کہ "سندھ کے بت پرست بھی تو اسلامی ملک میں رھتے ھیں - پھر اھل ذمہ چار سے زیادہ ھو جاتے ھیں" - بشاری اس کے جواب میں کہتا ھے کہ "سندھ کے بت پرست اھل ذمہ نہیں ھیں کیونکہ وہ جزیہ نہیں ادا کرتے (۱) - اس لئے بالاخر اھل ذمہ وھی چار رھے" -

مرحوم نے "سامرہ" اور "سندھ" کو اوپر نیچے دیکھہ کر باھم مربوط کرکے ایک دعوی پیدا کرلیا ھے جو سراسر بےبنیاد ھے - بشاری کی احسن التقاسیم موجود ھے جس کو دیکھہ کر ھر شخص واقعہ کی حقیقت کو جان سکتا ھے -

سومری بادشاہ

تحفۃ الکرام میں سومرہ کے حسب ذیل بادشاھوں کے نام اور سلطنت کے ایام لکھے ھیں :-

---

(۱) احسن التقاسیم بشاري ص ۴۲ (لیڈن) -

		زمانۂ دراز تک
۱ - سومرہ		
۲ - بھونگر بن سومرہ اول	۱۵ سال	سنہ ۴۶۱ ھ میں مرا -
۳ - دودا اول بن بھونگر	۲۴ سال	سنہ ۴۸۵ ھ میں مرا -
۴ - سنگھر	۱۵ سال	
۵ - حفیف یا (خفیف)	۳۳ سال	
۶ - عمر (۱)	۴۰ سال	
۷ - دودا دوم	۱۴ سال	
۸ - پاتھو	۳۳ سال	
۹ - گنھرا اول	۱۶ سال	
۱۰ - محمد تور (؟)	۱۵ سال	
۱۱ - گنھرا دوم	چند سال	
۱۲ - دودا سوم	۱۴ سال	
۱۳ - تائی	۱۵ سال	
۱۴ - چینسر	۱۸ سال	
۱۵ - بھونگر - دوم	۱۵ سال	
۱۶ - حفیف (یاخفیف) دوم	۱۸ سال	
۱۷ - دودا چہارم	۲۵ سال	
۱۸ - عمر سومرا	۳۵ سال	
۱۹ - بھونگر سوم	۱۰ سال	
۲۰ - همیر (امیر)	آخری بادشاہ	
	۳۶۱	

(۱) یہہ عمر نام شیعہ اسماعیلیوں میں عجیب معلوم ہوتا ہے - یہہ شائد اصل میں اُنر ہو جیسا کہ سراج عفیف میں ہے اور جس کا دوسرا تلفظ اونار یا دنار یا اُنار ہے جیسا کہ ابن بطوطہ اور سندھہ کی بعض فارسی تاریخوں میں ہے -

گیارھویں بادشاہ کے چند مبہم سال اور آخری بادشاہ کا زمانہ اس میں شامل نہیں - اگر چند سال یہہ بھی بڑھا لئے جائیں تو کم از کم ان کا زمانہ ۳۷۵ سال ھوتا ھے اور اگر ان کا آغاز سلطان عبدالرشید کے بعد سے یعنی سنہ ۴۴۴ ھ سے کیا جاے تو ان کے خاتمہ کا سال سنہ ۸۱۹ ھ ھوتا ھے - لیکن گذر چکا ھے کہ ان کا خاتمہ محمد شاہ تغلق کے زمانہ میں سنہ ۷۵۲ ھ میں ھوا ' اس لئے سرسٹھہ برس کا زمانہ ان بادشاھوں کی بیان‌کردہ مدت سلطنت میں زیادہ معلوم ھوتا ھے -

سومریوں کا خاتمہ

محمد شاہ تغلق کے زمانے میں سلطان دھلی اور سومریوں کی باھمی آویزش شروع ھوتي ھے - محمد شاہ تغلق کے آخر زمانہ میں طغي نام ایک مغل گجرات میں باغی ھوتا ھے اور بادشاہ کے گجرات پہنچے پر وہ بھاگ کر تھتھہ (سندھہ) کے سومریوں کے پاس پناہ لیتا ھے ' بادشاہ اس کے تعاقب میں تھتھہ جاتا ھے اور مغلوں اور سومریوں سے متعدد مقابلہ پیش آتا ھے لیکن یکایک بادشاہ کا مزاج منحرف ھو جاتا ھے اور وھیں وفات پا جاتا ھے ' بے بادشاہ کی فوج مغلوں اور سومریوں کے ھاتھوں سے سخت تکلیف اتھاتي ھے اور آخر فیروز شاہ تغلق کو اپنا بادشاہ بنا کر اس دوطرفہ مشکل سے نجات

پاتی ھے اور دلی واپس آتی ھے - یہہ سنہ ۷۵۲ ھ کا واقعہ ھے - (۱)

لیکن چند سال کے بعد جب فیروز شاہ سنہ ۷۶۲ ھ میں یہاں آتا ھے تو جاموں کی سلطنت یہاں ملتی ھے - جام انر اور اس کا بھتیجا بانھبنہ حکمراں ھوتے ھیں - یہہ جام کا لقب سمہ کے بادشاھوں کا تھا - اس سے معلوم ھوتا ھے کہ یہی زمانہ سومرہ کے خاتمہ اور سمہ لوگوں کے آغاز کا ھے - تحفۃالکرام میں سنہ ۷۵۲ ھ میں سمہ قوم کا آغاز لکھا ھے جس سے معلوم ھوتا ھے کہ اسی محمد شاہ تغلق کے حملہ کے بعد ھی یہہ انقلاب پیش آیا اور بقول فرشتہ اس انقلاب میں مسلمانوں کی کوششوں کو سب سے زیادہ دخل تھا - معلوم ھوتا ھے کہ اسماعیلی یا ھندو نما سومریوں کی بغاوت کے بعد عام مسلمانوں نے یہی مناسب سمجھا کہ سومریوں کو یہیں کی ایک نو مسلم دیسی قوم کے ذریعہ سے مٹا دیا جاے - چنانچہ سمہ قوم کے ایک سردار اونر نام نے سومریوں کے آخری بادشاہ ھمیر (امیر) کو جس کی دوسری لفظی تحریف ارمائیل ھے قتل کرکے اپنی سلطنت قائم کر لی -

---

(۱) فیررز شاھي ضیاے برنی ص ۵۲۳ - ۵۲۵ (کلکتہ) -

نئی تحقیقات کی ضرورت

سومری بادشاہوں کی فہرست اور ان کے زمانے کی تعین تنقیدی نظر سے بہت کچھہ محتاج تحقیق ہے اور اس پر ہمارے ہندوستانی مؤرخین کو تھوڑی محنت کرنی ہے، مثلاً سنہ ۶۲۰ھ سے ایک دو سال پہلے جب سلطان جلال الدین خوارزم شاہ تاتاریوں سے بھاگ کر سندھہ آیا اور ٹھٹھہ پہنچا تو جلسی نام سومری بادشاہ نے بھاگ کر کشتیوں میں اپنے ساز و ساماں کو لاد کر کسی جزیرہ میں پناہ لی (۱) - یہہ جلسی نام فہرست میں نہیں نولکشوری نسخہ پر اعتبار نہیں - ممکن ہے کہ یہہ جلسی نام چنیسر کی خرابی ہو جو ہماری فہرست میں چودھویں نمبر پر ہے - اسی طرح سنہ ۷۳۴ھ میں ابن بطوطہ کے ورود سندھہ کے زمانہ میں اونار بادشاہ تھا - یہہ نام بھی اس فہرست میں نہیں مگر ممکن ہے کہ یہہ وہی ہو جس کا نام عمر کی صورت میں اٹھارھویں نمبر پر ملتا ہے -

سمہ

سومریوں کے بعد سمہ قبیلہ کے جو لوگ سندھہ پر قابض ہوئے ان کی راجدھانی ٹھٹھہ تھی جس کو عرب دیبل کہتے ہیں -

---

(۱) فرشتہ جلد دوم ص ۳۱۶ (نولکشور) -

سمه کو فارسی مؤرخین جمع کی صورت میں سمگان لکھتے ھیں جس طرح انگریزا مصنفین S کے ساتھه جمع بناکر سماس (Sammas) لکھتے ھیں - اس سے دھوکا کھاکر بعض لوگوں نے ان کا نام سماس لکھا ھے - یہه مذھباً مسلمان تھے گو اس میں اختلاف ھے که یہه شروع ھی سے مسلمان تھے یا بعد کو مسلمان ھو گئے - ان کا صدر مقام ٹھٹھه تھا، سرکاری لقب جام تھا اور نام ھندي عربی ملا ھوتا تھا مثلاً مشہور سمه بادشاہ کا نام جام نندا نظام الدین تھا - یہه لوگ اس قدر طاقتور تھے که مدت تک یہه سلاطین دھلی کا پرزور مقابله کرتے رھے - سنه ۷۵۲ ھ (سنه ۱۳۵۱ع) سے سنه ۹۲۷ ھ تک یعنی ایک سو پچھتر (۱۷۵) برس سندھه پر فرمانروائی کرتے رھے -

اس قبیله کی اصلیت کی نسبت بھی مؤرخین میں سخت اختلاف ھے - سندھه کے بعض مؤرخوں نے ان کو عربی النسل تسلیم کیا ھے - ان کو ابوجھل کی اولاد کہا ھے - بعد کے فارسی مؤرخین فرشته اور ابوالفضل (آئین اکبری) نے ان کو "جام" کے لقب کی وجه سے ایرانی بادشاہ جمشید کی اولاد کہا ھے جس کی بنیاد صرف لفظ "جم" اور جام کے تشابه پر ھے جو سراسر غلط ھے - یورپین مؤرخین الیٹ (۱) اور انسایکلوپیڈیا برٹانیکا (۲)

---

(۱) تاریخ ھند جلد اول ص ۴۹۷ -

(۲) مضمون سندھه جلد ۲۵ ص ۱۴۳ (طبع ۱۱) -

اور انسائکلوپیڈیا آف اسلام (۱) کے مضمون نگار ان کو نومسلم راجپوت کہتے ہیں مگر اخیر کے سوا کسی نے کوئی دلیل پیش کرنے کی زحمت نہیں گوارا کی ہے - آخرالذکر کی دلیل کا خلاصہ اسی قدر ہے کہ "جام" کچھہ اور نوانگر کے راجپوت راجاؤں کا لقب ہے لیکن حقیقت یہہ ہے کہ بعض پرانے مؤرخین کے بیان سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے چنانچہ تاریخ معصومی میں ہے کہ سمہ لوگ کچھہ سے سندھہ آئے تھے (۲) - چچ نامہ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ سمہ قبیلہ کے لوگ سندھہ میں محمد قاسم کے زمانہ (سنہ ۹۶ ھ) سے پہلے ہی آباد تھے ، چنانچہ جب محمد قاسم ان کی آبادی میں پہنچا تو ان لوگوں نے راگ اور باجے سے اس کا استقبال کیا اور بہت خوش ہوئے - محمد قاسم نے ایک عرب سردار کو جس کا نام خریم (؟) اور اس کے باپ کا نام "عمر" بتایا گیا ہے ان کا سردار مقرر کیا (۳) - تاریخ طاہری کا بیان ہے کہ "اس طرح وہ ملک جو سمندر کے کنارے ہے سمہ قوم کے ماتحت ہو گیا جہاں اس کی نسل اب تک آباد ہے - راے بھارا اور جام سہتا اور چھوتے اور کچھہ کے راجہ اسی قوم سے ہیں (۴) -

---

(۱) مضمون سمہ (Samma) انگریزي اڈیشن -

(۲) معصومی (الیٹ) ص ۲۲۳ -

(۳) چچ نامہ (الیٹ) ص ۱۹۱ -

(۴) طاہری الیٹ ص ۲۶۸ -

لیکن تاریخ بلاذری میں جو سنہ ۲۹۷ ھ کی تصلیف ھے مجھے ایک فقرہ ملتا ھے جس کا ترجمہ یہہ ھے:

"پھر سندھہ کا والی داؤد بن یزید بن حاتم مقرر ھوا - اسی کے ساتھہ صمہ کا باپ (ابوالصمة المتغلب الیوم) گیا تھا جو آج کل سندھہ پر قابض ھے وہ قبیلہ کندہ کا آزاد کردہ غلام ھے" - (۱)

کیا یہہ سمجھا جاے کہ اسی "صمہ" کی اولاد تھی جو بعد کو قبیلہ "سمہ" کے نام سے موسوم ھوئی اور جو ممکن ھے کہ کچھہ میں جا رھی ھو اور پھر وھاں سے سنہ ۷۵۲ ھ میں آکر اس نے سومرہ لوگوں سے سندھہ چھین لیا ھو -

سمہ بادشاہ

سمہ لوگوں کا زمانہ بہت بعد کا ھے یعنی جب دلی میں مسلمانوں کی مضبوط حکومت قائم تھی - اس لئے سمہ بادشاھوں کے نام اور لقب اور زمانہ زیادہ احتیاط سے محفوظ ھیں - فرشتہ کے بیان کے مطابق ان بادشاھوں کی تفصیل یہہ ھے:-

"شاہ محمد تغلق کے عہد میں مسلمانوں کی کوشش سے سومریوں کے ھاتھوں سے

---

(۱) بلاذری ص ۴۴۵ (لیڈن)

نکل کر سندھ کی حکومت سمہ لوگوں کے ہاتھوں میں آئی - اس قبیلہ کے اکثر سردار اسلام کی دولت سے بہرہ مند تھے اور اکثر اوقات یہہ بادشاہ دہلی کے مطیع اور باج گذار رہے - البتہ کبھی کبھی بغاوت اور سرکشی بھی کر بیٹھتے تھے - اسلام کے زمانہ میں سب سے پہلا شخص جو ان کا بادشاہ بنا وہ جام افزا (انار یا دنار) (۱) تھا - وہ بہت عقلمند تھا اس نے ساڑھے تین سال حکومت کی، اس کے بعد اس کا بھائی جام جونا بادشاہ ہوا جو بہت انصاف پسند تھا، اس کے بعد اس کا بیٹا جام مانی ہوا جس نے سلطان دہلی سے مخالفت کی اور سنہ ۷۶۲ ھ میں سلطان فیروز شاہ نے اس پر چڑھائی کی، پہلے ناکام رہا، پھر گجرات سے واپس آکر سلطان نے اس کا مقابلہ کیا آخر جام مانی نے صلح کر لی" (۲) -

(۱) فرشتہ کے مطبوعۂ نولکشور نسخہ میں اس جام کا نام انزا لکھا ھے مگر یہہ کاتب یا نسخہ کی غلطی ھے - اصل لفظ انار یا دنار یا اونر ھے جیسا کہ ابن بطوطہ اور سراج عفیف میں ھے -

(۲) تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۳۱۷ نولکشور -

اس لڑائی اور صلح کا حال فیروز شاہ کے عہد کے چشم‌دید مؤرخ سراج عفیف نے پوری تفصیل سے لکھا ہے - لیکن اس زمانہ کے جام کا نام اس نے اونر لکھا ہے اور اس کے ساتھہ اس کے بھتیجے کو جس کا نام بانہبنہ بتایا ہے شریک کیا ہے - سمہ لوگوں کی طاقت کا اندازہ اس سے ہو گا کہ جام نے چالیس ہزار پیادہ اور بیس ہزار سوار فوج سے فیروز شاہ سلطان دہلی کا مقابلہ کیا - رسد اور گھاس کی قلت کے سبب سے سلطان کو کامیابی نہ ہوئی اور وہ سندھہ چھوڑ کر گجرات چلا گیا - دوسرے ہی سال وہاں سے واپس آکر اس نے پھر حملہ کیا - جام ناچار صلح پر آمادہ ہوا - یہہ سنہ ۷۶۲ ھ (سنہ ۱۳۶۱ ع) کا واقعہ ہے -

یہہ صلح کس طرح ہوئی ؟

سید جلال الدین حسین بخاری جو اس عہد کے مشہور باخدا بزرگ تھے اور جن کا نام سومرہ کے مذہبی باب میں آ چکا ہے وہ اوچ میں مقیم تھے - جام نے مشورہ کرکے ان کی خدمت میں اپنے قاصد بھیجے کہ وہ یہاں تشریف لا کر سلطان سے میرا قصور معاف کرا دیں - سید جلال الدین بخاری تشریف لائے اور بادشاہ نے پوری عقیدت کے ساتھہ خیر مقدم کیا - سید علیہ‌الرحمہ نے فریقین کو دلاسا دیا ، جام اور جام کے شریک حکومت بانہبنہ کو خود

لے جاکر فیروز شاہ سے ملایا اور صلح کے شرائط طے ہو گئے - (۱)

سمہ بادشاھوں کے نام

میر معصوم اور فرشتہ نے سمہ بادشاھوں کے نام اور زمانے لکھے ھیں - شروع کے بعض ناموں میں ان دونوں میں کچھہ اختلاف ھے ، مثلاً خیرالدین کا نام فرشتہ میں نہیں اس کی جگہ جام مانی لکھا ھے - ممکن ھے کہ مانی اور خیر الدین ایک ھی شخص ھوا - آخر کے ناموں میں بھی کچھہ اختلاف ھے -

۱ - جام اونار یا دنار یا اونر	۳ سال ۶ مہینے	
۲ - جام جونا برادر جام اونار بن بانھبلہ -	۱۴ سال	معاصر علاؤالدین خلجی -
۳ - جام تماجی	۱۵ سال	ایضاً
۴ - جام خیرالدین	۱۶ سال	ایضاً
۵ - جام بانھبلہ	...	
۶ - جام تماجی	...	
۷ - جام صلاح الدین	۱۱ سال	
۸ - جام نظام الدین بن صلاح الدین	۲ سال چند مہینے	

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھو فیروز شاھي شمس سراج عفیف ص ۲۴۰ و ۲۴۱ (کلکتہ) -

۹ - جام علی شیر بن نظام الدین ۶ سال چند مہینے -
۱۰ - جام کرن بن جام تماجی ڈیڑھ دن -

جام اونر کا خاندان ختم ہو کر اسی سمہ قبیلہ کا ایک اور خاندان تخت پر بیٹھا، اس کے پہلے بادشاہ کا نام فتح خاں تھا -

۱۱ - فتح خاں بن سکندر	۱۵ سال
۱۲ - جام تغلق بن سکندر برادر فتح خاں -	۲۸ سال
۱۳ - جام مبارک (جام تغلق کا ایک عزیز قریب) -	۳ روز
۱۴ - جام سکندر بن جام فتح خاں بن جام سکندر -	۱ سال ۶ مہینے
۱۵ - جام رائے ورن (مسلمان تھا) -	سنہ ۸۵۸ھ میں کچھ سے آیا
۱۶ - جام سنجر (سمہ قوم کا ایک سردار) -	۸ برس چند مہینے -
۱۷ - جام نندا نظام الدین	۶۲ برس
۱۸ - جام فیروز بن جام نندا	آخری بادشاہ

جام نندا کے زمانہ میں سنہ ۸۹۰ھ میں شاہ بیگ ارغون نے قندھار سے آکر سندھ پر حملہ کیا مگر ناکام رہا - جام نندا کے بعد اس کے بیٹے جام فیروز اور اس کے ایک مدعی عزیز جام صلاح الدین میں باہم حصول تخت کے لئے لڑائی ہوئی -' جام صلاح الدین گجرات کے سلطان مظفر کی

بیگم کا چچازاد بھائی تھا - اس لئے جام صلاح الدین کی مدد کے لئے سلطان مظفر گجراتی اُٹھا - یہہ دیکھہ کر جام فیروز نے شاہ بیگ ارغون قندھاری سے مدد مانگی - شاہ بیگ ارغون نے اس موقع کو غنیمت سمجھہ کر سنہ ۹۲۷ ھ میں سندھہ پر قبضہ کر لیا اور سمہ قوم کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا - (۱)

اوپر بادشاہوں کے جو ایام حکومت لکھے ہیں ان کا مجموعہ ۱۹۲ ہوتا ہے - حالانکہ سنہ ۷۵۲ ھ سے سنہ ۹۲۷ ھ تک کل ایک سو پچھتر برس ہوتے ہیں - غالباً جام نندا کا زمانہ زیادہ بتایا گیا ہے - ناموں کے بڑھنے کی ایک وجہ یہہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ خاندان کے دو دو شخص ایک ساتھہ حکومت کرتے تھے جیسا کہ سراج عفیف سے معلوم ہوتا ہے - (۲)

سمہ قوم کا مذہب

سمہ قوم مسلمان تو تھي مگر یہہ کہ وہ کب مسلمان ہوئی اور مسلمانوں کے کس فرقہ سے اس کا تعلق تھا اب تک تاریخ کا ایک راز ہے جس کے چہرہ سے تاریکی کا نقاب اُٹھانے کی اب تک کوشش نہیں کی گئی ہے - مؤرخوں نے ان کے ہندي اور عربی ناموں کے ذریعہ سے

---

(۱) فرشتہ جلد دوم ص ۳۲۰ نولکشور -

(۲) فیروز شاہی ص ۱۹۹ و ۲۴۷ (کلکتہ) -

ان کے مذہبی انقلاب کی تاریخ مقرر کی ہے؟ مثلاً فرشتہ نے انہیں ناموں کے قیاس سے چار پہلے بادشاہوں کو جن کے نام بترتیب جام اونر، جام جونا، جام مانی اور جام تماچی لکھے ہیں ہندو سمجھا ہے اور پانچویں بادشاہ جام صلاح الدین سے مسلمان بادشاہوں کا سلسلہ شروع کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے

"و از نام جماعت مذکور خصوص از نام تماچی چنین ظاہر می شود کہ انہا زناردار بودند" - (ج ۲ ص ۳۱۸ نولکشور) -

لیکن حقیقت یہہ ہے کہ اس قوم کے ناموں کی طرز و وضع سے دھوکا نہ کھانا چاہئے - سب سے پہلا ہی نام جو جام اونر ہے ابن بطوطہ کے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ اونار (اونر) جس سامری کا نام اس کے زمانہ میں تھا وہ ہندو نہ تھا وہ اپنے کو مسلمان سمجھتا تھا اور ہندو کی ماتحتی سے اس قدر بے زار ہوا تھا کہ سلطان دہلی کے خلاف اس نے بغاوت کردی تھی اور ملک فیروز اپنا بادشاہی لقب اختیار کر لیا تھا - تاریخ طاہری میں جس جام کا زمانہ اسلام کی اشاعت کے لئے خاص طور سے سراہا گیا ہے اس کا نام جام نندا اور اس کے باپ کا نام بانہبنہ بتایا ہے (۱) - جام رائے ورن بالکل ہندو نام ہے مگر جب کچھہ سے آکر تھتھہ پر اس نے قبضہ کیا ہے

---

(۱) تاریخ طاہری (الیٹ) ص ۲۷۳ -

تو اعلان کیا کہ میں صرف اس لئے آیا ہوں کہ "مسلمانوں" کے ملک کی حفاظت کروں (۱) -

معلوم ہوتا ھے کہ وہ شروع میں اپنا اصلی قومی نام رکھتے تھے بعد کو سلاطین دھلی کی پیروی میں صلاح‌الدین وغیرہ عربی القاب اختیار کرنے لگے، چنانچہ جس جام نے خیرالدین اپنا لقب اختیار کیا ھے وہ بچپن میں اپنے باپ کے ساتھہ مدتوں دھلی کے دربار میں رھا تھا (۲) - آخری بادشاہ جام نندا نظام‌الدین کو دیکھو کہ اس کے ھندی اور عربی دونوں نام ھیں - نندا قومی نام معلوم ھوتا ھے اور نظام‌الدین عربی شاھی لقب - اسی طرح سلطان فیروز شاہ کی لڑائی جس جام سے ھوئی تھی اس کا نام شمس سراج نے راے اونر لکھا ھے (۳) جو ھندو نام ھے مگر قرائن بتاتے ھیں کہ وہ مذھباً ھندو ھونے کے بجاے مسلمان تھا اور ظاھر ھے کہ اگر یہہ راے صحیح ھو کہ یہہ عرب تھے تو وہ شروع ھي سے مسلمان ھوں گے اور اگر ھندو تھے تو میرا قیاس ھے کہ سلطنت پانے کے بعد نہیں بلکہ یہہ لوگ شروع ھی سے یعنی سلطنت پانے سے پہلے ھی مسلمان تھے بلکہ اھل سنت تھے - اپنے قرائن کے پیش کرنے سے پہلے ھم اس بزرگ اور اس کے سلسلہ کا ذکر

---

(۱) تاریخ معصومی (الیٹ) ص ۲۳۱ -

(۲) ایضاً ص ۲۲۵ -

(۳) تاریخ فیروزشاھی شمس سراج عفیف ص ۱۹۹ (کلکتہ) -

کرنا چاهتے هیں جس کی کوشش سے میرے خیال میں یهه قوم حلقه اسلام میں داخل هوئی هوگی - آرنلڈ صاحب نے محض قیاس سے یهه لکهه دیا هے که اس قوم کو عرب تاجروں کے ذریعه سے اسلام کی دولت هاتهه آئی (۱) ' مگر میری راے میں تجارت کے بجاے تصوف اس کا ذریعه تها -

شیخ الاسلام بهاءالدین زکریا اور سید جلال الدین بخاری

اوپر گذر چکا هے که سندهه پر جو هباری خاندان حکمراں تها اس کی سلطنت کے مٹنے کے بعد اس خاندان کے بعض لوگ ملتان چلے گئے ' ان میں وہ زندہ جاوید شخصیت بهی تهی جو شیخ الاسلام بهاء الدین زکریا ملتانی کے نام سے مشهور هے - ان کا زمانه سنه ۵۷۸ ھ سے لے کر سنه ۶۶۶ ھ تک هے - تمام بڑے بڑے اسلامی ملکوں کا انهوں نے سفر کیا تها اور ان کی ذات سے ملتان علم و تصوف کا مرکز بن گیا تها - سید جلال بخاری جو تصوف و سیادت کی ایک مشهور هستی هیں وہ بخارا سے ملتان آکر انهیں شیخ بهاء الدین سے بیعت کی تهی ' ان سید جلال بخاری کے پوتے مخدوم جهانیاں سید جلال الدین حسین بخاری تهے جن کا نام دو بار اس سے پہلے گذر

---

(۱) دعوت اسلام (پریچنگ آف اسلام) اردو ص ۲۹۲ سنه ۱۹۰۷ء -

چکا ھے ، (ولادت سنہ ۷۰۷ ھ وفات سنہ ۸۰۰ ھ) - اس زمانہ کے بڑے بڑے صوفیہ کا دستور تھا کہ وہ اپنے با استعداد مریدوں کو تربیت کر کے دور دراز علاقوں میں لوگوں کی رهنمائی اور خدمت کے لئے مقرر کرتے تھے - شیخ الاسلام زکریا ملتانی نے اسی طور سے سید جلال بخاری اول کو سندھہ کے شہر اوچ میں لوگوں کی هدایت کے لئے بھیجا - اس وقت سندھہ میں سومرہ قوم کی حکومت کا آخری زمانہ تھا ، اور سن چکے ھو کہ سومرہ والی اوچ کس طرح سید موصوف کا معتقد اور مرید بنا -

تاریخ طاھری سے ظاھر ھوتا ھے کہ شیخ الاسلام مخدوم زکریا ملتانی کو نہ صرف سندھہ سے بلکہ سمہ قوم (طاھری نے سمہ کے بجاے سومرہ لکھا ھے مگر جو زمانہ بتایا ھے اس کے لحاظ سے سومرہ کے بجاے سمہ چاھئے) سے بہت کچھہ تعلقات تھے اور غالباً ان کے اپنے ایک سب سے بڑے مرید کو اس علاقہ میں متعین کرنے کا یہی راز تھا - تاریخ طاھری کی عبارت کا لفظی خلاصہ یہہ ھے :-

> "سنہ ۷۰۰ ھ (سنہ ۱۳۰۰ ع) سے سنہ ۸۴۳ ھ (سنہ ۱۴۳۹ ع) تک ۱۴۳ سال سومرہ (سمہ) نام ایک هندو قبیلہ سندھہ پر حکومت کرتا رھا ، اس کا پایہ تخت محمد تور تھا ، اس کا ویرانہ نہ صرف میں نے بلکہ بہت سے لوگوں نے ویرک کے پرگنہ میں دیکھا ھے ، اس کی ویرانی کے بعد

وھاں کے بہت سے باشندے سکورا (سکھر؟) کے پرگنہ میں آکر بسے جو سمہ کے جام کے زمانہ میں آباد ھوا تھا، اور یہیں انھوں نے ایک گاؤں بسایا تھا اس کا بھي نام وھی محمد تور رکھا - اس گاؤں میں شیخ الشیوخ مخدوم بہاء الدین (زکریا) ملا خلفیه سندھی جو ھندوستان میں بہت مشہور ھیں بہت بڑے بڑے لوگ اور زمیندار جو ان کے مرید تھے وہ یہیں رھتے تھے'' - (۱)

دوسرا واقعہ پہلے گذر چکا ھے کہ مخدوم شیخ بہاء الدین کے مرید سید جلال بخاري جن کو مخدوم نے سندھ کی ولایت مرحمت فرمائي تھی، ان کے پوتے سید جلال الدین حسین بخاری جن کا زمانہ سنہ ۷۰۷ ھ سے سنہ ۸۰۰ ھ تک ھے اور جو اوچ (سندھ) میں قیام پذیر تھے ان کے ھاتھہ پر اوچ کے سومرہ والی نے بیعت کی اور بقول فرشتہ :-

''بمسجد رفت وپاے سید بوسیدہ از درویشاں معذرت خواست و مرید گشتہ ازمقبولاں گردید'' - (۲)

---

(۱) تاریخ طاھري الیٹ ص ۲۵۷ -

(۲) فرشتہ ج ۲ ص ۴۱۶ نولکشور -

سید بخاری اوچ میں ہمیشہ وعظ و تذکیر فرمایا کرتے تھے جس کو سن کر بڑے بڑے لوگ متاثر ہوتے تھے - (۱)

سید رحمۃاللہ علیہ کے سوانح کے قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سومری والی کے مرید ہونے کا واقعہ سنہ ۷۵۰ ھ کے گرد و پیش کا ہے جس کے تقریباً چند سال بعد سومرہ کی جگہ سمہ قوم برسر حکومت آئی - اس لئے قرین قیاس ہے کہ بعد کی حکمراں قوم (سمہ) بھی سید موصوف سے خاص عقیدت رکھتی ہوگی -

سمہ قوم کے دارالسلطنۃ ٹھٹھہ پر پہلے سنہ ۷۵۲ ھ میں محمد شاہ تغلق نے جب حملہ کیا تو اس کو وہیں ناگہانی موت آ گئی اور جب سنہ ۷۶۲ ھ میں فیروز شاہ تغلق نے پہلی دفعہ حملہ کیا تو ناکام رہا اور وہاں سے گجرات چلا گیا - اس واقعہ کو یہہ لوگ "شیخ" کی کرامت سمجھتے تھے اور اپنی زبان میں سندھی فقرہ بنایا -

"برکت شیخ تھیا ، ایک موا ، ایک تھا" (۲)

یعنی یہہ شیخ کی برکت ہے ایک مر گیا اور ایک ناکام بھاگا - اس فقرہ میں شیخ سے مراد شیخ بہاءالدین

---

(۱) فرشتہ ج ۲ ص ۴۱۶ (نولکشور) -

(۲) فیروز شاہی شمس سراج عفیف ص ۲۳۱ (کلکتہ) -

زکریا ملتانی کی ذات ہے یا سید جلال بخاری کی -

دوسرے سال جب فیروز شاہ نے گجرات سے واپس آکر دوبارہ تھتھہ پر حملہ کیا تو جام اونر اور بانھبذہ نے سوا اس کے اور کوئی تدبیر نہ دیکھی کہ ایک قاصد کو سید جلال‌الدین حسین بخاری کے پاس اوچ بھیجیں اور ان کو تکلیف دیں کہ وہ آکر سلطان سے مصالحت کرا دیں، چنانچہ سید رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور فریقین میں مناسب شرائط پر صلح کرا دی اور سلطان سے فرمایا کہ (سمہ لوگوں کے پایہ‌تخت) تھتھہ میں ایک ولیہ خاتون تھی اسی کی دعا کی برکت سے یہہ شہر فتح نہیں ہوتا تھا پرسوں اس کا انتقال ہوگیا - (۱)

یہہ واقعات پوری طرح ظاہر کرتے ہیں کہ سمہ کے جاموں کو شیخ بہاءالدین زکریا اور سید جلال‌الدین حسین بخاری سے کتنی گہری عقیدت تھی - ان واقعات سے ان جاموں کا نہ صرف مسلمان ہونا بلکہ اہل سنت ہونا ظاہر ہوتا ہے اور یہہ معلوم ہوتا ہے کہ ملتان کا یہی سہروردی خانوادہ ان کی ہدایت کا باعث ہوا ہے -

ان واقعات کا تعلق سمہ قوم کے آخری زمانہ سے نہیں بلکہ بالکل ابتدائی زمانہ سے ہے - اس سے میری اس

---

(۱) فیروز شاہی ص ۲۴۱ (کلکتہ) -

دعوت کی شہادت ملتی ہے کہ سمہ قوم بعد کو نہیں بلکہ شروع ہی سے مسلمان تھی - خصوصاً جب اس صورت حال کو اس واقعہ کے ساتھہ ملا کر دیکھا جاے کہ سمہ قوم کو برسر حکومت لانے میں سب سے زیادہ مسلمانوں کا ھاتھہ تھا - فرشتہ کے الفاظ ہیں :-

"در آخر عہد شاہ محمد تغلق شاہ بسعی و امداد مسلمانان دولت از خاندان طبقہ سومرگان بفرقۂ سمگان منتقل شد و اکثر حکام ایشان بدولت اسلام اختصاص داشتند" - (۱)

ظاہر ہے کہ اگر یہہ سمہ شروع ہی سے مسلمان نہ ہوتے تو مسلمانوں کو ان سے کیا ہمدردی ہو سکتی تھی ؟

سندھہ اور اطراف سندھہ کے دوسرے شہر

ملتان اور منصورہ کے علاوہ سندھہ میں اور اس کے اطراف میں عربوں کی اور چھوٹی چھوٹی ریاستیں اور نوآبادیاں بھی تھیں جن کا سراغ چوتھی صدی کے آخر میں محمود غزنوی سے پہلے تک ملتا ہے، جن میں سے بعض کو سلطان کے باپ سبکتگین نے اور اکثر کو خود سلطان نے فتح کر کے اپنی سلطنت میں داخل کر لیا -

---

(۱) فرشتہ دوم صفحہ ۳۱۷ (نولکشور) -

ان شہروں میں حسب ذیل مقامات کے نام خصوصیت کے ساتھہ چوتھی صدی کے عرب سیاحوں کے بیانات میں ملتے ھیں :-

دیبل یا تھتھہ

یہہ مشہور بندرگاہ تھی اور جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ھے عرب اس کو دیبل اور فارسی مؤرخین تھتھہ کہتے ھیں (١) - یہی وہ شہر تھا جو سمہ لوگوں کا پایہ تخت تھا اور جس پر فیروز شاہ سلطان دھلی نے حملہ کیا مگر نا کام رہا - آخر حضرت شیخ الاسلام زکریا ملتانی کے مرید کے جانشین حضرت شیخ جلال الدین کی وساطت سے فریقین نے صلح کر لی (٢) - دیبل میں بڑے علما اور محدثین گذرے ھیں جن کا ذکر علامہ سمعانی المتوفی سنہ ٥٦٢ ھ نے کتاب الانساب میں کیا ھے (٣) - یہہ بندرگاہ ہونے کی وجہ سے عرب تاجروں کا مرکز تھا - اس کی آبادی کا اندازہ اس سے لگانا چاھئے کہ سنہ ٢٨٠ ھ میں خلیفہ معتمد عباسی کے زمانہ میں یہاں ایک زلزلہ آیا تھا جس میں بہت سی عمارتیں گر گئی تھیں - اس سانحہ میں جو آدمی مکانات کے نیچے دب کر مر گئے ان کی

---

(١) آئین اکبری (سندھ) -

(٢) تاریخ فیروز شاھي شمس سراج عفیف (کلکتہ) ص ٢٤١ -

(٣) کتاب الانساب طبع فوٹوگراف لفظ "دیبلي" -

تعداد ڈیڑھ لاکھ تھی (۱) - بشاوی (سنہ ۳۷۵ ھ) نے لکھا ہے کہ "اس کے آس پاس ایک سو گاؤں ہیں، تعداد زیادہ ہندوؤں کی ہے، سب لوگ بیوپاری اور سوداگر ہیں، ان کی زبان سندھی اور عربی ہے - یہاں کی آمدنی بہت ہے" -

عسیفان

بلاذری نے اس کا مقام ملتان کشمیر اور کابل کے بیچ میں بتایا ہے جو شاید زیادہ صحیح نہ ہو، البتہ سندھ میں اس کے مماثل نام ملتے ہیں -

ڈاکٹر آرنلڈ کو بھی دعوت اسلام لکھتے وقت اس کا پتہ نہ مل سکا (۲) اور مولانا شبلی مرحوم کے ذریعہ سے اس کی تحقیقات بھی کی (۳) لیکن میرا قیاس ہے کہ اس نام کی اصلیت "اسیوان" ہے جس کو سیوان بھی کہہ سکتے ہیں - اس نام کے شہر دہلی اور سندھ کے بیچ میں ہیں - فارسی تاریخوں میں بھی یہہ نام آیا ہے (۴) - سیہوان کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے، اور اب یہہ کراچی کے ضلع میں ہے - بعضوں نے سیوستان اور سیوان

---

(۱) تاریخ الخلفا سیوطی مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۳۸۰ -

(۲) دعوت اسلام ص ۲۹۱ -

(۳) مکاتیب شبلی جلد دوم ص ۱۷ -

(۴) خزائن الفتوح امیر خسرو -

کو ایک قرار دیا ھے - بہر حال تیسری صدی ھجری کے شروع میں (معتصم المتوفی سنه ۲۲۷ ھ کے عہد میں) یہاں مسلمان سوداگروں کي آبادی تھی (۱) -

تنبلی

تنبلی نام بھی سندھه میں ایک مقام تھا ' سنه ۳۷۵ ھ میں یہاں بھی کچھه مسلمان آباد تھے (۲) -

بوقان

بلاذری نے سندھه کے ایک مقام بوقان (یا بوکن) کا ذکر کیا ھے اور لکھا ھے کہ ھمارے زمانه میں یہاں کے باشندے سب مسلمان ھیں (۳) - اس کا زمانه تیسری صدی ھجری کا اخیر ھے -

قصدار

بعض لوگوں نے اس کا نام قذدار بھی لکھا ھے - سبکتگین غزنوی کے فتوحات میں اس شہر کا نام ملتان ھے (۴) - یہه هندوستاني افغانی سرحد کے پاس واقع تھا ' یہاں خارجی مسلمانوں کی آبادي تھی اور انھیں کی

---

(۱) بلاذری ص ۴۴۶ -

(۲) بشاري ص ۴۸۰ -

(۳) بلاذری ص ۳۴۵ -

(۴) طبقات ناصري ص ۷ (کلکته) -

ریاست بھی تھی - شاید چوتھی صدی کے وسط میں ایک معتزلی متکلم اور مناظر ابوالحسن علی بن لطیف جب یہاں پہنچے تو اس کو خارجیوں کی آبادی اور ریاست پایا - وہ بیان کرتے ہیں کہ یہاں اس قدر امن و امان ہے کہ چوری کا نام و نشان بھی نہیں ہے، لوگ گھروں میں قفل بھی نہیں لگاتے، مسجد میں کوئی مسافر یوں ہی اپنا اسباب چھوڑ دے تو کوئی اس کا چھونے والا نہیں - یہاں ان کی ملاقات ایک مسلمان درزی سے ہوئی - شہر میں مسجد بھی تھی (۱) - بشاری نے اس کا موقع یہہ بتایا ہے کہ وہ بلوچستان کی بندرگاہ تیز سے ساحل پر مکران کی لمبائی میں ۱۲ منزل پر واقع ہے (۲) - ایک اور عرب جغرافیہ نویس کہتا ہے کہ "وہ ملتان سے تقریباً ۲۰ منزل ہے" (۳) -

ابن حوقل (سنہ ۳۶۷ ھ) کہتا ہے قزدار ایک شہر ہے جس کے ساتھہ چند قصبے اور دیہات ہیں اور یہاں کے حاکم کا نام معین بن احمد ہے لیکن خطبہ خلیفہ (بغداد) کے نام کا پڑھا جاتا ہے، اور اس کا محل باکزنان میں واقع تھا - بشاری مقدسی جو سنہ ۳۷۵ ھ میں ادھر آیا تھا کہتا ہے :-

---

(۱) معجم البلدان یاقوت رمی ج ۷ ص ۷۸ (مصر) -

(۲) احسن التقاسیم ص ۳۸۵ -

(۳) تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۴۹ -

" قزدار طوران کا پایہ تخت ہے - یہہ ایک صحرا میں واقع ہے - اس کے دو حصے ہیں، دونوں کے بیچ میں ایک ترائی ہے جس میں پل نہیں، ایک میں سلطان کا محل ہے اور اسی میں قلعہ ہے - دوسرے حصہ کا نام بودین ہے، اس میں سوداگروں کے مکانات ہیں، اور یہہ حصہ نہایت صاف ستھرا ہے، شہر چھوٹا ہے مگر فائدہ مند ہے - خراسان، فارس، کرمان اور ادھر سے ہندوستان کے شہروں سے لوگ یہاں آیا کرتے ہیں، لیکن یہاں کا پانی اچھا نہیں......پانی نہر سے پیا جاتا ہے " (۱) -

غرض یہہ ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست تھی - سلطان محمود کے باپ امیر سبکتگین نے ہندوستان سے پہلے سرحدی ریاستوں کو مٹانا ضروری سمجھا، چنانچہ سنہ ۳۷۵ ھ اور سنہ ۳۸۷ ھ (جو سبکتگین کی تاریخ وفات ہے) کے بیچ کے کسی سنہ میں اس شہر پر قبضہ کیا اور وہاں کے مسلمان حاکم کو اپنا باجگذار بنایا (۲) -

---

(۱) بشاری کی احسن التقاسیم ص ۴۷۸ (لیڈن) -

(۲) تاریخ فرشتہ نولکشور جلد ۱ ص ۱۹ -

طوران

ابن حوقل کے زمانہ میں (سنہ ۳۶۳ ھ) یہہ ایک مستقل ریاست تھی، چنانچہ وہ کہتا ھے کہ مغربی سندھہ میں طوران ھے جس پر بصرہ کا ایک باشندہ ابوالقاسم حکمراں ھے جو خود ھی حاکم قاضی سپہ سالار سب کچھہ ھے حالانکہ وہ تین اور دس میں فرق نہیں جانتا -

ویہند

یہہ ھندوستان کا مشہور پرانا شہر ھے - غزنوی فتوحات کے سلسلہ میں اس کا بھی نام آتا ھے - سنہ ۳۹۳ ھ میں پشاور کے بعد محمود نے اس پر قبضہ کیا (۱) - اس شہر میں بھی محمود سے پہلے ھی مسلمانوں کی آبادی تھی - بیرونی نے قانون مسعودی میں اس کے ذکر میں لکھا ھے کہ "یہہ گندھار کا پایہ تخت ھے اور یہہ وادی سندھہ میں واقع ھے" (۲) - ونسنٹ اے اسمتھہ صاحب "دی ارلی ھسٹری آف انڈیا" میں اوھند نام دارالسلطنت کو دریاے سندھہ پر جگہ دیتے ھیں اور لکھتے ھیں کہ مسلمانوں کے سنہ ۲۵۶ ھ میں کابل فتح کر لینے کے بعد وھاں کا دارالسلطنت اوھند کو منتقل

(۱) زین الاخبار گردیزی (مطبوعہ برلن) ص ۶۶ -

(۲) تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۵۷ (پیرس سنہ ۱۸۴۰ ع) -

ہوگیا جو دریاے سندھ پر واقع تھا اور ہندو شاہیہ خاندان کا پایہ تخت تھا - (۱)

چوتھی صدی کے آخر میں (سنہ ۳۷۵ ھ یعنی محمود کے حملہ سے پندرہ سولہ برس پہلے) بشاری مقدسی بیان کرتا ہے کہ ”میں نے ابوالہیثم نیشاپوری کے شاگردوں میں سے ایک سے اور شیراز کے ایک عالم سے جو اس ملک کی اچھی طرح سیاحت کرچکے تھے تحقیق کی تو معلوم ہو کہ ویہند پایۂ تخت کا نام ہے اور اس کے ماتحت شہر ودھان ، بتیر ، نوج لوار ، اور سسان کوج وغیرہ ہیں“ (۲) -

وہیند کے علاقہ میں بھی مسلمانوں کی آبادی خاصی تھی یہاں تک کہ ان کی ریاست قائم تھی - ہندؤوں کا راجہ الگ تھا اور مسلمانوں کا امیر الگ - باشندوں کی غالب تعداد ہندو تھی - (۳)

قنوج

ہندوستان کے مشہور قنوج کو چھوڑ کر سندھ اور پنجاب کی سرحد کے پاس بھی اس نام سے ایک علاقہ آباد تھا جس کا عرب سیاحوں نے بکثرت ذکر کیا ہے - یہاں بھی مسلمانوں کی آبادی تھی - سنہ ۳۰۰ ھ کے بعد

---

(۱) The Early History of India, Vol. I. p. 345.

(۲) احسن التقاسیم ص ۴۷۷ -

(۳) ایضاً ص ۴۸۵ مع حاشیہ -

یہہ شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا تھا ، چنانچہ مسعودی نے (سنہ ۳۰۳ھ میں) جب اس کو دیکھا ہے تو وہ ملتان سے ملحق تھا اور اسلامی حکومت میں داخل تھا (۱) - بشاری اس کے ستر پچھتر برس کے بعد آیا ہے ، اس وقت اس کی حیثیت خود مختار ریاست کی تھی ، کہتا ہے کہ یہہ بڑا شہر ہے ، اس کی چاروں طرف فصیل ہے ، یہاں گوشت کثرت سے بکتا ہے ، باغ بہت ہیں ، پانی اچھا ہے ، تجارت وسیع ہے ، لوگ حسین ہیں ، شہر پناہ کے اندر جامع مسجد ہے ، مسلمانوں کی غذا گیہوں ہے ، یہاں بڑے بڑے معززین اور علما رہتے ہیں (۲) - آگے چل کر کہتا ہے کہ یہاں کے باشندوں کی گو غالب تعداد ہندو ہے لیکن مسلمانوں کا سلطان الگ ہے - (۳)

اودھہ کے قنوج سے بھی عرب کے سیاح اور جغرافیہ نویس واقف تھے - مصر کا وزیر مہلبی (تقریباً سنہ ۳۸۶ھ) اپنے جغرافیہ کی کتاب عزیزی میں بیان کرتا ہے کہ "قنوج ہندوستان کے دورتریں شہروں میں ہے ، ملتان کے پورب ہے ، ملتان اور قنوج کے بیچ میں دو سو بیاسی فرسنگ کی مسافت ہے اور وہ ہندوستان کا پایہ تخت اور سب سے

---

(۱) مسعودی جلد ۱ ص ۳۷۲ (پیرس) -

(۲) احسن التقاسیم بشاری ص ۴۸۰ -

(۳) بشاری ج ۱ ص ۴۸۵ -

بڑا شہر ہے - لوگوں نے اس کا حال بیان کرنے میں بہت مبالغہ سے کام لیا ہے - کہتے ہیں اس میں صرف جوہریوں کے تین سو بازار ہیں اور اس کے راجہ کے قبضہ میں ڈھائی ہزار ہاتھی ہیں، اس میں سونے کی کانیں بھی ہیں" -

ادریسی جس نے سسلی (اٹلی) میں بیٹھہ کر سنہ ۵۴۸ ھ میں اپنا جغرافیہ لکھا ہے کہتا ہے کہ "یہہ بہت خوبصورت شہر ہے، تجارت کی منڈی ہے: اسی شہر کے نام سے یہاں کے راجہ کو بھی قنوج کہتے ہیں" - ادریسی نے قنوج کی وسعت پنجاب بلکہ کشمیر تک بتائی ہے، مراکو کا جغرافیہ نویس ابن سعید مغربی (سنہ ۵۸۵ ھ) لکھتا ہے "یہہ شہر گنگا کے دونوں بازووں پر واقع ہے" - (۱)

نیرون

سندھہ کے ساحلی شہروں میں ایک شہر نیرون نام تھا، بعضوں نے غلطی سے اس کو بیرون پڑھا ہے اور ابوریحان بیرونی کو یہیں کا رہنے والا بتایا ہے (۲) - یہہ دیبل اور منصورہ کے بیچ میں تھا اور منصورہ سے ۱۵ فرسنگ

---

(۱) تقویم البلدان ابوالفداء صفحہ ۳۶۰ (پیرس) -

(۲) تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۴۹ بحوالہ ابن سعید مغربی و تاریخ الاطباء ابن ابی اصیبعہ جلد ۲ ص ۲۰ (مصر) -

دور تھا - مصر کا وزیر مہلبی چوتھی صدی میں اپنے جغرافیہ میں لکھتا ہے کہ "یہاں کے باشندے مسلمان ہیں" (۱) - الفنسٹن صاحب نے تاریخ هند میں بتایا ہے کہ موجودہ شہر حیدرآباد (سندھ) هی کا پرانا نام نیرون ہے - (۲)

مکران

یہہ سندھ کی سرحد پر واقع ہے - ابن حوقل کے زمانہ میں یہاں کا عرب حاکم عیسی بن معدان تھا، اس کی دارالامارۃ کا نام کنیر تھا جس کی وسعت ملتان سے آدھی تھی -

مشکی

اسی کے قریب ایک اور عرب ریاست تھی جس کا نام مشکی تھا اور جہاں کا حاکم ابن حوقل کے زمانہ میں مظاهر بن رجاء نام تھا - یہہ ریاست اتنی بڑی تھی کہ تین دن میں اس کی مسافت طے ہوتی تھی اور یہاں خطبہ میں خلیفہ بغداد کا نام لیا جاتا تھا -

سندھ کے ریگستانوں میں چلتے چلتے هم اور آپ دونوں گھبرا گئے، تھوڑی دیر آئے ملک "جنت نظیر" کی سیر کریں کہ دماغ تر و تازہ هو -

---

(۱) تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۴۹ -

(۲) تاریخ هند الفنسٹن جلد دوم ص ۴۹۳ سنہ ۱۸۶۷ ع (علی گڈھ) -

کشمیر

یہہ وہ ملک ھے جس کی نسبت یہہ کہنا بجا ھے کہ اس کو مسلمان بادشاھوں کی تلواروں اور تدبیروں نے نہیں بلکہ مسلمان عالموں اور درویشوں کی تاثیروں نے فتح کیا - عرب جغرافیہ نویس اور سیاح اس کے پاس تک آے مگر اس کے اندر نہیں گئے ' انھوں نے اس کے راستہ کی دشواریوں کا ذکر کیا ھے ' وہ سمندر سے لے کر کشمیر کے سلسلہ کوھستان تک سب کو سندھہ ھی کہتے تھے - عربوں کے بعد سلطان محمود نے بھی اس کی چٹانوں سے سر تکرایا مگر کامیابی نہیں ھوئي - لیکن اسي زمانہ میں ھم یہاں مسلمان سوداگروں اور تاجروں کو آتے جاتے دیکھتے ھیں - سلطان محمود کی وفات کے تین سال بعد سنہ ۴۲۴ ھ میں سلطان مسعود غزنوی نے اس پر حملہ کیا اور اھل شہر قلعہ‌بند ھو گئے تو اس وقت جو مسلمان تاجر وھاں تھے وہ بھی قلعہ میں مقید تھے - (۱)

تاریخ هند کی اس مختصر خیالی سیر و سیاحت کے بعد ھم ناظرین سے رخصت ھوتے ھیں -

---

(۱) فرشتہ جلد اول ص ۴۱ (نولکشور) -

خاتمہ

ان گذشتہ اوراق میں کوشش کی ہے کہ ہم اپنے ہمسفروں کو عرب و ہند اور اسلام و ہندوستان کے باہمی تعلقات کے وہ مناظر دکھائیں جو خیبر سے آنےوالے مسلمان فاتحین سے پہلے یہاں جلوہگر تھے - ان سے اندازہ ہوگا کہ ان فتوحات سے پہلے بھی اس ملک میں کہاں کہاں مسلمان آباد تھے اور ان کے تعلقات ہندوؤں کے ساتھہ کیسے چند در چند اور گہرے تھے اور اسلام کا تعلق ہندوستان سے کتنا پرانا اور قدیم ہے -

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم
از ما بجز "حکایت مہر و وفا" مپرس

ضمیمہ

کتاب کے ختم ہونے کے بعد بعض اور مفید باتیں ملیں جن کا اضافہ مناسب معلوم ہوتا ہے -

۱ --- سوپارہ

گجرات کے ایک مشہور پرانے شہر کا نام عربوں نے سو بارہ لکھا ہے، اصطخری (سنہ ۳۴۰ھ) ہندوستان کے مشہور شہروں میں اس کا بھی ذکر کیا ہے، اور اس کے بعد بیت‌المقدس کے سیاح بشاری (سنہ ۳۷۰ھ) نے چوتھی صدی ہجری کے آخر (دسویں صدی عیسوی کے آخر) میں اس کا نام لیا ہے، اور اس کی جگہ کھمبایت کے قریب بتائی ہے، اور دونوں میں چار مرحلوں کا فصل بتایا ہے، اور کہتا ہے کہ "سوپارہ سمندر سے ایک فرسنگ (۸ میل) کی دوری پر ہے" - (احسن‌التقاسیم بشاری ص ۴۷۷ و ۴۸۶، لیڈن)

پچھلے سالوں میں گجرات میں جو پرانی یادگاروں کی تحقیقات ہوئی ہے، ان میں ایک سوبارہ نام کے شہر کا بھی پتہ چلتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ وہی شہر ہے جس کا عرب سیاحوں نے اپنے زمانہ میں ذکر کیا ہے -

۲ فروری سنہ ۱۹۳۰ع کے سنڈے بمبئی کرانیکل میں (ص ۳۱ و ۳۲) سوپارہ کی اثری تحقیق پر ایک مضمون نکلا ہے ، جس کا خلاصہ یہہ ہے :-

"آثار قدیمہ کی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کا پتہ مگدھہ دیس (بہار) کے مشہور راجہ اشوک کے زمانہ سے چلتا ہے - یہاں راجہ اشوک کا ایک یادگاری پتھر سنہ ۱۸۸۱ع میں ہمارے اثری محققوں کو ملا ہے - سپارہ اب بھی بی ، بی ، سی ، آئی ریلوے کے ایک غیر معروف استیشن کا نام ہے جو اپنے قریب کے اسی نام کے ایک گاؤں کے سبب سے رکھا گیا ہے - پنڈت بھگوان لال اندر جی (آنجہانی) نے یہاں اشوک کے سنگی کتبہ کا پتہ لگایا تھا - اب یہہ مقام بمبئی کے علاقہ میں بسین سے جو سمندر ہی کے کنارے ہے تین چار میل اُتر ، اور خاص شہر بمبئی سے تیس میل ہے -

سنہ ۲۵۰ ق م میں یہہ مقام ہندوستان کے مشہور و پر رونق شہروں سے تھا ، جس کے سبب سے یہہ اُن چند خوش قسمت شہروں میں منتخب ہوا جہاں راجہ اشوک نے اپنے یادگاری پتھر لگائے - سوپارہ والا پتھر یہاں سے اُتھہ کر پرنس آف ویلز میوزیم (مغربی ہند) میں رکھا گیا ہے - اس میں دس سطریں ہیں ، پہلی چار سطریں مٹ گئی

هیں، اس کا خط وہ خط ہے جو دیوناگری اور دوسرے ہندی حروف کی اصل ہے، اور جس کے متعلق یوروپین محقق بوشلر کی راے ہے کہ یہہ تجارتی آمد و رفت کی راہ سے، مسیح سے سات آٹھہ سو برس پیشتر عراق سے ہندوستان آیا تھا - (دیکھو کتاب میں) -

ڈاکٹر بھنڈارکر کہتے ہیں کہ بمبئی میں تھانہ کے ضلع میں سوپارہ مشہور بندرگاہ تھا، جس کا نام مہابھارت میں سورپارکا ہے اور بطلیموس نے اپنے جغرافیہ میں اس کا نام سوپارہ لکھا ہے - یہہ ایک مقدس مقام اور اپارنتا کا دارالحکومت تھا -

موجودہ سوپارہ گاؤں اُسی نام کے قدیم مشہور شہر کے موقع پر آباد ہے - یہہ ایک خلیج کے بائیں کنارہ پر واقع ہے جو خلیج بسین کے ریلوے پل اور دریاے وترنا کے درمیان گھومتی نظر آتی ہے - پرانے سوپارہ میں اب بھی پرانے عمارات اور مکانات کے نشانات باقی ہیں - یہاں ایک رام کنڈ بھی ہے جو اُس کے تیرتھہ ہونے کی دلیل ہے -

سنہ ۱۸۸۱ع میں جب سوپارہ کے یادگاری پتھر کا پتہ لگا ہے اس گاؤں میں بمشکل چھہ سو گھر تھے، جن میں تقریباً دو ہزار آدمی رہتے تھے - ان میں برہمن، ہندوستانی،

عیسائی اور مسلمان باشندے ہیں - مسلمانوں میں عرب اور ایرانی ہیں جو سات صدی پیشتر سے تجارتی تعلق سے یہاں آباد ہوئے -

اس خلاصہ سے معلوم ہوا کہ گجرات کے دوسرے ساحلی تجارتی شہروں کی طرح یہاں بھی مسلمان آباد تھے، اور اگر راجہ اشوک کے سنگی کتبہ، اور بطلیموس کے جغرافیہ سے اس آبادی کا مسیح سے ڈھائی سو برس پہلے نشان ملتا ہے، تو مسلمان عرب سیاحوں کے بیان سے اس کا مسیح سے ایک ہزار برس بعد بھی پتہ چلتا ہے -

۴ — جاٹ طبیب عرب میں

اصل کتاب میں صحابہ کے زمانہ میں یعنی پہلی صدی ہجری، اور ساتویں صدی عیسوی میں جاٹوں کے عراق اور عرب میں آباد ہونے کا ذکر آیا ہے (ص ۱۱)، مگر اس مقام پر ان کے سپاہیانہ اوصاف لکھے گئے ہیں - مگر ایک نہایت مستند ذریعہ سے اسی زمانہ میں ان کے ایک علمی کارنامہ کا بھی نشان ملتا ہے - امام بخاری (المتوفی سنہ ۲۵۶ھ) نے اپنی کتاب الادب المفرد میں صحابہ کے زمانہ کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہ بیمار پڑیں تو ان کے بھتیجوں نے ایک جاٹ طبیب کو ان کے علاج کے لئے بلایا (۱) -

٣ — سندھ کے شاھانہ جوتے

کتاب کے ص ٧٧ میں کھمبایت کے جوتوں کا ذکر ھے، جو منصورہ (سندھ) سے عراق کے عباسی پایۂ تخت بغداد میں جاتے تھے - ابھی حال میں امام احمد بن حنبل (المتوفی سنہ ٢٤١ھ کی ایک مختصر کتاب الورع ایک سات سو برس کے قلمی نسخہ سے جو الجزائر (الجزیریا) میں ملا ھے، سنہ ١٣٤٠ھ میں مصر میں چھپا ھے، یہہ ثابت ھوتا ھے کہ سندھ کے جوتے اس قدر خوشنما اور بھڑکدار ھوتے تھے کہ ثقہ اور سنجیدہ لوگ ان کو پہننا پسند نہیں کرتے تھے، اور وہ صرف شہزادوں کے پہننے کے قابل سمجھے جاتے تھے (٢) -

---

(١) الادب المفرد امام بخاری، باب بیع الخادم، ص ٣٥، مصر -

(٢) کتاب الورع ابن حنبل، باب لبس النعال السندیۃ، ص ١٠١، مطبع سعادت، مصر -

صحت نامه

ضروری لفظوں کي تصحيح

صفحه	سطر	غلط	صحيح
۲	۲۰	سيرطی	سيوطی
۳	۱۲	تهی	تها
۱۶	۹	باهر	يا هر
۲۲	۵	هندوستان	سدوسان
۲۴	۱۲	دی غوجی	دي خوی
۲۵	۱۷	سنه ۱۸۴۵	سنه ۱۸۱۱
۳۰	۲۱	هندو	هند
۳۸	۱	مزوج	مروج
۴۲	۷	أرسته	رسته
۵۱	۶	رنگون	زنگيون
۵۲	۲	کا	کي
۵۶	۱۲	جشه	حبشه
۶۵	۱	زياد	زباد
۶۵	۵	بيوپارون	بيوپار کي چيزون
۶۵	۸	سنياذج	سنباذج
۶۵	۱۰	واذی	داذی (؟)
۶۸	۱۵	کا نام	کے نام
۷۷	۹	بلخي	بخثي

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۰	۷	کو لا کر	کوکیالاکر
۹۱	۱۸	اخفر	اخضر
۹۵	۱۰	الافاریہ	الافاویہ
۹۶	۱	والبیغا	والببغاء
۱۰۳	۷	ھو گئے	ھو کے
۱۰۶	۶	برمک	برمگ
۱۰۶	۲۲	جزبہ	جذبہ
۱۱۱	۱۷	رھا	رہ
۱۲۵	۸	کا	کو
۱۲۹	۲۱	واضع	واضح
۱۳۱	۱۳	مکہ	منکہ
۱۳۲	۱۲	جعفو	جعفر
۱۳۳	۲۰	طاشکری	طاشکبری
۱۳۵	۱۳	اسي	انهیں
۱۳۵	۱۶، ۱۷	کی	...
۱۳۷	۱۰	ارجبند	ارجبهذ
۱۴۵	۵	زبر	زیر
۱۴۵	۶	زیر	زبر
۱۴۷	۶، ۱۰	معتقد	معتضد
۱۴۷	۲۰	مولوئی	موسیولوئي
۱۵۹	۷	یا کھریا یا جھر	باکھر یا باجھر
۱۶۱	۱	طوفانی	طوفافی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۷	۱۵	وابشلیم	دابشلیم
۱۶۸	۳، ۶	وابشلیم	دابشلیم
۱۶۸	۹	بید پانی	بید پافی
۱۷۸	۱۱	پانی ساسي ذہانت	پانچ سی دہانت (سدہانت)
۱۹۷	۱۹	سیاہوں	سیاحوں
۱۹۷	۲۰	افرات	افراط
۲۰۲	۱۳	صیجور	چیمور
۲۰۶	۲	ہاتھہ	ہاتھہ میں
۲۰۶	۱۷	استان	اشنان
۲۱۴	۲۲	ا آلبلاد	آثارالبلاد
۲۲۰	۸	لا اوریہ	لا ادریہ
۲۳۱	۱۱	بدوہ	بددہ
۲۴۳	۱	سلیمان	سلطان
۶۴۶	۱۶	(با بالا)	(یا بالا)
۲۵۲	۴	تریخ	تاریخ
۲۶۶	۲	جھونکو	جھونکوں
۲۷۲	۱۱	دیوان	دیوار
۲۷۳	۴	الحاء	الحساء
۲۷۳	۷	دیوان	دیوار
۲۷۸	۱۱	ضداپور	صندا پور
۲۹۱	۱۶، ۱۷	ہے	تھا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۲	۱	منگور	منگلور
۲۹۶	۵	قندریدہ	فندریدہ
۳۰۰	۱۰	وامغانی	دامغانی
۳۰۱	۱۷	البشیر	السیر
۳۰۳	۱۱	منضورہ	منصورہ
۳۱۰	۱۰	سالمي	سامی
۳۱۶	۱۵	کو	گو
۳۱۷	۱۸	ان تمامتر	انکو
۳۱۷	۱۹	میں	نہیں
۳۲۰	۱۶	رادہ	ارادہ
۳۲۰	۱۷	اراست	راست
۳۲۰	۱۹	س	اس
۳۲۱	۱۱	کر لے گا	کرے گا
۳۲۱	۱۷	گرویزی	گردیزی
۳۲۲	۱۱	گرویزی	گردیزی
۳۲۷	۱۴	گرویزی	گردیزی
۳۲۷	۱۹	الواضع	الوضع
۳۲۸	۱۲	کو	کا
۳۲۹	۲	سرحدوں	موحدوں
۳۳۸	۱۷	سیدیوں	میدیوں
۳۴۰	۸	بن والی خالد	بن خالد
۳۴۱	۱۱	ھجستان	سجستان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۴۸	۳	وار	اور
۳۴۹	۱	مضورہ	منصورہ
۳۴۹	۴	محمد	محمود
۳۵۲	۱	ہو سکتے	سمجھہ سکتے
۳۵۲	۲	مسنی	سنی
۳۵۲	۲	خاطمہ	خاتمہ
۳۵۲	۳	ملطان	ملتان
۳۵۸	۲۰	(سنہ ۴۴ ھ)	(سنہ ۴۴۴ ھ)
۳۵۹	۸	خبانی	جنانی
۳۵۹	۹	جوبصورت	خوبصورت
۳۵۹	۱۰	سیاحوں	یہاں
۳۶۰	۲، ۶، ۱۸	دنار	ونار
۳۶۱	۲	دنار	ونار
۳۶۲	۱۱	ابا این همہ	با این همہ
۳۶۳	۱۳	ختیار	اختیار
۳۶۴	۸، ۹	اوج	اوچ
۳۶۴	۶	پیہہ	سید
۳۶۶	۸	تعریف	تحریف
۳۷۸	۹، ۲۰	دنار	ونار
۳۸۰	۸	ہوا	ہو
۳۸۰	۹	دنار	ونار
۳۸۵	۱۷	وہ	اونہوں نے

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۳۹۰	۱	دعوت	دعوے
۳۹۲	۱	بشاوی	بشاری
۳۹۳	۱۲	قذدار	قزدار
۳۹۷	۵	ابوالیشم	ابوالهیثم
۳۹۷	۸	یہند	ویہند
۳۹۷	۱۰	وهیند	ویہند

Allama Iqbal Library
1889

ALLAMA
IQBAL LIBRARY
UNIVERSITY OF KASHMIR
HELP TO KEEP THIS BOOK
FRESH AND CLEAN